فرانز کافکا
پُراسرار مقدمہ
ناولستان - جامعہ نگر - نئی دہلی ۲۵

پُراسرار مقدمہ

فرانز کافکا کے انگریزی ناول

THE TRIAL

کا ترجمہ

رحم علی الہاشمی

ناولستان، جامعہ نگر، نئی دہلی

فہرست

پہلا باب

گرفتاری ۔ مسز گرد باش اور مس برسٹنر سے گفتگو

جوزف کے، کے متعلق کوئی غلط خبریں مشہور کرتا رہا ہوگا جبھی وہ ایک سہانی صبح کو بلا کسی قصور کے گرفتار ہوگیا۔ اس کی مالکہ مکان کی باورچن جو ہمیشہ آٹھ بجے صبح اُس کے لیے ناشتہ لاتی تھی آج نہیں آئی پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ کے نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور اپنے بستر پر سے مقابل کے کمرے میں بڑی بی کو دیکھتا رہا جس سے بڑی بی کو بھی حیرت ہوئی۔ پھر بے بسی اور بھوک کے احساس سے کے نے گھنٹی بجائی۔ فوراً ہی دروازے پر دستک ہوئی اور ایک شخص داخل ہوا جسے کے نے کبھی دیکھا نہ تھا۔ یہ شخص اگرچہ دُبلا تھا مگر مضبوط جسم کا تھا اور ایک کالا کوٹ پہنے تھا جس میں مختلف قسم کی پلیٹیں، جیبیں، بکسوے، اور بٹن ٹکے تھے نیز ایک پیٹی جو سیاح کی وضع کی تھی جس سے یہ شخص بہت مستعد معلوم ہوتا تھا۔ اگرچہ یہ نہیں معلوم ہوسکتا تھا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ کے نے بستر سے سر اٹھا کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟" لیکن اُس شخص نے کوئی جواب نہ دیا جیسے اس کی موجودگی ہی

سوال کا جواب ہو، البتہ صرف اتنا پوچھا "کیا آپ نے گھنٹی بجائی؟"
کے نے کہا "انا میرا ناشتہ لانے والی ہے۔" اور پھر خاموشی کے ساتھ
غور سے اسی شخص کا حلیہ دیکھا اور یہ جاننے کی کوشش کی کہ آخر یہ ہے کون۔
لیکن یہ شخص اس تجسس کو زیادہ دیر برداشت نہ کر سکا بلکہ پیچھے دروازے
کی طرف جا کر اسے تھوڑا سا کھول دیا جیسے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے کسی
شخص سے رپورٹ کرتا ہو۔ اور کہا "یہ کہتے ہیں کہ انا ان کا ناشتہ
لانے والی ہے۔" اس کے جواب میں پیچھے کھڑے ہوئے آدمی نے دوسرے
کمرے سے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ جواب دیا۔ اس کی آواز ایسی تھی کہ معلوم
نہیں ہوا کہ یہ ایک آدمی کی ہے یا کئی آدمیوں کی مل کر۔ اگرچہ اجنبی آدمی
کو پہلے سے جتنا معلوم تھا اس کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوا۔ چنانچہ
اُس نے کے سے کہا جیسے کسی دوسرے کی بات نقل کرتا ہو۔ "یہ ممکن نہیں
ہے۔" کے نے بستر سے اُٹھ کر جلدی سے پائجامہ پہنا اور کہا "یہ عجیب
بات ہے۔ میں دیکھوں گا کہ دوسرے کمرے میں یہ کون لوگ ہیں اور
مسز گرد باش نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں روا رکھا۔" لیکن اس نے
فوراً محسوس کیا کہ یہ الفاظ اسے بلند آواز سے نہیں کہنے چاہیے تھے۔
اس لیے کہ اس سے ان اجنبی لوگوں کو میرے کاموں میں دخل دینے کا
ایک بہانہ مل جاتا ہے۔ تاہم اس وقت اس نے اسے کوئی اہمیت نہیں
دی۔ لیکن اجنبی نے اس کا مطلب یہی سمجھا اور کہا "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ
آپ اپنے کمرے ہی میں رہیں۔" کے نے جواب دیا "میں نہ یہاں ٹھہروں گا
اور نہ اُس وقت تک تم سے بات کروں گا جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ تم
کون لوگ ہو۔" اجنبی نے کہا "میں نے آپ کے بھلے کے لیے کہا۔"

اور پھر خود ہی دروازہ پورا کھول دیا۔ اس دوسرے کمرے میں جب کے خلاف معمول بہت آہستگی سے داخل ہوا تو پہلی نظر میں ہر چیز اپنی جگہ پر معلوم ہوئی تقریباً جہاں وہ کل شام کو تھی۔ یہ مسز گروباش کا رہائشی کمرہ تھا اور اگرچہ یہ فرنیچر، قالین چینی کے برتنوں اور تصویروں سے اٹا ہوا تھا۔ تاہم اس میں خلاف معمول تھوڑی سی جگہ خالی تھی لیکن دفعتاً ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا اس لیے کہ خاص تبدیلی یہ تھی کہ ایک شخص کھلی ہوئی کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا اور اس نے کتاب سے نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور کے سے کہا "آپ کو اپنے کمرے میں رہنا چاہیے تھا۔ کیا فرانز نے آپ سے نہیں کہا ؟" کے نے کہا "ہاں ہاں۔ مگر تم لوگ آخر یہاں کیا کر رہے ہو؟" یہ کہتے ہوئے اس نے اس نئے شخص کو دیکھا۔ اور پھر اس شخص کو جس کا نام فرانز لیا گیا تھا اور جو اب تک دروازے پر کھڑا تھا اور پھر اس نئے شخص پر نظر ڈالی۔ کھلی ہوئی کھڑکی سے اس نے پھر بڑی بی کی جھلک دیکھی جو سب کچھ دیکھنے کے شوق میں مقابل کی کھڑکی کے سامنے آ گئی تھیں اور کے نے جیسے ان لوگوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے ہٹ کر (اگرچہ یہ لوگ کافی فاصلے پر تھے)، کہا "میں بڑی بی سے بات کرنا چاہتا ہوں" اور نکلنے کا ارادہ کیا۔ کھڑکی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کتاب میز پر پھینک کر کہا۔ "نہیں۔ آپ باہر نہیں جا سکتے آپ گرفتار ہیں" کے نے کہا۔ "یہ تو ظاہر ہی ہوتا ہے مگر آخر کسی جرم میں؟" اس آدمی نے جواب دیا "مجھے یہ بتانے کا اختیار نہیں ہے آپ اپنے کمرے میں جائیں اور وہیں انتظار کریں۔ آپ کے خلاف مقدمہ دائر ہو چکا ہے۔ اور عنقریب آپ کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں آپ سے آزادی کے ساتھ باتیں کر کے اپنے اختیار سے باہر عمل کر رہا ہوں مگر مجھے امید ہے کہ فرانز کے سوا کوئی میری

باتیں سُن نہیں رہا ہے اور فرانز نے خود ہی صاف صاف ہدایت کے برخلاف آپ سے آزادی کے ساتھ گفتگو کی۔ اگر آپ کی قسمت نے ایسا ہی ساتھ دیا جیسا پہرہ داروں کے انتخاب سے ظاہر ہوتا ہے تو آپ کو اپنی کامیابی کا یقین رکھنا چاہیے۔" کے بیٹھنا چاہتا تھا مگر اب اس نے دیکھا کہ کھڑکی کے پاس والی کھڑکی کے علاوہ کوئی اور بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے۔ فرانز نے اس دوسرے آدمی کے ساتھ کے کی طرف بڑھ کر کہا:۔
"آپ کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم غلط نہیں کہہ رہے ہیں۔" کھڑکی کے پاس والا آدمی قد میں کے سے بہت اونچا تھا اور وہ مسلسل کے کے شانے پر تھپکی دیتا رہا۔ دونوں نے کے کا شب باشی کا لباس بغور دیکھا۔ اور کہا کہ اسے ذرا کم بھڑک دار لباس پہننا چاہیے۔ اس لباس کو وہ اپنی تحویل میں لے لیں گے۔ اور نیز اس کا دوسرا سامان جو بعد کو اسے واپس دے دیا جائے گا اور گودام میں رکھنے کے مقابلہ میں یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ اس لیے کہ گودام میں چوری بہت ہوتی ہے۔ اور دوسرے کچھ دنوں بعد وہ اسے بیچ دیتے ہیں۔ خواہ مقدمہ ختم ہوا ہو یا نہ ہو۔ اور مقدمہ طے ہونے میں نہ جانے کتنے دن لگیں۔ خصوصاً آج کل کے زمانے میں۔ البتہ کچھ دنوں بعد گودام سے دام مل جائیں گے۔ لیکن اول تو جو قیمت وہ دیتے ہیں وہ بہت قلیل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ نیلام وہ زیادہ بولی بولنے والے کے نام نہیں چھوڑتے، بلکہ زیادہ رشوت دینے والے کے نام، اور یہ تو سب کو معلوم ہی ہے کہ پیسہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ جانے اور دن گزرنے میں گھٹتا جاتا ہے۔" کے نے اس مشورہ پر کچھ دھیان نہ دیا۔ یہ بات اس کے لیے زیادہ اہم نہ تھی کہ اس کی ملکیت کی چیزیں فروخت کرنے کا کسے حق ہے۔ اصل بات جس کا اسے جاننا ضروری تھا

وہ یہ تھی کہ اسے اپنی حیثیت صاف صاف معلوم ہو جائے لیکن یہ لوگ جو اُس کے پاس ہیں ان سے قطعی صاف بات معلوم ہونے کی توقع نہیں ہو سکتی۔ دوسرے پہرے دار کا اُبھرا ہوا پیٹ (اور یہ پہرے دار ہی معلوم ہوتے تھے) کے کے جسم سے بے تکلفانہ انداز میں ٹکرا تا رہا۔ لیکن اگر وہ سر اٹھا کر دیکھتا تو اسے معلوم ہوتا کہ اس کا چہرہ اس کے موٹے جسم پر بالکل موزوں نہیں ہے۔ اس لیے کہ چہرہ ستا ہوا، ہڈیاں نکلی ہوئی اور ناک لمبی ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی جیسے یہ کے کے اوپر سے دوسرے پہرے دار سے مشورہ کر رہا ہو۔ آخر یہ ہیں کون لوگ اور کیا باتیں کر رہے ہیں۔ اور کس حاکم نے انھیں مامور کیا ہے۔ کے جس ملک میں رہتا تھا اس کا ایک قانونی دستور تھا، ہر طرف امن و امان تھا، سارے قوانین کا نفاذ ہوتا تھا۔ کسے اتنی جرأت ہو سکتی تھی کہ خود اس کے اپنے گھر میں کوئی اسے پکڑ لے۔ وہ ہر معاملہ کو سہولت سے انگیز کرنے کا عادی تھا اور کوئی خطرہ جب تک اس کے بالکل ہی سر پر نہ آجائے خواہ کتنا ہی سنگین کیوں نہ ہو پہلے سے خیال کر کے اسے پریشانی نہیں ہوتی تھی، لیکن اس موقعہ پر اسے یہ طرز عمل مناسب نہیں معلوم ہوا۔ ممکن ہے کہ یہ سب محض ایک مذاق ہو، بھونڈے قسم کا مذاق جو اس کے بینک کے ساتھیوں نے کسی نامعلوم وجہ سے اس کے ساتھ کیا ہو شاید اس لیے کہ آج اس کی تیسویں سالگرہ ہے اور ایسا ہو سکتا ہے۔ شاید یہی مناسب ہو کہ وہ ان لوگوں کے سامنے ایک قہقہہ لگائے اور یہ لوگ بھی اس کے ساتھ ہنسی میں شریک ہوں۔ ممکن ہے کہ یہ محض سٹرک پر کے قلی ہوں۔ اور بظاہر وہ ایسے ہی معلوم ہوتے بھی تھے۔ تاہم اُس نے اس شخص فرانز کو دیکھتے ہی یہ طے کر لیا کہ سر دست جو فوقیت اسے ان لوگوں پر حاصل ہے اسے قائم رکھا

جائے۔ اس میں ذرا سا یہ اندیشہ تھا کہ بعد کو شاید اُس کے احباب یہ نہ کہیں کہ وہ مذاق کی بات کو مذاق نہیں سمجھا۔ لیکن اسے کئی موقعے ایسے یاد آئے اگرچہ وہ تجربے سے سبق لینے کا عادی نہ تھا۔ جب کہ اُس نے اپنے تمام دوستوں کے مشورہ کے خلاف جلد بازی سے کام لیا۔ اور نتائج کا مطلق خیال نہ کیا جس سے بالآخر اُسے بڑا دُکھ اُٹھانا پڑا۔ لیکن اب ایسا نہ ہونا چاہیے کم ازکم اس موقعہ پر۔ اگر یہ مذاق ہے تو اسے اسی طرح انجام تک پہنچانا چاہیے۔

لیکن ابھی وہ آزاد تھا۔ دونوں پہرے داروں کے بیچ سے گزرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس نے کہا "مجھے کمرے میں جانے دو۔" اور پیچھے سے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ اسے کچھ سمجھ آگئی" کمرے میں پہنچ کر کے نے فوراً اپنی میز کی دراز کھولی جس میں ہر چیز اپنی جگہ پر رکھی ہوئی تھی۔ لیکن ہڑبڑاہٹ میں اسے فوراً اپنا شناختی کارڈ نہ مل سکا۔ جس کی اسے تلاش تھی لیکن بالآخر اسے اپنی بائیسکل کا لائسنس مل گیا جسے لے کر وہ پہرے داروں کے پاس جانے ہی والا تھا کہ اسے خیال آیا کہ یہ تو بالکل بے مصرف چیز ہے اور پھر تلاش کرنے پر اسے اپنی پیدائش کا سرٹیفکٹ مل گیا۔ ان کاغذات کے ساتھ وہ دوسرے کمرے میں جا رہی رہا تھا کہ دوسری طرف کا دروازہ کھلا اور مسز گرد باش نے جھانک کر دیکھا مگر کے کو دیکھتے ہی وہ بظاہر کچھ گھبراسی گئیں اور کمرے میں آنے کی معافی مانگتے ہوئے واپس گئیں اور دروازہ پھر احتیاط کے ساتھ بند کر دیا۔ کے کو اتنا ہی کہنے کا موقعہ ملا کہ "اندر آجایئے" لیکن وہ کاغذات ہاتھ میں لیے

ہوئے بیچ کمرے میں کھڑا دروازے کی طرف دیکھتا رہا اور دروازہ پھر نہ کھلا۔ پھر اس نے پہرہ داروں کی آواز سنی جو دوسرے کمرے میں کھڑکی کے پاس میز پر بیٹھے ہوئے اس کا ناشتہ ہڑپ کر رہے تھے۔ اس نے پوچھا "مسز گرو باش اندر کیوں نہیں آئیں۔" لانبے قد والے آدمی نے جواب دیا "انھیں اجازت نہیں ہے اس لیے کہ آپ حراست میں ہیں۔" کے نے پوچھا "لیکن میں حراست میں کیسے ہوں خصوصاً اس مضحکہ خیز شکل میں؟" پہرے دار نے مکھن لگے ہوئے ایک توسٹ کا ٹکڑا شہد کے برتن میں ڈبوتے ہوئے جواب دیا "تو آپ سارا قصہ پھر سے چھیڑنا چاہتے ہیں میں ایسے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتا۔" کے نے کہا "تمہیں جواب دینا ہوگا۔ یہ میرے کاغذات دیکھو اور تم میری گرفتاری کے لیے اپنا وارنٹ دکھاؤ۔" پہرے دار نے کہا "اللہ توبہ! آپ ذرا اپنی حیثیت کو سمجھیں اور ہم پہرے داروں کو جو آپ کا بھلا چاہتے ہیں، اور بہ نسبت اور لوگوں کے آپ سے زیادہ قریب ہیں۔ اس طرح کے سوالات کر کے بلا ضرورت پریشان نہ کریں۔" فرانز نے جو کافی کی پیالی منہ سے لگائے ہوئے تھا پیالی ہٹائے بغیر کے کی طرف معنی خیز مگر سمجھ میں نہ آنے والی نظر سے گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ ٹھیک ہے۔ آپ یقین مانیں۔" کے نے محسوس کیا کہ وہ بلا اپنی مرضی کے نگاہوں نگاہوں میں بات کرنے پر مائل کر لیا گیا ہے۔ پھر بھی اس نے اپنے شناختی کاغذات دکھا کر کہا۔ "یہ میرے شناختی کاغذات ہیں۔"
لانبے پہرے دار نے جواب دیا "یہ کاغذات میرے کس کام کے؟ آپ تو بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ کا مطلب آخر کیا ہے؟ کیا آپ پہرہ داروں

سے شناختی کاغذات اور وارنٹ وغیرہ کا جھگڑا کر کے اپنا مقدمہ زیادہ سہولت سے فیصل کرانا چاہتے ہیں؟ ہم ادنادرجے کے ماتحت ملازم ہیں اور آپ کے کاغذات کو سمجھ نہیں سکتے اور آپ کے مقدمہ سے بھی ہمارا کوئی واسطہ نہیں بجز اس کے کہ دس گھنٹہ روز آپ کا پہرہ دیں اور اس کی تنخواہ وصول کریں بس ہمارا اتنا ہی کام ہے۔ لیکن اتنا ہم خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ جن اعلا حکام نے ہمیں مامور کیا ہے وہ گرفتاری کی وجوہ سے اور ملزم کی شخصیت سے بخوبی واقف ہوں گے۔ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہ شہر میں مجرموں کا کھوج نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ جیسا قانون کا تقاضہ ہے وہ مجرم کو جان جاتے ہیں اور ہم پہرہ داروں کو تعینات کر دیتے ہیں۔ یہی قانون ہے اس میں غلطی کی کہاں گنجائش ہے؟" کے نے کہا "میں اس قانون سے واقف نہیں ہوں"۔ پہرہ دار نے جواب دیا "یہ تو آپ کے لیے اور بھی برا ہے۔" کے نے کہا "اور اس قانون کا وجود تمہارے دماغ کے سوا اور کہیں نہیں ہے۔" کے چاہتا تھا کہ ان پہرہ داروں کے جی کی بات معلوم کرے۔ اور انھیں ہیر پھیر سے اپنے حق میں کرے یا کم از کم ان سے انسیت پیدا کرلے۔ لیکن پہرے دار نے دل شکن لہجے میں کہا "آپ کو عنقریب اس سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور فرانز نے تڑک کر کہا "دیکھو ولیم! اسے قانون سے ناواقفیت کا اقرار ہے اور پھر بھی یہ بے قصور ہونے کا مدعی ہے"۔ دوسرے نے جواب دیا "تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ لیکن ایسے شخص کو تم معقول نہیں کر سکتے۔" کے نے کوئی اور جواب نہیں دیا۔ لیکن دل ہی دل میں سوچا۔ "کیا میرے لیے مناسب ہے کہ ان حقیر کرایہ کے آدمیوں کی بکواس سے میں اور الجھن میں پڑوں اور یہ اپنی حیثیت بتا چکے ہیں اُس نے کمرے کی خالی جگہ میں

ذرا دیر چہل قدمی کی۔ سڑک کے دوسری طرف اسے اب بھی بڑی بی نظر آرہی تھیں جو ایک اور بوڑھی عورت کی کمر میں ہاتھ ڈالے اُسے کھڑکی کی طرف گھسیٹ کر لا رہی تھیں کے نے خیال کیا کہ اُسے اس ڈھونگ کو ختم کرنا چاہیے۔ اُس نے پہرے داروں سے کہا "مجھے اپنے افسر کے پاس لے چلو۔ ولیم نام کے آدمی نے جواب دیا " جب مجھے وہ حکم دیں۔ اس سے پہلے نہیں۔" اور پھر کہا۔" اب میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ اپنے کمرے میں جا کر خاموشی سے ٹھہریں اور انتظار کریں کہ آپ کے متعلق کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ بے کار کے خیالات سے پریشان نہ ہوں۔ بلکہ تیار ہو جائیں اس لیے کہ آپ کو بہت جواب دہی کرنا ہے۔ ہم نے جو نرمی سے گفتگو کی۔ اس کا آپ نے مناسب صلہ نہ دیا۔ آپ یہ بھول گئے کہ ہم جو کچھ بھی ہوں آپ کے مقابلہ میں آزاد ہیں۔ اور معمولی فوقیت نہیں ہے۔ بہر نوع ہم اس کے لیے تیار ہیں کہ اگر آپ کے پاس پیسے ہوں تو سڑک کے اس طرف جو کافی ہاؤس ہے آپ کے لیے تھوڑا ناشتہ لا دیں۔"

اس پیش کش کا جواب دیے بغیر کے تھوڑی دیر جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اور یہ سوچا کہ اگر وہ پاس کے کمرے کا دروازہ کھولے یا ہال میں جانے کا دروازہ، تو شاید ان دونوں کو مزاحمت کی جرأت نہ ہو اور اس سے شاید معاملہ یکسو ہو جائے۔ لیکن شاید یہ لوگ اُسے پکڑ لیں۔ اور ایک مرتبہ اُن کے ہاتھ میں آجانے کے بعد اُسے اب تک جو فوقیت حاصل ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے کوئی فوری فیصلہ کرنے کے بجائے وہ راستہ اختیار کیا جس میں کوئی کھٹکا نہ تھا۔ اور جو موجودہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے یقینی تھا اور وہ بغیر کچھ کہے یا پہرہ داروں کو موقعہ دیے اپنے کمرے میں واپس چلا گیا

کمرے میں پہنچ کر وہ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ اور پانی کی گھڑونچی سے وہ عمدہ سیب اٹھایا جو اس نے صبح کے ناشتہ کے لیے ..... رات کو رکھ دیا تھا۔ اب یہی ناشتہ تھا جو اسے مل سکتا تھا اور اس کے چند لقمے کھا کر اسے محسوس ہوا کہ یہ اس ناشتہ سے بہت بہتر ہے جو رات والے گندے کافی ہاؤس سے پہرے دار اپنی مہربانی سے لے آتے۔ اسے چستی اور اعتماد کا احساس ہوا۔ یہ صحیح ہے کہ بینک میں اس کے صبح کے کام کا ناغہ ہو جائے گا۔ لیکن بینک میں اس کی جو حیثیت تھی اسے دیکھتے ہوئے یہ نظر انداز ہو جائے گا۔ کیا اسے غیر حاضری کی اصل وجہ بتا دینا چاہیے؟ اس نے سوچا کہ یہی کرنا ہوگا۔ اگر وہ اس کا یقین نہ کریں جو ان حالات میں سمجھ میں آنے والی بات ہے تو وہ مسز گرد باش کی گواہی پیش کر سکتا ہے یا راہ چلتے اجنبی لوگوں کی جو اب شاید سامنے والے کمرے کی کھڑکی کے پاس چل پھر رہے ہوں گے۔ کے کو یہ حیرت تھی اور کم از کم پہرے داروں کے نقطہ نظر سے کہ انھوں نے اُسے کمرے میں واپس کر کے آزاد چھوڑ دیا جہاں اُسے خودکشی کا ہر طرح کا موقعہ حاصل تھا۔ اگرچہ اسی کے ساتھ اس نے جی میں یہ بھی سوچا کہ خود اس کے نقطہ نظر سے خودکشی کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔ کیا اس لیے کہ دو پہرے دار اس کے دروازے پر بیٹھے ہیں جنھوں نے بیچ میں ناشتہ ہڑپ کر لیا۔ اس لیے خودکشی اتنی ہی بے عقلی کی بات ہوگی جو اگر وہ چاہے بھی تو اس کی حماقت کی وجہ سے اس پر آمادہ نہ ہو سکے گا۔ اگر پہرے دار عقل کے اتنے کورے نہ ہوتے تو اُنھوں نے بھی یہی سمجھ لیا ہوتا کہ اسے اکیلا چھوڑ دینے میں اسی بنا پر انھیں کوئی خطرہ نہیں نظر آتا۔ وہ چاہیں تو اس کی اس بات کی نگرانی کر سکتے ہیں کہ اس نے دروازہ کی الماری سے جس میں اس کی عمدہ وھسکی کی بوتل رکھی ہوئی تھی

ایک گلاس بھر کر ناشتہ کی کسر پوری کرنے کے لیے نوش کیا اور پھر ایک اور گلاس اپنا جی کڑا کرنے کے لیے نوش کیا یہ دوسرا گلاس اس احتیاط کے لیے کہ نہ جانے کیسی خلافِ قیاس صورت پیش آئے۔

اتنے میں پاس کے کمرے سے ایک ایسی آواز آئی جس نے اُسے ہڑبڑا دیا اور اس کے دانت شراب کے گلاس سے ٹکرا گئے۔ آواز یہ تھی کہ "انسپکٹر صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔" اس آواز کے لہجے نے کو متحیر کر دیا۔ یہ لہجہ درشت فوجی قسم کا تھا۔ جس کی فرانز سے توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن اس حکم کا کے نے خیر مقدم کیا۔ اور کہا کہ آخر یہ آ ہی گیا۔ چنانچہ اس نے الماری بند کی اور فوراً پاس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ مگر وہاں دونوں پہرے دار آگے کھڑے ہو گئے اور کے کو فوراً کمرے میں واپس کر دیا۔ اور چلا کر کہا "آپ کیا سمجھتے ہیں، خالی قمیص پہنے آپ انسپکٹر صاحب کے سامنے جائیں گے۔ وہ آپ کی اور ہماری بھی اچھی طرح خبر لیں گے۔" کے اب کپڑوں کی الماری کے پاس پہنچ گیا اور چلا کر کہا۔ "جہنم میں جاؤ! مجھے پریشان نہ کرو! اگر تم کسی کو بستر پر سے پکڑ لو تو یہ کیسے امید کر سکتے ہو کہ وہ بہترین کپڑوں میں ملبوس ہو گا۔ پہرہ داروں نے کہا "یہ فضول بات ہے۔" مگر جب کے بلند آواز سے بولتا تو وہ ایسے چپ ہو جاتے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ جیسے وہ نادم ہو گئے ہوں۔ اور کے یا تو بدحواس ہو جاتا یا ہوش میں آ جاتا۔ اُس نے غرا کر کہا۔ "احمقانہ رسم پرستی!" پھر اُس نے کرسی پر سے ایک کوٹ اٹھایا۔ اور اسے دونوں ہاتھوں سے اس طرح سنبھالا جیسے وہ پہرہ داروں سے پسند کرا رہا ہو۔ پہرہ داروں نے سر ہلا کر کہا، "کوٹ سیاہ ہونا چاہیے۔" کے نے کوٹ فرش پر ڈال دیا اور سرسری انداز میں کہا۔ "ابھی تو کوئی بڑا الزام نہیں ہے۔" پہرہ دار مسکرایا اور کالے کوٹ پر

مصر رہا۔ کے نے کہا۔ "اگر اس سے میرا مقدمہ جلد فیصل ہو جائے تو
مضائقہ نہیں۔" پھر اس نے کپڑوں کی الماری کھولی اور کپڑوں کے انبار
میں دیر تک ٹٹولتا رہا۔ اور پھر اُس نے ایک بڑھیا کالا کوٹ نکالا۔ جس کی
خوبصورتی نے اس کے ساتھیوں کو مسخر کر دیا۔ پھر ایک عمدہ قمیص نکالی۔
اور احتیاط سے پہننے لگا۔ اپنے دل میں اس نے سوچا کہ حتی الامکان اُس نے
عجلت سے کام کیا اور پہرے دار بھی بھول گئے کہ آسے غسل کے لیے کہیں۔
لیکن وہ پہرے داروں کی طرف دیکھتا رہا کہ شاید انھیں غسل یاد آجائے۔
لیکن انھیں بالکل یاد نہیں آیا، بلکہ اس کے برعکس ولیم نے فرانز کو انسپکٹر کے
پاس یہ اطلاع دینے کے لیے بھیجا کہ کپڑے پہن رہے ہیں۔

جب وہ پوری طرح ملبوس ہو چکا تو ولیم کے ساتھ ایڑیوں کے بل
چلتا ہوا پاس کے کمرے سے ہوتے ہوئے جو اب خالی تھا دوسرے کمرے
میں پہنچا جس کے دوہرے دروازے چوپٹ کھلے ہوئے تھے۔ کے کو اچھی طرح
معلوم تھا کہ یہ کمرہ ایک ٹائپسٹ مس برسٹنر کا تھا جو بہت سویرے کام
پر چلی جاتی تھی اور دیر سے واپس آتی تھی، اور جس سے کے نے کبھی کبھی چلتے چلتے
دو چار بے تکلفی کے الفاظ کہے تھے۔ اس وقت اس کے بستر کے پاس کی رات کی
میز بیچ کمرے میں کر دی گئی تھی تاکہ لکھنے کی میز کا کام دے۔ اور اس کے
پیچھے انسپکٹر صاحب پیر پر پیر رکھے بیٹھے تھے اور ان کا ایک ہاتھ کرسی کی
پشت پر رکھا تھا۔

کمرے کے کونے میں تین نوجوان کھڑے مس برسٹنر کی تصویر دیکھ رہے
تھے جو دیوار پر ایک چٹائی سے لٹکی ہوئی تھی۔ ایک سفید بلاوز کھلی ہوئی کھڑکی
کی سٹکنی سے لٹکا ہوا تھا۔ راستے کی کھڑکی پر وہی پرانے اشخاص ڈٹے ہوئے

تھے۔ لیکن اب ان کی تعداد بڑھ گئی تھی اس لیے کہ ان کے پیچھے ایک شخص جس کے شانے اور سر بلند تھے کھڑا تھا اور اس کی سفید قمیص کا گریبان کھلا تھا اور اس کی سُرخی مائل نوکیلی داڑھی تھی جسے یہ انگلیوں سے برابر موڑ رہا تھا۔ انسپکٹر نے سوال کیا " آپ ہی جوزف کے ہیں ؟ " کے نے اثبات میں سر ہلایا۔ انسپکٹر نے رات کی میز پر رکھی ہوئی چند چیزوں موم بتی ماچس کی ڈبیا، ایک کتاب اور ایک الپین کی گدی کو برابر کرتے ہوئے۔ جیسے ان چیزوں کی استفسار کے سلسلہ میں ضرورت ہو۔ پوچھا " بظاہر آج صبح کے واقعات سے آپ کو حیرت ہوئی ہوگی " اس نے کہا " بے شک مجھے حیرت ہوئی لیکن بہت زیادہ نہیں۔" انسپکٹر نے پوچھا " بہت زیادہ نہیں۔" اور میز پر موم بتی کو بیچ میں رکھ کر دوسری چیزوں کا اس کے گرد رکھ کر حلقہ بنایا۔ کے نے کہا " شاید آپ میرا مطلب غلط سمجھے میرا مطلب یہ ہے کہ " .... اتنا کہہ کر کے نے چاروں طرف نظر ڈال کر کرسی تلاش کی اور کہا " اجازت ہو تو میں بیٹھ جاؤں " انسپکٹر نے کہا " یہ معمول کے خلاف ہے۔" اور کے نے مزید مباحثہ کے بغیر اپنا بیان جاری رکھا " میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے تعجب تو بے شک ہوا لیکن جب کوئی شخص اس دنیا میں تیس سال رہا ہو اور ہر طرح کے جھمیلے میں پڑ کر اپنا راستہ بنایا ہو جیسا کہ مجھے اتفاق ہوا تو وہ تعجب کی باتوں کو سہنے کی قوت حاصل کر لیتا ہے اور انھیں بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ خصوصاً آج صبح کی قسم کی باتوں کو " انسپکٹر نے پوچھا " کیوں خصوصاً آج صبح کی باتوں کا ؟ " کے نے کہا " اس سلسلہ میں جو تیاریاں کی گئیں وہ اتنی مکمل تھیں کہ انھیں دیکھ کر میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب مذاق ہے۔ سارا بورڈنگ ہاؤس اس کی لپیٹ میں آگیا اور خود آپ سب لوگ ،

اس لیے یہ مذاق نہیں ہو سکتا اور میں اسے مذاق نہیں کہتا۔" انسپکٹر نے ماچس کی ڈبیا کی تیلیاں گنتے ہوئے کہا "بالکل ٹھیک"۔ کے نے پھر سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا "برخلاف اس کے یہ کوئی بڑی اہمیت کا معاملہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ میں اس واقعہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ اگرچہ مجھ کسی الزام میں ماخوذ کیا گیا ہے مگر مجھے مطلق کوئی ایسا قصور یاد نہیں ہے جس کی بنا پر مجھے ماخوذ کیا جاتا۔ لیکن یہ بھی تو کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے اصل سوال یہ ہے کہ کس نے مجھ پر الزام لگایا اور کس حاکم کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہے؟ کیا آپ لوگ عدالتی حکام ہیں؟ آپ میں سے کوئی وردی پہنے ہوئے نہیں ہے بجز اس کے کہ آپ کا لباس (یہاں اس نے فرانز کی طرف اشارہ کیا) وردی سمجھ لیا جائے۔ مگر یہ بھی تو ایک سیاح کا لباس معلوم ہوتا ہے۔ ان سب سوالات کا میں صاف صاف جواب چاہتا ہوں۔ اور ان سوالوں کے حل ہونے کے بعد ہم ایک دوسرے کے مخلص دوست بن کر اٹھیں گے۔" انسپکٹر نے ماچس کی تیلیاں میز پر پھینک دیں اور کہا "آپ کو سخت مغالطہ ہو رہا ہے۔ یہ سب لوگ جو یہاں ہیں اور خود میں آپ کے معاملہ سے بالکل بے تعلق ہیں۔ دراصل ہم اس کے متعلق کچھ جانتے بھی نہیں۔ اگر ہم لوگ سرکاری وردی پہن لیں تو بھی آپ کا مقدمہ کچھ بہتر نہ ہو گا میں اس کی بھی تصدیق نہیں کر سکتا کہ آپ پر کوئی الزام لگایا گیا ہے۔ نہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ ملزم ہیں۔ آپ گرفتار تو بے شک ہیں۔ مگر اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ شاید پہرے داروں نے آپ سے اس کے خلاف کچھ کہا ہے۔ مگر یہ لوگ غیر ذمہ دار باتونی ہیں۔ بہر نوع اگر میں آپ کے سوالات کا جواب نہیں دے سکتا تو بھی آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ آپ

ہمارے متعلق یا مستقبل کے متعلق اپنا دماغ نہ پریشان کریں۔ بلکہ اس کے بجائے خود اپنے متعلق سوچیں، اور اپنی بے قصوری کا اتنا شور نہ مچائیں۔ اس سے جو اچھا اثر دوسری باتوں کی وجہ سے آپ ڈالیں گے وہ بگڑ جائے گا اور آپ کو گفتگو بہت کم کرنا چاہیے۔ یہاں آپ نے جتنی باتیں کہی ہیں وہ آپ کے انداز اور محض دو چار لفظوں میں واضح ہو سکتی ہیں اور ان سے آپ کے اعتماد پر برا اثر پڑتا ہے۔"

کے نے انسپکٹر کو گھور کر دیکھا اور جی میں کہا کہ کیا آداب و تہذیب کا سبق وہ ایسے شخص سے لے جو شاید عمر میں اس سے چھوٹا ہے؟ اور ایک تنبیہ کے لیے اسے سزا دی جائے؟ اور کیا اپنی گرفتاری اور مستغیث کی شخصیت کا اسے کچھ علم نہ ہو سکے گا؟

اسے ذرا الجھن ہوئی اور وہ کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔ کسی نے اسے منع نہیں کیا۔ اس نے اپنی آستینیں چڑھائیں، قمیص کے بٹن کھولے، بالوں کو الجھایا اور تینوں شخصوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے کہا "ہیسٹنر ایڈوکیٹ میرے دوست ہیں کیا میں انھیں ٹیلیفون کر سکتا ہوں؟"

انسپکٹر نے جواب دیا: "بے شک! لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کیا معقولیت ہوگی؟ البتہ اگر آپ اپنے کسی خانگی معاملہ کے متعلق مشورہ کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔" کے نے جھلاہٹ میں نہیں بلکہ متحیر ہو کر بآواز بلند کہا "اس میں کیا معقولیت ہوگی؟ آخر آپ کس قسم کے انسان ہیں؟ مجھے تو آپ معقولیت سکھاتے ہیں۔ اور خود انتہائی نامعقولیت کی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ ایسے تو آدمی پاگل ہو جائے۔ پہلے تو لوگ میرے ہی مکان میں مجھ پر چڑھ دوڑتے ہیں اور پھر کمرے میں آرام سے بیٹھ جاتے ہیں اور میرا

دماغ مختل کردیتے ہیں یہ کونسی معقولیت کی باتیں ہیں۔ اور جب میں حراست میں ہوں تو ایڈوکیٹ کو ٹیلیفون کرنے میں کیا نامعقولیت ہے ؟ اچھا میں ٹیلیفون نہ کردوں گا۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔" اگر آپ چاہتے ہیں تو ضرور ٹیلیفون کریں۔" اور کمرے میں جدھر ٹیلیفون رکھا تھا اُدھر ہاتھ سے اشارہ کیا۔" یہجیے ٹیلیفون"۔ کے نے کھڑکی کی طرف بڑھ کر کہا۔" نہیں میں ٹیلیفون نہیں کرنا چاہتا"۔ سڑک کے اُس پار تین آدمیوں کی ٹولی اب تک پہرے پر تھی۔ اور اس منظر سے انھیں جو لطف آرہا تھا وہ اس وقت بدمزہ ہوگیا۔ جب کے کھڑکی کے سامنے آئے، دو بوڑھے آدمیوں نے حرکت کی جیسے وہ اٹھنا چاہتے ہوں لیکن پیچھے کھڑے ہوئے آدمی نے نرمی سے انھیں اطمینان دلایا۔ کے نے ان کی طرف اشارہ کرکے بلند آواز سے کہا کہ انسپکٹر سُن سکے۔" کیا یہ تماشہ ہے، چلے جاؤ یہاں سے" اس نے چلا کر کہا۔ تینوں آدمی چند قدم پیچھے ہٹے لیکن دونوں بوڑھے آدمی جو ان کے پیچھے کھڑے ہوگئے جس نے اپنے بھاری جسم سے اُنھیں آڑ میں کرلیا۔ اور اُس کے لبوں کی حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ کہہ رہا ہے جو فاصلہ کی وجہ سے سُنائی نہیں دیتا تھا۔ لیکن وہ وہیں ڈٹے رہے۔ اور یہ انتظار کرتے رہے کہ موقعہ ملنے پر پھر کھڑکی کے پاس آجائیں "دخل درمعقولات کرنے والے، بدتمیز، کم بخت!" کے نے کمرہ کی طرف واپس جاتے ہوئے کہا۔ اور انسپکٹر کے فوری نیم باز آنکھوں سے دیکھنے پر کے نے خیال کیا کہ انسپکٹر کا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن اس کا بھی ایسا ہی امکان تھا کہ انسپکٹر نے سنا ہی نہ ہو اس لیے کہ اس نے اپنا ہاتھ جما کر میز پر رکھا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی انگلیوں کی لمبائی کا اندازہ کررہا ہے۔

دونوں پہرے دار ایک بڑے صندوق پر بیٹھے تھے جس پر کڑھا ہوا پھول دار کپڑا پڑا ہوا تھا اور اپنے گھٹنے کھجلا رہے تھے۔ تینوں نوجوان بلا کسی مقصد کے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے اور کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ کمرے میں ایسی خاموشی تھی جیسے ایک سنسان مکان ہو۔ کے نے بلند آواز سے اس طرح کہا جیسے سب کا وہی حاکم ہو "چلو صاحبو! آپ کی نگاہوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قصہ طے ہو گیا۔ میرے خیال میں اب یہ مناسب ہو گا کہ ہم آپ کے منصفانہ یا غیر منصفانہ طرز عمل کو بھول جائیں اور صلح صفائی سے قصہ ختم کر کے ہاتھ ملائیں۔ اگر آپ کا بھی یہی خیال ہے تو پھر کیوں ..... " یہ کہہ کر وہ انسپکٹر کی میز کی طرف بڑھا اور اپنا ہاتھ بڑھایا۔ انسپکٹر نے نظر اوپر اٹھا کر دیکھا، اپنے ہونٹھ چبائے اور کے کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی طرف دیکھا لیکن بجائے کے سے ہاتھ ملانے کے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ مس برسٹنر کے بستر پر پڑی ہوئی اپنی ٹوپی اٹھائی اور دونوں ہاتھوں سے اسے اس طرح احتیاط کے ساتھ سر پر رکھا جیسے وہ پہلے پہل دیکھ رہا ہو کہ یہ سر پر ٹھیک ہے یا نہیں۔ اور اس کے بعد کے سے کہا "آپ کو یہ معاملہ کتنا سہل معلوم ہو رہا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہمیں صلح صفائی سے معاملہ ختم کر دینا چاہیے۔ یہی بات ہے نا۔ نہیں نہیں یہ بالکل نہیں ہو سکتا۔ البتہ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ مایوس ہو جائیں۔ مایوسی کی کیا وجہ ہے۔ آپ صرف حراست میں ہیں۔ بس اور کوئی بات نہیں۔ مجھ سے یہ کہا گیا کہ آپ کو اس کی اطلاع کر دوں جو میں نے کر دی۔ اور آپ کے تاثر کو بھی دیکھ لیا۔ بس آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے اور اب ہم رخصت ہوتے ہیں اگرچہ قدرتاً محض عارضی طور پر۔ اب شاید آپ اپنے بینک جانا چاہیں؟" کے نے کہا "بیشک

جاتا ہوں۔" کے نے یہ ذرا درشت لہجے میں کہا اس لیے کہ اگرچہ اس کے ہاتھ ملانے کی پیش کش کو رد کردیا تھا مگر اب بھی وہ خود کو ان سب سے آزاد سمجھتا تھا خصوصاً اس بنا پر کہ انسپکٹر اب اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور وہ سب سے ہنس بول رہا تھا۔ کے نے خیال کیا کہ وہ اگلے دروازے تک ان کے پیچھے جائے اور انھیں للکارے کہ اسے گرفتار کریں۔ اس لیے اس نے پھر کہا میں بے شک کیسے جا سکتا ہوں جب کہ میں حراست میں ہوں؟" انسپکٹر نے جو اب دروازے کے پاس پہنچ گیا تھا پلٹ کر کہا۔" اوہو! میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے میرا مطلب غلط سمجھا۔ آپ حراست میں تو بے شک ہیں لیکن آپ کو اپنا کاروبار کرنے کی ممانعت نہیں ہے آپ کو اپنے روزمرہ کے معمول کے کام کرنے میں کوئی مزاحمت نہ کرے گا۔" کے نے کہا" پھر تو حراست میں ہونا کوئی بُری بات نہیں ہے" انسپکٹر نے کہا" میں نے کب کہا کہ بُری بات ہے" کے نے انسپکٹر کے اور قریب جا کر کہا لیکن پھر تو اس صورت میں مجھے اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی؟" دوسرے لوگ بھی قریب آ گئے اور یہ سب دروازے کے پاس ایک چھوٹی سی جگہ میں جمع ہو گئے۔ انسپکٹر نے کہا" یہ میرا فرض تھا" کے نے جواب دیا" حماقت کا فرض" انسپکٹر بولا" ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمیں ایسی بحث میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے سمجھا تھا کہ آپ کو بینک جانا ہے۔ مگر چونکہ آپ اس طرح الفاظ پر جھگڑ رہے ہیں اس لیے میں کہتا ہوں کہ ہم آپ کو زبردستی بینک نہیں بھیجنا چاہتے ہم نے سمجھا تھا کہ آپ کو بلا کھٹکے داخل ہونے کے لیے ہم نے ان تین آدمیوں کو روک رکھا ہے جو آپ کے ساتھ کے کام کرنے والے ہیں" کے نے ان لوگوں کو گھور کر دیکھا اور کہا" کیا؟" یہ منحنی حقیر اشخاص جنھیں

کے نے تصویر کے پاس کھڑے دیکھا تھا کیا اُس کے ساتھ کام کرنے والے
ہیں۔ یہ تو عجیب بات ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انسپکٹر کے ضمیر میں کوئی خلا ہو گیا
ہے۔ مگر بہرحال یہ لوگ بینک کے ملازم تھے۔ لیکن وہ پہچانے کیوں نہیں گئے؟
اکڑا ہوا رابنس ٹیز جو اپنے ہاتھ جھلا رہا تھا گورا گوریچ جس کی آنکھیں اندر کو گھسی
ہوئی تھیں اور کمینز جو کسی عصبی خرابی سے بلا سبب مُسکراتا رہتا تھا۔ کے نے
ذرا ٹھہر کر انھیں سلام کیا اور تینوں خمیدہ اشخاص کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہا
میں نے تم لوگوں کو پہچانا نہیں۔ اچھا اب ہم ساتھ چلیں گے۔ کیوں؟" تینوں
نے مُسکراتے ہوئے اشتیاق کے ساتھ سر ہلایا جیسے کہ وہ شروع سے اسی
کے منتظر تھے، لیکن جب کے اپنی ٹوپی لینے کے لیے مڑا تو تینوں اُسے لانے کے لئے
ایک دوسرے کے پیچھے دوڑے جس سے ذرا اُلجھن پیدا ہوئی۔ کے خاموشی سے کھڑا
ہوا انھیں دونوں دروازوں سے گزرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ . . . . .
سُست رفتار رابنس ٹیز قدرتاً سب سے پیچھے تھا۔ اس لیے کہ وہ سنبھال
سنبھال کر قدم اٹھا رہا تھا۔ کمینز نے ٹوپی لا کر دی اور کے نے جی میں کہا۔
جیسا وہ بینک میں اکثر کہتا تھا کہ کمینز کی مُسکراہٹ ارادی نہیں ہے۔
ارادۃً وہ کوشش کر کے بھی مُسکرا نہیں سکتا۔ مسز گروباش جنھیں بظاہر یہ
احساس نہ تھا کہ کسی جُرم کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب انھوں نے اگلا دروازہ
کھولا اور سب لوگوں کو باہر جانے دیا۔ لیکن کے نے جیسا کہ وہ اکثر کرتا تھا،
گروباش کی کمر پیٹی کو غور سے دیکھا جس سے ان کے موٹے جسم میں بہت گہری
لکیر پڑ جاتی تھی۔ نیچے اُتر کر کے نے گھڑی دیکھی اور یہ طے کیا کہ ٹیکسی کرایہ پر
کرے تاکہ بلا مزید تاخیر کے بینک پہنچ جائے۔ اس لیے کہ پہلے ہی آدھ گھنٹہ کی
دیر ہو گئی تھی۔ کمینز ٹیکسی لانے موٹر کی طرف دوڑا اور دوسرے دو بظاہر کے

دھیان بٹانے کی امکانی کوشش کر رہے تھے کہ دفعتاً کوپیج نے سامنے کے
مکان کے دروازہ کی طرف اشارہ کیا جہاں سُرخی مائل نوکیلی داڑھی والا
ایک آدمی باہر نکل رہا تھا لیکن فوراً ہی کچھ پریشان ہوا کہ اپنے پورے جسم سے سامنا
نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے پیچھے ہٹ گیا اور دیوار کے سہارے کھڑا ہو گیا۔
دونوں بوڑھے ابھی زینہ سے اتر ہی رہے ہوں گے کوپیج کے اس آدمی طرف
توجہ دلانے پر کے کو ناگواری ہوئی جسے وہ خود ہی پہچان گیا تھا اور اسے امید تھی کہ
یہ ضرور ہٹے گا۔ کے نے جلدی سے کہا "اُس طرف نہ دیکھو!" اور یہ لحاظ
نہیں کیا کہ ایک سن رسیدہ آدمی سے ایسا کہنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن چونکہ
عین اس وقت ٹیکسی آگئی اور تینوں اُس میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے اس لیے کسی
معذرت کی ضرورت نہیں ہوئی۔ اب کے کو یاد آیا کہ اُس نے انسپکٹر اور
پہرے داروں کو روانہ ہوتے نہیں دیکھا۔ اب اُس کی پوری پوری توجہ انسپکٹر کی
طرف ہو گئی اور اُس نے تین کلرکوں کو نہیں پہچانا اور کلرک اپنی جگہ انسپکٹر کو
نظرانداز کر گئے۔ اس سے حواس کی یکسوئی ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ اور کے نے قصد
کر لیا کہ آئندہ اس معاملہ میں وہ زیادہ احتیاط کرے گا۔ تاہم بلا مرضی و ارادہ
کے وہ پیچھے کو مڑا اور موٹر کی کھڑکی سے پیچھے کی طرف نظر ڈالی کہ شاید وہ انسپکٹر اور
پہرے داروں کو دیکھ سکے لیکن فوراً ہی اس نے منہ پھیر لیا اور موٹر کی گدی پر کنارے
آرام سے بیٹھ گیا اور اس کی مطلق کوشش نہیں کی کہ ان میں سے کسی کو پہچان سکے۔
اگرچہ یہ خلاف معمول بات تھی لیکن اس موقعہ پر اگر وہ اپنے ساتھیوں سے کچھ
بات چیت کر سکتا تو اُسے تسلی ہوتی لیکن یہ لوگ دفعتہً بالکل تھک گئے تھے۔ رابنسٹیر
داہنی طرف رُخ کر کے دیکھنے لگا اور کوپیج بائیں طرف۔ صرف کمینر کا رُخ اس کے سامنے
تھا۔ لیکن اس کی اعصابی کمزوری کی مسکراہٹ ایسی نہ تھی کہ اخلاقاً اس پر گفتگو

کی جاتی۔

اُس سال کے موسم بہار میں کے کا معمول تھا کہ وہ شام کو ان مصروفیات میں وقت گزارتا۔ کام کے بعد جب کبھی ممکن ہوتا (اور وہ عموماً نو بجے تک دفتر ہی میں رہتا)، تو وہ تنہا یا اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ تھوڑی چہل قدمی کرتا۔ اور پھر ایک بیر کی دُکان پر جاتا اور وہاں گیارہ بجے تک ایک میز پر بیٹھا رہتا۔ جس پر زیادہ تر معمر لوگ بیٹھتے تھے۔ لیکن اس معمول میں کبھی کبھی ناغہ ہو جاتا خصوصاً اُس روز جب بینک کا مینجر جس کی محنت سے کارگردگی اور دیانت داری کی وجہ سے اُس کے ساتھیوں میں بڑی عزت تھی۔ کے کو رات کے کھانے پر یا اپنے مکان پر مدعو کرتا۔ اور ہفتہ میں ایک بار کے ایوا نام کی ایک لڑکی سے ملنے جاتا جو ساری رات ایک ناچ گھر میں میزبان کے طور پر کام کرتی اور دن کو اپنے بستر ہی پر آنے والوں سے ملاقات کرتی۔

لیکن آج شام کو دن تیزی سے گزر گیا تھا۔ کام کا ہجوم رہا اور دوست احباب سالگرہ کی مبارک باد دینے آتے رہے۔ کے نے طے کیا تھا کہ وہ دفتر سے سیدھا گھر جائے۔ جس وقت کام سے ذرا بھی فرصت ملی اُس کے دماغ میں یہی خیال آیا۔ معلوم نہیں کیوں بار بار محسوس ہوتا تھا کہ صبح کے ہنگامے میں مسز گروباسش کے گھر کا سامان تتر بتر ہوگیا ہوگا اور اسے درست کرنے کی ذمہ داری اسی کی ہے۔ ایک مرتبہ سامان اپنی اپنی جگہ پر ہو جائے تو آج کے واقعات کی کوئی علامت باقی نہ رہے گی۔ خود تین کلرکوں سے اُسے کوئی اندیشہ نہ تھا۔ وہ بینک کے بڑے عملہ میں مل جُل گئے تھے۔ کے نے کئی مرتبہ انھیں الگ الگ اور سب کے ساتھ بلایا محض یہ دیکھنے کے لیے کہ ان کے چہرے سے کوئی تبدیلی ظاہر ہوتی ہے یا نہیں لیکن ہر مرتبہ ان کے رویّہ سے اُسے اطمینان ہوگیا۔

ساڑھے نو بجے جب وہ اپنے مکان پہنچا تو سڑک کے دروازہ کے پاس ایک لڑکے کو کھڑا ہوا پایا۔ اندھیرے میں اس کا چہرہ صاف نظر نہیں آیا۔ اس لئے کے نے قریب جا کر اپنی چھڑی سے زمین کریدتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟" لڑکا اپنے پیر پھیلائے ہوئے کھڑا تھا اور سگریٹ پی رہا تھا۔ سگریٹ پھینک کر اُس نے جواب دیا "میں مکان کے دربان کا لڑکا ہوں، جناب آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے، کیا میں اپنے باپ کو بلالاؤں؟" کے نے کہا نہیں نہیں!" اُس کا لہجہ کچھ ایسا تھا کہ جیسے لڑکے نے کوئی قصور کیا ہو لیکن وہ قابل معافی ہو۔ پھر "ٹھیک ہے" کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ لیکن زینہ پر چڑھنے سے پہلے اُسے پھر ایک مرتبہ مڑ کر دیکھا۔

کے نے ارادہ تو سیدھے اپنے گھر جانے کا کیا تھا لیکن چونکہ اسے مسز گرد باش سے بات بھی کرنی تھی اس لیے اس نے ٹھہر کر ان کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ ایک میز پر بیٹھی رفو کرنے میں مصروف تھیں۔ اور میز پر پرانے موزوں کا ڈھیر تھا۔ کے نے اس ناوقت ان کا دروازہ کھٹکھٹانے کی معذرت کی۔ لیکن گرد باش نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا۔ اور کہا، معذرت کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ دراصل کے ان کا سب سے بہتر اور قابل قدر کرایہ دار تھا۔ اُس سے مل کر انھیں بڑی خوشی ہوتی تھی۔ کے نے کمرے کے چاروں طرف نظر ڈالی جس کی مکمل طور پر پہلے جیسی حالت ہو گئی تھی اور کھانے کے برتن جو صبح کو کھڑکی کے پاس والی میز پر ڈھیر تھے وہ صاف ہو گئے تھے۔ اُس نے جی میں کہا کہ عورتوں کے ہاتھ بڑی خاموشی سے کام کرتے ہیں۔ کے نے پہلے تو مسز گرد باش کا شکریہ ادا کیا اور پھر کہا آپ اتنی دیر تک کام کر رہی ہیں" دونوں میز پر آمنے سامنے بیٹھ گئے اور کے موزوں کے ڈھیر میں ذرا ذرا دیر

بعد ہاتھ ڈالتا رہتا تھا۔ مسز گرد باش نے کہا کہ کام بہت ہے۔ میرا دن کا وقت تو بورڈنگ والوں کے کاموں میں صرف ہوتا ہے، اور شام ہی کو خود اپنا کام کر سکتی ہوں۔" کے نے کہا "مجھے افسوس ہے کہ میں نے آج آپ کا کام اور بھی بڑھا دیا" مسز گرد باش نے مزید توجہ سے اور اپنا کام گود میں رکھ کر پوچھا "یہ کیسے؟" کے نے کہا "میرا مطلب ہے کہ آج صبح جو لوگ یہاں آگئے تھے" مسز گرد باش نے پھر پُرسکون ہو کر کہا "ارے وہ! ان کی وجہ سے تو مجھے کوئی خاص پریشانی نہیں ہوئی"۔ کے خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا اور انھوں نے اپنا رفو کا کام پھر ہاتھ میں لے لیا۔ کے نے سوچا میرے یہ ذکر کرنے سے انھیں حیرت ہوئی انھوں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ میں اس کا ذکر کردوں۔ لیکن اسی لیے مجھے اس کا ذکر کرنا اور ضروری تھا۔ میں بجز ان بڑی بی کے کسی اور سے یہ ذکر نہ کرتا) کے نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ اس سے یقیناً کام بڑھ گیا ہوگا۔ مگر اب پھر ایسا نہ ہوگا"۔ "نہیں، اب ایسا نہیں ہوسکتا" مسز گرد باش نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا اور ان کے لبوں پر غمگین مسکراہٹ تھی۔ کے نے پوچھا "کیا آپ دل سے کہہ رہی ہیں؟" مسز گرد باش نے نرمی سے جواب دیا۔ بے شک اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ اس پر زیادہ رنج نہ کریں۔ اس دنیا میں کیا کچھ نہیں ہوتا۔ مسٹر کے! چونکہ آپ نے مجھ سے صفائی کے ساتھ بات کی ہے۔ اس لیے میں بھی آپ کے سامنے اقبال کرتی ہوں کہ میں نے دروازے کی آڑ سے ساری باتیں سُنیں، اور دونوں پہرہ داروں نے بھی کچھ باتیں بیان کیں۔ آپ کو خوش ہونا چاہیے اور میں بھی دل سے خوش ہوں۔ شاید اس لیے کہ میں آپ کی مالکہ مکان ہوں۔ .... صرف اسی بنا پر نہیں۔ چنانچہ میں نے کچھ باتیں سنیں۔ لیکن میرے خیال میں وہ اتنی بری نہیں تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ آپ

زیر حراست ہیں مگر اس طرح کی گرفتاری بری نہیں اس سے مجھے کچھ اعلا علمیت کا احساس ہوتا ہے۔ معاف کیجیے اگر میرا یہ کہنا حماقت پر مبنی ہو۔ اس سے مجھے ایک ذہنی کیفیت کا احساس ہوتا ہے جسے میں سمجھ نہیں سکتی اور سمجھنا کبھی نہیں چاہتی۔"

مسز گرد باش! آپ نے جو کچھ کہا وہ بالکل حماقت کی بات نہیں ہے۔ دراصل میرا خود بھی بڑی حد تک یہی خیال ہے۔ بجز اس کے میرا رویہ اس کے بارے میں ذرا سخت ہے اور میں اس الزام کو محض خیالی نہیں بلکہ بالکل سہج سمجھتا ہوں۔ مجھے حیرت ضرور ہوئی مگر بس۔ اگر میں بیدار ہوتے ہی آپ کے پاس آجاتا اور اننا کی غیر حاضری کی فکر نہ کرتا اور جن لوگوں نے میرا راستہ روکا تھا ان کی پرواہ نہ کرتا تو آپ کے ساتھ باورچی خانہ میں ناشتہ کر لیتا، اور آپ سے کہتا کہ میرے کمرے سے میرے کپڑے لادیں تو یہ کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور سارا قصہ ختم ہو جاتا۔ لیکن بعض بات اچانک ہوتی ہے۔ مثلاً بینک میں میں ہر بات کے لئے تیار رہتا ہوں اور وہاں ایسی کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ میرے خود اردلی ہیں اور دفتر کا اندرونی ٹیلیفون اور باہر کا ٹیلیفون دونوں میری میز پر ہیں۔ لوگ میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ اگر یہ واقعہ بینک میں ہوتا تو دراصل مجھے خوشی ہوتی۔ بہرحال جو گزرا وہ گزر چکا اور میں اس پر دوبارہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا تھا۔ ایک سمجھ دار خاتون کی رائے اور مجھے خوشی ہے کہ ہم دونوں متفق الخیال ہیں البتہ اب آپ مجھ سے ہاتھ ملائیں۔ ایسی ہم خیالی کی توثیق پر ہاتھ ملانا چاہیے"

مسز گرد باش کھڑی ہو گئیں۔ اس لیے کہ مسٹر کے کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ ذرا پریشان تھیں۔ اس لیے کہ جو کچھ کے نے کہا تھا وہ سب ان کی سمجھ

میں نہیں آیا تھا۔ دراصل مجمع میں انھوں نے جو کچھ کہا وہ کہنے والی نہ تھیں۔ انھوں نے پرنم آنکھوں سے کہا " مسٹر کے زیادہ رنج نہ کیجئے۔" اور ہاتھ ملانا بھول گئیں۔ کے نے کہا " میرے دماغ میں یہ نہیں تھا کہ میں اس پر رنج کروں " دفعتاً اسے تھکن محسوس ہوئی اور جی میں کہا کہ وہ خواہ متفق ہوں یا نہ ہوں کوئی مضائقہ نہیں۔

دروازے کی طرف جاتے ہوئے کے نے پوچھا " کیا مس برسٹنر موجود ہیں ؟ " مسز گرد باش نے کہا " نہیں " یہ خشک جواب دیتے وقت لبوں پر مخلصانہ مگر بعد از وقت ہمدردی کی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر کہا وہ تھیٹر میں ہے، کیا آپ کو اس سے کچھ کام ہے ؟ کیا میں آپ کا پیام پہنچادوں کے نے کہا " ارے میں اس سے کچھ بات کرنا چاہتا تھا " مسز گرد باش نے کہا " دراصل مجھے معلوم نہیں وہ کب واپس آئے گی۔ جب وہ تھیٹر جاتی ہے تو بہت دیر میں واپس آتی ہے " کے نے سر جھکائے ہوئے دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا " کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے۔ میں محض اس کا کمرہ عارضی طور پر استعمال کرنے کی معافی مانگنا چاہتا تھا۔" مسز گرد باش نے کہا " اس کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ مسٹر کے آپ بہت زیادہ محتاط ہیں اسے تو اس کا علم بھی نہیں ہے۔ وہ آج صبح سے اب تک نہیں آئی ہے اور پھر ہر چیز اپنی جگہ پر رکھ دی گئی ہے۔ آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر انھوں نے مس برسٹنر کے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ کے نے کہا " شکریہ، مجھے آپ کی بات کا یقین ہے "۔ لیکن اس کے باوجود کے دروازے سے کمرے کے اندر داخل ہوا۔ اندھیرے کمرے میں چاند کی ہلکی سی روشنی بھی جہاں تک نظر جاتی تھی واقعی ہر چیز اپنی جگہ پر تھی۔ مگر اب بلا دز کھڑکی کی کھونٹی

سے نہیں ٹنک رہا تھا۔ بستر کے تکیے حیرت انگیز طور پر کافی ابھرے ہوئے تھے اور ان کے کچھ حصے چاند کی روشنی میں تھے۔ کے نے کہا "برسٹنر اکثر دیر کو واپس آتی ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے مسز گروباش کو ایسے دیکھا جیسے یہ اُسی کا قصور ہو۔ مسز گروباش نے کہا۔ "نوجوان لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔" کے نے کہا، "بے شک! بے شک! لیکن یہ بات دور تک جا سکتی ہے۔ مسز گروباش نے کہا" واقعی جا سکتی ہے۔ مسٹر کے آپ نے بالکل ٹھیک کہا خاص کر اس معاملے میں۔ اگرچہ میں مس برسٹنر کی بُرائی نہیں کرنا چاہتی۔ وہ بڑی پیاری اچھی، مہذب پابند وقت اور محنتی لڑکی ہے۔ میں اس کی ان تمام صفات کی معترف ہوں لیکن ایک بات ناقابلِ انکار ہے۔ اُسے زیادہ خوددار ہونا چاہیے اور زیادہ اختلاط نہ کرنا چاہیے۔ اسی مہینے میں دو مرتبہ میں اس سے دور کی سڑکوں پر ملی اور ہر مرتبہ وہ ایک نئے شخص کے ساتھ تھی مسٹر کے اس سے مجھے یقیناً پریشانی ہے۔ میں نے آپ کے سوا کسی سے یہ بات نہیں کہی لیکن میرے خیال میں اس کا کوئی علاج نہیں۔ مجھے اس کے متعلق خود مس برسٹنر سے بات کرنی ہے۔ علاوہ بریں مجھے صرف اسی بات سے اس پر شبہ نہیں ہے۔" کے اپنی ناراضگی کو ضبط نہ کر سکا اور فوراً غصہ میں آ کر کہا" آپ کا بالکل غلط خیال ہے۔ اور آپ نے یقیناً مس برسٹنر کے متعلق بات کو غلط سمجھا۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہ تھا۔ دراصل میں نہایت صفائی سے آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ مس برسٹنر سے ایسی کوئی بات ہرگز نہ کریں۔ آپ کو سخت غلط فہمی ہوئی میں مس برسٹنر کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ نے اُس کے متعلق جو کچھ کہا اس میں ذرہ بھر بھی صداقت نہیں ہے۔ لیکن شاید میں بھی حد سے بڑھ رہا ہوں۔ میں دخل دینا نہیں چاہتا آپ اسے جو چاہیں کہیں۔ اچھا آداب عرض!"

مسز گرڈ باش نے بھی ملتجیانہ لہجہ میں آداب کہا اور دروازے تک کے پیچھے گئیں۔ لیکن مسٹر کے باہر جانے کے لیے دروازہ کھول چکے تھے۔ مسز گرڈ باش نے کہا: "دراصل میں ابھی مس برسٹنر سے کچھ کہنا نہیں چاہتی بلکہ یقیناً دیکھوں گی کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ قبل اس کے کہ میں اور کچھ کردوں میں نے آپ کے سوائے کسی سے یہ بات نہیں کہی ہے۔ آخر یہ سارے کرایہ داروں کے مفاد میں ہوگا کہ میں اس مکان کو شریفانہ حیثیت کا رکھوں اور اسی کی مجھے اس معاملہ میں بھی فکر ہے۔" کے نے دروازے کی دراز سے کہا "شریفانہ حیثیت! اگر آپ مکان کو شریفانہ حیثیت کا رکھنا چاہتی ہیں تو سب سے پہلے آپ کو مجھے نوٹس دینا چاہیے۔ یہ کہہ کر اس نے دروازہ بند کرلیا اور مسز گرڈ باش جو ہلکے سے دستک دیتی رہیں اس پر مطلق توجہ نہیں کی۔

کمرے میں پہنچ کر چونکہ اُسے سونے کی خواہش نہیں تھی وہ قصداً جاگتا رہا۔ اور اس انتظار میں رہا کہ مس برسٹنر کب واپس آتی ہے تاکہ واپس آتے ہی اُس سے گفتگو کرے۔ وہ کھڑکی کے پاس آرام سے بیٹھا تھا۔

جب وہ سنسان سڑک کی طرف دیکھتے دیکھتے تھک گیا تو اُس نے اندر آنے کا دروازہ ذرا سا کھولا اور صوفے پر لیٹ گیا تاکہ وہیں سے اگر کوئی باہر سے آئے تو دیکھ سکے۔ گیارہ بجے تک وہ خاموشی سے صوفے پر لیٹا سگریٹ پیتا رہا۔ لیکن اب وہ اس سے بھی اکتا گیا اور چند قدم چل کر کمرے کے دروازہ کی طرف گیا۔ گویا اس عمل سے مس برسٹنر اور جلد آجائے گی

گیارہ بجے سے ذرا دیر بعد اس نے زینہ پر چڑھتے ہوئے کسی کی چاپ سنی۔ کچھ دیر سے وہ خیالات میں داخلہ کے کمرے میں ادھر سے اُدھر چکر

لگ رہا تھا جیسے کہ یہ خود اسی کا کمرہ ہو۔ پیروں کی چاپ سُن کر وہ تیزی کے ساتھ اپنے کمرے میں گھس گیا۔ جب اُس نے اگلا دروازہ بند کیا تو اُس نے پھریری محسوس کی۔ اور اپنی ریشمی شال اپنے نازک شانوں پر لپیٹ لی۔ اب ایک منٹ میں وہ اپنے کمرے میں پہنچ جائے گی۔ جہاں کہ ایسے وقت مخل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اُسے اس کے کمرے میں جانے سے پہلے ہی بات کرنی چاہیے لیکن اتفاقاً وہ اپنے کمرے میں روشنی کرنا بھول گیا تھا۔ چنانچہ اگر وہ اندھیرے سے باہر نکلا تو ایسا معلوم ہوگا کہ وہ اس کا راستہ گھیرے ہوئے تھا اور یہ کچھ چونکا دینے والی بات ہوگی۔ اس لیے عجلت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس نے بوکھلا کر دروازہ کی دراز سے آہستہ آواز دی۔ "مس برسٹنر" اس کا لہجہ گِلا نے کا نہیں بلکہ ملتجیانہ تھا۔ مس برسٹنر نے آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا اور کہا "کون ہے؟" کے نے آگے بڑھ کر جواب دیا، "میں ہوں" برسٹنر نے مسکرا کر کہا "اوہ جناب کے؟ آداب عرض اور پھر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا" کے نے کہا میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، کیا اس وقت اجازت دوگی؟" برسٹنر نے پوچھا "اس وقت کیا ابھی ضروری ہے، یہ کچھ ناوقت ہے، ہے نہیں؟" کے نے کہا میں ۹ بجے سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں" برسٹنر نے کہا "آپ جانتے ہیں کہ میں تھیٹر میں تھی اور مجھے مطلق خبر نہ تھی کہ آپ انتظار کر رہے ہیں۔" کے نے کہا "میں جس معاملہ کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ آج ہی کا ہے۔" برسٹنر نے کہا اچھا مجھے کوئی خاص اعتراض نہیں ہے، بجز اس کے کہ میں بہت تھکی ہوئی ہوں، اور بمشکل کھڑی رہ سکتی ہوں۔

اس لیے آپ میرے کمرے میں آجائیں اس جگہ گفتگو مناسب نہیں ہے۔ سب کی نیند دں میں خلل پڑے گا۔ آپ ذرا یہیں ٹھہریں کہ میں اپنے کمرے میں روشنی کروں۔ اور آپ اس جگہ کی روشنی گل کر دیں۔" کے نے یہی کیا اور انتظار کرنے لگا کہ برسٹنر اپنے کمرے میں پہنچ کر اُسے بلائے۔ برسٹنر نے آہستہ سے کہا "اندر آجائیے" اور ایک صوفے کی طرف اشارہ کر کے کہا "تشریف رکھیے۔" برسٹنر نے اگرچہ اپنے تکان کا عذر کیا تھا مگر وہ بستر کا ٹیک لگائے کھڑی ہی رہی۔ اور اپنی پھول دار کڑھی ہوئی ٹوپی بھی سر سے نہیں اتاری اور پوچھا "اچھا کیا بات ہے؟ مجھے فکر ہوگئی ہے۔" کے نے کہا "شاید تم خیال کرو گی اس وقت گفتگو کی فوری ضرورت نہ تھی۔ مگر ......" برسٹنر نے کہا "مجھے تمہید سننے سے ہمیشہ الجھن ہوتی ہے" کے نے کہا پھر تو میرا کام آسان ہو گیا۔ آج صبح کو تمہارا کچھ کمرہ تتر بتر کر دیا گیا تھا، اور ایک طرح سے یہ قصور میرا ہی تھا۔ یہ میری مرضی کے خلاف چند اجنبی آدمیوں نے کیا تھا۔ تاہم جیسا میں نے کہا قصور میرا ہی تھا اور میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ برسٹنر نے کہا "میرا کمرہ!" اور پھر بجائے کے کی طرف دیکھنے کے کمرے میں چاروں طرف غور سے نظر ڈالی۔ کے نے کہا "ہاں یہی بات ہے" اور پھر دونوں نے پہلی مرتبہ ایک دوسرے کو آنکھ سے آنکھ ملا کر دیکھا۔ کے نے کہا "اور واقعی جس طرح سے یہ ہوا وہ قابل ذکر نہیں ہے۔" برسٹنر نے کہا۔ "لیکن یقیناً یہی تو دلچسپ بات ہے۔ میں آپ کے راز کا کھوج نہیں کرنا چاہتی۔ اور اگر آپ کو اصرار ہے کہ یہ دلچسپ بات نہیں ہے تو میں اس پر حجت نہ کروں گی۔ آپ نے مجھ سے معافی مانگ لی اور میں آپ کو معاف کر رہی ہوں خصوصاً اس لیے کہ مجھے کمرے میں ابتری کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔" برسٹنر نے اپنی ہتھیلی کمر پر رکھ کر کمرے کا جائزہ لیا اور چٹائی کے پاس جہاں تصویریں لٹکی ہوئی تھیں رُک گئی۔ اور

جھلا کر کہا: "دیکھئے یہ میری تصویریں سب خلط ملط ہو گئی ہیں، یہ بے شک بہت بُرا ہوا کوئی شخص یقیناً میرے کمرے میں داخل ہوا ہے۔ جسے اس کا کوئی حق نہ تھا کے نے اثبات میں سر ہلایا اور دل ہی دل میں کلرک کمینز کو کوسا جو اپنے لایعنی چلبلے ہاتھ کبھی قابو میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ برسٹنر نے کہا: "عجیب بات ہے کہ اب میں آپ کو اس بات سے منع کروں جس سے خود آپ ہی کو پرہیز کرنا چاہیے کہ میری عدم موجودگی میں میرے کمرے میں نہ آیا کریں"۔ کے نے تصویروں کے پاس جا کر کہا "لیکن مس برسٹنر، میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں نے تمہاری تصویروں کو گڑبڑ نہیں کیا۔ مگر چونکہ تمہیں یقین نہیں آتا اس لیے میں اقبال کرتا ہوں کہ ایک تحقیقاتی کمیشن، اپنے ساتھ یہاں بینک کے تین کلرک لے کر آیا۔ جن میں سے ایک نے جسے میں فوراً ہی برطرف کر دوں گا، تمہاری تصویروں کو خلط ملط کیا ہوگا" مس برسٹنر کی سوالیہ نظروں کو دیکھ کر کے نے مزید کہا "ہاں، آج یہاں ایک تحقیقاتی کمیشن آیا تھا"۔ مس برسٹنر نے پوچھا "آپ کے متعلق؟" کے نے جواب دیا "ہاں!" برسٹنر نے ہنس کر کہا "نہیں"۔ کے نے پھر کہا "ہاں، یہی بات ہے۔ تم یہ کیوں خیال کرتی ہو کہ میں بے قصور ہوں" مس برسٹنر نے کہا "بے قصور! میں دقت کے وقت ایسے معاملہ کے متعلق جس میں پیچیدگیاں ہی پیچیدگیاں ہوں رائے تو نہیں دے سکتی مگر یہ کوئی سنگین ہی جرم ہوگا جس کی بنا پر کسی آدمی کے خلاف تحقیقاتی کمیشن آئے۔ لیکن چونکہ آپ اب تک آزاد ہیں کم از کم آپ کے چہرے سے نہیں معلوم ہوتا کہ آپ جیل سے بھاگ آئے ہیں۔ تو یقیناً آپ نے کوئی سنگین جرم نہ کیا ہوگا"۔ کے نے کہا ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن تحقیقاتی کمیشن کو یہ معلوم ہوا ہوگا کہ اگرچہ میں بے قصور نہیں ہوں تاہم اتنا سنگین مجرم بھی نہ ہوں گا جتنا

اُنھوں نے سمجھ رکھا ہے۔" مس برسٹنر نے بہت ہی محتاط لہجہ میں کہا "بے شک یہ ممکن ہے۔" کے نے کہا " مس برسٹنر، دیکھو تمھیں قانونی معاملات کا زیادہ تجربہ نہیں ہے؟" برسٹنر نے جواب دیا "نہیں تجربہ تو نہیں ہے اور مجھے اکثر اس پر افسوس بھی ہوا اس لیے کہ میں قانونی معاملات کو اچھی طرح جاننا چاہتی ہوں اور عدالتوں سے مجھے خاص دل چسپی ہے۔ عدالت میں ایک کشش ہوتی ہے کیوں؟ لیکن اس معاملے میں میں اپنی ناواقفیت کی تلافی کر لوں گی اگلے ماہ سے میں ایک وکیل کے منشیوں کے دفتر میں ملازمت کر رہی ہوں" کے نے کہا یہ تو بہت اچھا ہے۔ پھر تو تم میرے مقدمے میں کچھ مدد کر سکو گی۔" برسٹنر نے جواب دیا۔ "یہ ہو سکتا ہے۔ کیوں نہیں۔ آخر مجھے اپنی معلومات کا بہتر استعمال بھی تو کرنا ہے۔" کے نے کہا " لیکن میں سنجیدگی سے یہ کہہ رہا ہوں یا کم از کم نیم سنجیدگی سے جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ مقدمہ بالکل معمولی سا ہے جس میں وکیل کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن مجھے ایک مشیر کی ضرورت ہوگی" مس برسٹنر نے کہا " لیکن اگر مجھے مشیر کا منصب انجام دینا ہے تو مجھے مقدمہ کے کل حالات سے واقفیت ہونی چاہیے۔" کے نے کہا "یہی تو دقت ہے۔ مجھے خود علم نہیں ہے۔" برسٹنر نے انتہائی مایوسانہ انداز میں کہا۔ "پھر تو آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں" کے نے کہا۔ "میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے اسے تحقیقاتی کمیشن اس لیے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے اور کیا کہنا چاہیے پوچھ گچھ بالکل نہیں ہوئی اور میں صرف گرفتار کر لیا گیا" مس برسٹنر نے پوچھا " پھر اس کی کیا صورت تھی؟" کے نے کہا۔ "حیرت ناک" لیکن اب وہ سمجھ بوجھ کر بات نہیں کر رہا تھا بلکہ مس برسٹنر کو گھورنے میں بالکل محو تھا۔ جو اپنے سر کو ایک ہاتھ سے تھامے اور کہنی صوفے کے گدے پر ٹیکے ہوئے تھی اور

ایک ہاتھ سے اپنا کولھا آہستہ آہستہ سہلا رہی تھی۔ اُس نے کہا "یہ تو بہت زیادہ سرسری بات ہے"۔ کے نے پوچھا "کیا بہت سرسری بات ہے؟" اور پھر وہ اپنے آپے میں آگیا اور پوچھا "کیا میں تمہیں بتاؤں کہ یہ سب کیسے ہوا؟" وہ جانا چاہتا تھا مگر ابھی جانا نہیں چاہتا تھا۔ برسٹنر نے کہا "میں بہت تھک گئی ہوں"۔ کے نے کہا "تم بہت دیر سے واپس آئیں۔ برسٹنر نے کہا "اسی لیے آپ نے مجھے کانی جھڑکی دی اور میں اس کی مستحق بھی... تھی۔ اس لیے مجھے آپ کو اندر ہرگز نہیں بلانا چاہیے تھا اور ظاہر ہے کہ اس کی ضرورت بھی نہ تھی"۔ کے نے کہا "یقینی ضرورت تھی اور میں ابھی تم پر واضح کر دوں گا کیا میں اس رات کی میز کو بستر کے پاس سے ہٹا سکتا ہوں؟" مس برسٹنر نے کہا۔ "یہ کس لیے؟ ہرگز نہیں"۔ کے نے سخت اضطراب میں جیسے اس کے ساتھ سخت زیادتی ہوئی ہو کہا "پھر میں کیسے تمہیں دکھاؤں گا کہ یہ سب کیسے ہوا؟" برسٹنر نے کہا "اگر آپ اپنا کرتب دکھانے کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ تو بے شک ہٹا دیجیے" اور پھر ذرا دھیمی آواز میں کہا۔ میں اس قدر خستہ ہوں کہ آپ کو اتنی زیادہ آزادی لینے سے روک نہیں سکتی" کے نے میز کو کمرے کے بیچ میں رکھا اور اس کے پیچھے خود بیٹھ گیا۔ اور کہا اب ذرا تصور کرو کہ سب لوگ کہاں کہاں تھے بڑی دل چسپ کی بات ہوگی۔ میں تو انسپکٹر ہوں، اُدھر بڑے صندوق پر دو پہرے دار بیٹھے ہیں۔ اور تصویروں کے پاس تین نوجوان کھڑے ہیں۔ برسبیل تذکرہ یہ بھی کہہ دینا چاہیے کہ ایک سفید بلاؤز بھی لٹک رہا ہے۔ اور اب ہم کہانی شروع کریں۔ مگر میں خود اپنے کو تو بھول ہی گیا جو اہم ترین شخصیت تھی۔ تو میں یہاں میز کے سامنے کھڑا ہوں۔ انسپکٹر آرام سے بیٹھا ہے۔ اس نے پیر پر پیر رکھ لیا ہے۔ اور

اس کا ہاتھ اس طرح کرسی کے پیچھے لٹک رہا ہے بالکل گنوار معلوم ہوتا ہے
اب اصل کہانی شروع ہوتی ہے۔ انسپکٹر نے اتنی زور سے آواز دی جیسے
وہ مجھے سوتے سے جگا رہا ہو۔ وہ حقیقتاً چیخا۔ مجھے تمہیں سکھانا ہے اس لیے مجھے بھی
چیخنا پڑے گا۔ اور وہ صرف میرا نام لے کر چیخا" مس برسٹنر جو دل چسپی سے سن
رہی تھی اس نے اپنی انگلی ہونٹ پر رکھی تاکہ کے کو چیخنے سے منع کرے۔ مگر اب
وقت گزر چکا تھا اور کے اپنے کردار کو ادا کرنے میں اتنا محو تھا کہ اس نے ایک
لمبی چیخ نکالی " جوزف کے" در اصل یہ اتنی بلند نہیں تھی جتنا اس کا ارادہ تھا
تاہم یہ دیر تک ہوا میں گونجتی رہی اور پھر رفتہ رفتہ کمرے میں پھیل گئی

اب دروازہ پر ایک دستک ہوئی۔ پاس کے کمرے سے زوردار مسلسل
دستک۔ مس برسٹنر کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ لیکن اس نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھ لیا
کے ایک دم سے چونک پڑا۔ اور ذرا دیر کے لیے اپنا دھیان صبح کے واقعات
سے اور مس برسٹنر سے جن سے وہ بیان کر رہا تھا ہٹا لیا۔ جیسے ہی اس کے دم میں
دم آیا اس نے دوڑ کر مس برسٹنر کا ہاتھ پکڑ لیا اور آہستہ سے کہا "ڈرو نہیں۔
میں سب ٹھیک کر لوں گا۔ مگر یہ دستک کس کی ہو سکتی ہے۔ پاس والا رہائشی
کمرہ ہے مگر اس میں کوئی سوتا نہیں۔" مس برسٹنر نے کے کے کان میں آہستہ
سے کہا " نہیں کل سے مسز گرباش کا ایک بھتیجا اس میں سوتا ہے جو کپتان ہے۔
کوئی اور کمرہ خالی نہیں تھا مجھے اس کا دھیان ہی نہیں رہا۔ تم اتنی زور سے
کیوں چیخے؟ میں تو بالکل بوکھلا گئی" کے نے کہا "اس کی ضرورت نہیں اور جب
وہ گدے میں دھنس گئی تو کے نے اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ برسٹنر جلدی سے
اٹھ بیٹھی اور کہا "جاؤ جاؤ بس اب چلے جاؤ۔ کس خیال میں ہو۔ دروازے
کے پاس سے وہ سن رہا ہے۔ وہ ہر بات سن لیتا ہے۔ تم کتنا مجھے ستاتے ہو؟"

کے نے کہا "میں اُس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم سکون سے نہ بیٹھ جاؤ۔ چلو کمرے کے اُس کنارے چلیں وہاں سے آواز سُنائی نہیں دے گی"۔ . . . . وہ آسانی سے اُس کے ساتھ چلی گئی۔ کے نے کہا "تمہیں دھیان نہیں رہا کہ اگرچہ یہ تمہیں ناگوار ہو مگر اس میں مُطلق کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ تم جانتی ہو کہ مسز گرد باش کی بات بالا رہے گی۔ خصوصاً اس صورت میں کہ کپتان اُس کا بھتیجا ہے۔ تم یہ بھی جانتی ہو کہ وہ میری کس قدر عزت کرتی ہیں اور جو کچھ میں کہتا ہوں اُسے بالکل سچ سمجھتی ہیں۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ وہ میرے زیرِ اثر ہیں اس لیے کہ اُنھوں نے مجھ سے بہت بڑی رقم قرض لی ہے۔ ہماری یکجائی کی جس طرح کی بھی توجیہ کرنا چاہو میں اس کی تصدیق کر دوں گا۔ اگر اس میں ذرا بھی جان ہوئی اور میں اس کا ذمہ لیتا ہوں کہ مسز گرد باش محض دوسروں کے سامنے نہیں بلکہ حقیقتاً اور ایمانداری کے ساتھ یقین کر لیں گی۔ تمہیں میرا بالکل لحاظ نہ کرنا چاہیے۔ اگر تم یہ اعلان کرنا چاہتی ہو کہ میں نے تم پر دست درازی کی تو مسز گرد باش کو اس کی اطلاع کر دی جائے گی۔ اور وہ بلا مجھ پر شک کیے ہوئے یقین کر لیں گی۔ وہ میری اس حد تک مخلص ہیں۔" مس برسٹنر خاموشی اور بے بسی سے فرش کی طرف دیکھتی رہی۔ کے نے پھر کہا "مسز گرد باش کیوں نہ اس کا یقین کریں گی، میں نے تم پر ناجائز حملہ کیا" وہ مس برسٹنر کے بال غور سے دیکھ رہا تھا جن کی سیدھی اور برابر کی مانگ نکلی ہوئی تھی۔ سُنہرے رنگ کے بال خوبی سے جمے ہوئے۔ کے کی خواہش تھی کہ برسٹنر اُس کی طرف دیکھے۔ لیکن اس نے بغیر اپنی ہیئت بدلے ہوئے کہا "معاف کیجیے۔ میں اچانک دروازہ کھٹکھٹانے سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔ نہ کہ کپتان کی وہاں موجودگی کے نتیجہ سے۔ آپ کے چیخنے کے بعد ایسی شدید خاموشی

تھی اور پھر دفعتہً دستک ہوئی اس وجہ سے میں خوفزدہ ہوگئی۔ پھر میں دروازے کے بالکل پاس بیٹھی تھی اور دروازہ کی کھٹکھٹاہٹ بالکل میرے قریب ہی سُنائی دی۔ آپ کی پیش کش سے مجھے خوشی ہوئی لیکن مجھے یہ قبول نہیں ہے۔ میرے کمرے میں جو کچھ ہوا اس کی ذمہ داری میرے سر ہے خواہ کوئی بھی اس پر شک کرے مجھے حیرت ہے کہ آپ کی پیش کش میں جو میری ذلت ہے اس پر آپ کی نظر نہیں گئی اگرچہ بہر صورت آپ کی نیت درست تھی جس کی میں معترف ہوں۔ لیکن اب آپ جائیں اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ اس وقت میں ہمیشہ سے زیادہ سکون کی خواہش مند ہوں۔ آپ نے چند منٹ کہے تھے جسے آدھ گھنٹہ بلکہ اس سے زیادہ ہوگیا، کہتے اس کے بازو اور پھر کلائی پکڑی اور کہا "مگر تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو؟" برسٹنر نے اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا "میں کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوتی۔ کے نے پھر اس کی کلائی پکڑ لی۔ اب اُس نے مزاحمت نہیں کی اور اسی طرح اُسے دروازے کی طرف لے گئی۔ کے نے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن دروازے پر پہنچ کر وہ پھر رک گیا۔ جیسے اُسے وہاں دروازہ ملنے کی توقع نہ تھی۔ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر مس برسٹنر نے خود کو چھڑا لیا۔ اور دروازہ کھول کر داخلہ کے ہال میں پہنچ گئی اور وہاں آہستہ سے کہا "اچھا اب براہِ عنایت آجایئے۔ دیکھیے!" یہ کہہ کر اُس نے کپتان کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ جس کے نیچے سے روشنی کی ایک کرن آرہی تھی۔ اُنھوں نے اپنے کمرے میں روشنی کردی اور ہماری بے بسی سے لطف اُٹھا رہے ہیں۔ کے نے کہا "میں ابھی آتا ہوں اور دوڑ کر برسٹنر کو لپٹا لیا۔ اور پہلے اس نے لبوں پر اور پھر سارے چہرے پر بوسہ دیا۔ آخر میں اُس کے حلق کا بوسہ لیا۔ جب تک اپنا منہ وہیں رکھے رہا۔ کپتان کے کمرے سے ہلکی آواز آئی تو اُس نے اوپر سر اُٹھایا اور کہا۔ "اب میں جا رہا ہوں۔"

وہ مسٹر برسٹنر کو اُس کے عرفی نام سے پکارنا چاہتا تھا مگر اس کا اسے علم نہ تھا برسٹنر نے جھکے جھکے سر ہلایا اور خود کو کے کے حوالے کر دیا۔ اُس نے ذرا بے خیالی میں رُخ پھیر لیا اور سر جھکائے ہوئے کمرے میں داخل ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد کے اپنے بستر پر پہنچ گیا اور تقریباً فوراً ہی سو گیا۔ لیکن سونے سے پہلے اُس نے اپنے طرزِ عمل کا دھیان کیا اور اُسے خوشی ہوئی لیکن اُسے حیرت تھی کہ خوشی اتنی نہیں تھی جتنی وہ چاہتا تھا۔ کپتان کی وجہ سے اسے مس برسٹنر کی بڑی فکر تھی۔

دوسرا باب

پہلی پوچھ گچھ

کے کو ٹیلیفون پر اطلاع دی گئی کہ اگلے اتوار کو اس کے مقدمہ میں ایک مختصر سی تحقیقات ہو گی۔ اور اُسے اس امر پر توجہ دلائی گئی کہ یہ تحقیقاتیں یکے بعد دیگرے برابر ہوتی رہیں گی۔ ممکن ہے کہ ہر ہفتہ نہ ہوں۔ مگر وقت گزرنے پر یہ جلد جلد ہونے لگیں گی۔ اتوار کا دن اس لیے رکھا گیا ہے کہ کے کو اُس کے پیشہ کے کاموں میں حرج نہ ہو۔ یقین ہے کہ کے ضرور اتوار کو موجود ہو گا اور اسے یاد دہانی کی ضرورت نہ ہو گی۔ اُسے مکان کا نمبر بتایا گیا جہاں اُسے جانا تھا۔ یہ مکان ایک مضافاتی دور افتادہ سڑک پر تھا جہاں وہ کبھی نہیں گیا تھا۔ یہ اطلاع پا کر کے نے ٹیلیفون کا ریسیور اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اور کوئی جواب

نہیں دیا۔ اُس نے تہیہ کر لیا کہ اتوار کو ضرور جائے گا۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہو رہی ہے اور اُسے پیروی کرنا چاہیے۔ یہ پہلی تحقیقات یقیناً آخری ثابت ہوگی۔ وہ ٹیلیفون کے پاس خیالات میں غرق کھڑا ہی تھا کہ اپنے پیچھے اُس نے بینک کے ڈپٹی مینجر کی آواز سُنی جو ٹیلیفون کرنا چاہتا تھا اور کے کو راستہ میں حائل پایا۔ ڈپٹی مینجر نے سرسری طور پر سوال کیا۔ کیا کوئی بُری خبر ہے؟ اس سوال کا مقصد کوئی اطلاع حاصل کرنا نہ تھا بلکہ محض یہ کہ کے ٹیلیفون کے پاس سے ہٹ جائے۔ کے نہیں نہیں کہہ کر ذرا سرک گیا مگر جگہ نہیں چھوڑی۔ ڈپٹی مینجر نے ریسیور اُٹھایا اور نمبر ملنے کا انتظار کرنے لگا۔ اور اسی دوران میں ٹیلیفون سے اوپر کے سے کہا "کے صاحب میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھ پر اتنا کرم کریں گے کہ اتوار کی صبح کو کشتی پر میری ایک پارٹی ہے اس میں شریک ہوں۔ اس میں آپ کے کچھ دوست بھی ہوں گے۔ ایڈوکیٹ ہیسٹر ر صاحب بھی ہوں گے۔ کیا آپ آئیں گے؟ ضرور آئیں۔" کے نے ڈپٹی مینجر کی اس دعوت پر غور کرنے کی کوشش کی۔ اس کی اہمیت کچھ کم نہ تھی۔ یہ دعوت ایک ایسے شخص کی طرف سے تھی جس سے کے کے اچھے تعلقات نہ تھے۔ اور یہ دعوت ایک دوستانہ پیش کش تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کے کی بینک میں کتنی اہمیت ہے اور اس کی دوستی یا کم از کم غیر جانب داری کی بینک کے دوسرے نمبر کے حاکم کو کتنی ضروری معلوم ہوئی۔ ڈپٹی مینجر نے یہ دعوت دے کر ایک طرح سے اپنے کو نیچے گرا دیا۔ اگرچہ دعوت سرسری طور کی تھی۔ ٹیلیفون کے نمبر کا انتظار کرتے ہوئے۔ تاہم کے کو اس شخص کو اور نیچے گرانا تھا۔ اور اُس نے کہا:۔ آپ کا بہت بہت شکریہ! مگر مجھے افسوس ہے کہ اتوار کو میرے پاس وقت نہیں ہے اور مجھے اور کام ہے" ڈپٹی مینجر کو اب ٹیلیفون کا نمبر مل گیا تھا اور اس نے

جلدی سے بات شروع کرنے سے پہلے کہا "مجھے افسوس ہے"۔ ٹیلیفون کی گفتگو مختصر نہ تھی مگر کے اپنی الجھن میں پورے وقت برابر ٹیلیفون کے پاس ہی کھڑا رہا جب تک کہ ڈپٹی مینجر نے ٹیلیفون کی بات ختم نہیں کر لی اور پھر چونک کر اپنے بے مقصد چکر لگانے کی معذرت کے طور پر کہا "مجھے بھی ٹیلیفون پر ایک جگہ جانے کے لیے کہا گیا ہے مگر وہ یہ بتانا بھول گئے کہ کس وقت" ڈپٹی مینجر نے کہا "تو پھر ٹیلیفون کرکے پوچھ لیجیے" کے نے کہا "اتنی اہمیت کی بات نہیں ہے"۔ اگرچہ یہ کہنے میں کے نے اپنی پہلی معذرت کو ہلکا کر دیا۔ ڈپٹی مینجر نے جاتے ہوئے مختلف باتوں کا ذکر کیا اور کے نے چار و ناچار جواب دیا۔ لیکن اس دوران میں وہ برابر یہی سوچ رہا تھا کہ بتائے ہوئے پتے پر اُسے اتوار کی صبح کو ۹ بجے ضرور جانا چاہیے۔ اس لیے کہ عدالتوں کے کھلنے کا ہفتہ کے دنوں میں عموماً یہی وقت ہے۔

اتوار کا دن افسردہ تھا۔ کے تھکا ہوا تھا۔ پچھلی رات کو وہ اپنے ہوٹل کی ایک تقریب سے دیر کو واپس آیا تھا اور صبح کچھ دیر تک سوتا رہا پھر اس نے بہت عجلت سے کپڑے پہنے اور بغیر ناشتہ کیے ہوئے تیزی سے مضافات کے اس مقام کی طرف روانہ ہو گیا جس کا اس سے ذکر کیا گیا تھا۔ اُس نے اُن تینوں کلرکوں کو دیکھ لیا جن کا اس کے مقدمے سے تعلق تھا۔ یعنی رابنس ٹینر، کولیچ اور کامینر۔ پہلے دو تو کرایہ کی گاڑی پر جا رہے تھے جو کے کے آگے سے نکلی۔ اور کامینر ایک ہوٹل کی سیڑھیوں پر بیٹھا تھا۔ اور جس وقت کے ادھر سے گزرا تو وہ متجسس نظروں سے کٹہرے کے اوپر دیکھ رہا تھا۔ یہ تینوں شاید کے کو بغور دیکھ رہے تھے اور متعجب تھے کہ ان کا افسر تیزی سے کدھر جا رہا ہے۔ ایک طرح کی تمکنت میں، کے نے اپنے لیے جہاں جانا تھا وہاں کے لیے کوئی سواری نہیں لی۔

اُس کا خیال تھا کہ کسی نہ کسی نشانی کی وجہ سے جس کا تصوّر اس کے دل میں متعین تھا یہ عمارت پہچانی جا سکے گی یا کم از کم دروازے پر کچھ بھیڑ بھاڑ ہو گی لیکن جو جگہ..... جہاں اُسے یہ مکان بتایا گیا تھا اور جس کے سرے پر وہ ذرا دیر کے لیے ٹھہرا تقریباً یکساں چھوٹے چھوٹے مکانوں کا علاقہ تھا۔ مٹیالے رنگ کے اونچے مکانات جن میں غریب لوگ آباد تھے۔ چونکہ یہ اتوار کی صبح تھی اس لیے بیشتر کھڑکیاں آباد تھیں۔ مرد آدھی آستین کی قمیصیں پہنے ہوئے یا تو کھڑکی سے سر نکالے سگرٹ پی رہے تھے یا کسی بچے کو کھڑکی کے سرے پر سنبھالے ہوئے تھے۔ دوسری کھڑکیوں پر بستروں کے انبار تھے۔ جس پر کبھی کبھی کسی الجھے بالوں والی عورت کا سر ذرا دیر کے لیے نظر آجاتا تھا۔ لوگ سڑک کے آر پار ایک دوسرے کو پکار کر چیخ رہے تھے۔ ایک آواز چوک کے سرے سے اوپر سنائی دی اُس سے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ سڑک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھڑ بچے کی پٹری کے نیچے چھوٹی چھوٹی تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پنساریوں کی دکانیں تھیں جس سے اُترنے کے لیے مختصر سے زینے تھے۔ عورتیں غول کے غول ان دکانوں میں آتی جاتی تھیں یا باہر کی طرف کے زینوں پر گپ شپ کرتی تھیں۔ ایک پھل والا جو کھڑکی والوں کو پکار کر پھل بیچ رہا تھا۔ خود کے کی طرح بے خبری میں چل رہا تھا۔ اس کا ٹھیلہ کے سے ٹکرا گیا جو گرتے گرتے بچا۔ ایک فونوگراف جو شہر کے بہتر حصوں میں کام کر چکا تھا، وہ اپنا سہ شاخہ نوٹ بجا کر موسیقی کے راگ کا گلا گھونٹنے لگا

کے آہستہ آہستہ دور تک سڑک پر چلا گیا۔ اب نو سے زیادہ کا وقت ہو گیا تھا۔ مکان سڑک کے برابر بہت فاصلے پر تھا اور غیر معمولی طور پر بڑا تھا۔

داخلے کا بڑا دروازہ خاص طور پر بہت اونچا اور کشادہ تھا۔ یہ بظاہر کوڑے گاڑیوں کا راستہ تھا۔ صحن کے چاروں طرف مختلف قسم کی دکانیں تھیں۔ جن کے مقفل دروازوں پر دکانداروں کے نام کے بورڈ لگے تھے۔ جن میں سے بعضوں کو کے بینک کے رجسٹروں میں درج ہونے کی وجہ سے جانتا تھا۔ اپنے معمول کے خلاف اس نے دکانوں کے بورڈ خوب غور سے پڑھے اور صحن میں جانے کے دروازے پر تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ اس کے قریب ہی ایک ننگے سر آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا اخبار پڑھ رہا تھا

کے زینے کی طرف چلا تاکہ اوپر تحقیقاتی کمرے میں جائے۔ لیکن ذرا دور چل کر رک گیا اس لیے اس زینے کے علاوہ صحن سے تین اور زینے تھے۔ اور دوسری طرف ایک چھوٹا سا راستہ تھا جو بظاہر دوسرے صحن کی طرف گیا تھا۔ وہ سخت جھنجھلایا کہ اُسے کمرے کا ٹھیک پتا نہیں بتایا گیا تھا۔ بہرحال بالآخر وہ پہلے زینے پر چڑھا اور اُسے پہرے دار ولیم کی یہ بات مضحکہ خیز طور پر یاد آئی کہ قانون اور جرم کے درمیان ایک کشش ہے جس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو زینہ کے نے منتخب کیا تھا وہی تحقیقاتی کمرے کی طرف جاتا ہے۔

راستے میں اس نے کئی لڑکوں کو ہٹایا جو زینے پر کھیل رہے تھے اور جب وہ ان کے بیچ سے گزرا تو انھوں نے غصہ کے ساتھ اُسے گھورا۔ اُس نے جی میں سوچا کہ اگلی دفعہ اگر وہ یہاں آیا تو یا تو اپنے ساتھ بچوں کو بہلانے کے لیے مٹھائی لائے گا یا مارنے کے لیے چھڑی۔ قبل اس کے کہ وہ اوپری منزل پر پہنچے، اُسے ذرا دیر انتظار کرنا پڑا کہ ایک کھیل کی گولی جو دوسری طرف سے آرہی تھی ٹھہر جائے۔ دو شریر لڑکوں نے اُس کا پتلون پکڑ کر کھینچا۔ اگر وہ انھیں دھکیل دیتا تو اُن کے چوٹ لگ جاتی۔ اور اندیشہ تھا کہ وہ چیخ نہ پڑیں۔

اُس کی واقعی تلاش پہلی منزل پر سے شروع ہوئی۔ چونکہ وہ تحقیقاتی کمیٹی کا پتا نہیں پوچھ سکتا تھا اس لیے اُس نے اپنے ذہن میں ایک فرضی نام فرنیچر مرمت کرنے والے لانز کا ایجاد کر لیا۔ یہ نام اس کے ذہن میں اس لیے آیا کہ مسز گرد باش کے بھتیجے کپتان کا یہی نام تھا۔ چنانچہ اُس نے ہر دروازے پر پوچھنا شروع کیا کہ کیا یہاں کوئی فرنیچر مرمت کرنے والا لانز رہتا ہے؟ تاکہ اس بہانے سے وہ کمرے کے اندر دیکھ سکے لیکن صورت یہ ہوئی کہ وہ کمروں کے اندر بلا کسی دقت کے دیکھ سکتا تھا اس لیے کہ سارے دروازے کھلے ہوئے تھے اور بچے اندر باہر آجا رہے تھے۔ بیشتر مکان چھوٹے چھوٹے اور ایک کھڑکی کے تھے جن میں کھانا پک رہا تھا۔ بیشتر عورتیں بچوں کو ایک طرف گود میں لیے ہوئے تھیں اور دوسرے خالی ہاتھ سے کام کر رہی تھیں۔ پستہ قد لڑکیاں جو صرف ایک سامنے کی چادر اوڑھے ہوئے تھیں مصروفیت کے ساتھ اِدھر اُدھر دوڑ رہی تھیں۔ اکثر کمروں میں بستروں پر اب تک لوگ لیٹے ہوئے تھے۔ جو دروازے بند تھے اُن پر کے نے دستک دی اور پوچھا کہ یہاں کوئی لانز تالے فرنیچر فروخت کرنے والا رہتا ہے؟ عموماً کسی عورت نے دروازہ کھول کر اس کا سوال سُنا۔ اور پھر پیچھے رُخ کر کے کسی آدمی سے جو کمرے کے اندر تھا دریافت کیا کہ یہ صاحب پوچھ رہے ہیں کہ کیا یہاں کوئی لانز نامی فرنیچر مرمت کرنے والا رہتا ہے۔ اندر والے آدمی نے بستر سے اُٹھ کر پوچھا۔ "لانز نامی فرنیچر مرمت کرنے والا؟" کے نے اثبات میں جواب دیا۔ اگرچہ یہ بالکل یقینی بات تھی کہ تحقیقاتی کمیٹی کا اجلاس یہاں نہیں ہوتا ہو۔ اس لیے اُس کا پوچھنا بے کار تھا۔ اکثر لوگوں نے یہ خیال کر کے کہ فرنیچر مرمت کرنے والے لانز کا پتا معلوم کرنے کی کے کو بہت سخت ضرورت

تھی۔ بہت دیر تک غور کیا اور پھر ایک فرنیچر مرمّت کرنے والے کا پتا بتایا۔ مگر اُس کا نام لانز نہ تھا، یا کوئی ایسا نام تھا جس کی لانز سے دور کی مناسبت ہو۔ یا ان لوگوں نے پاس پڑوس میں دریافت کیا یا کے کو ایک دوسرے کے مکان پرلے گئے جہاں اُن کا خیال تھا کہ شاید کوئی اس نام کا آدمی عارضی طور پر مقیم ہو یا کوئی ایسا آدمی مل جائے جو صحیح پتا بتا سکے۔ آخر کے پوچھتے پوچھتے اُکتا گیا۔ چنانچہ پانچویں منزل پر چڑھتے ہوئے اُس نے طے کیا کہ وہ اب مزید تلاش نہ کرے گا اور جو جوان کارکن اُسے اور آگے لے جاتا تھا اُسے خدا حافظ کہہ کر رخصت کر دیا اور نیچے اترنے لگا اب اُسے ساری مہم بے کار جانے پر غصہ آیا۔ مگر وہ ایک بار پھر اوپر چڑھا اور پانچویں منزل کے پہلے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس چھوٹے سے کمرے میں سب سے پہلے اُس کی نظر ایک لٹکی ہوئی گھڑی پر پڑی جس میں دس بج چکے تھے۔ یہاں اُس نے پوچھا "کیا فرنیچر کی مرمّت کرنے والا لانز یہاں رہتا ہے؟" ایک نوجوان چمکدار سیاہ آنکھوں والی عورت نے جو بچوں کے کپڑے ایک ٹب میں دھو رہی تھی کہا "اندر چلے جایئے" اور اُس نے بھیگے ہوئے ہاتھ سے پاس کے مکان کے کھلے ہوئے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

کے کو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اس کمرے میں کوئی جلسہ ہو رہا ہو۔ بھانت بھانت کے لوگوں کا ایک ہجوم ایک معمولی دو کھڑکیوں کے کمرے میں بھرا ہوا تھا اور کسی کو ایک اور آدمی کے داخل ہونے پر کوئی تشویش نہیں ہوئی۔ اس کمرے میں چھت کے بالکل نیچے ایک گیلری تھی اور وہ بھی آدمیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اگرچہ لوگ اس میں جھکے ہوئے اور دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے کھڑے تھے کہ ان کا سر چھت سے نہ ٹکرا جائے۔ کے نے اس کمرے میں

گھٹن محسوس کی۔ اور باہر نکل کر پھر اُس عورت کے پاس گیا کہ شاید اُسے غلط فہمی ہوئی اور اُس سے کہا "میں ایک فرنیچر مرمت کرنے والے لانز کو پوچھ رہا تھا۔" عورت نے کہا۔ میں جانتی ہوں۔ آپ سیدھے اندر چلے جائیے۔ کے شاید اس کی تعمیل نہ کرتا۔ لیکن عورت نے آگے بڑھ کر دروازے کا ہینڈل کھینچا اور کہا۔ اب میں یہ دروازہ بند کر لوں گی کہ کوئی اور نہ آ جائے اور وہ اندر داخل ہو گیا۔

کمرے کے اندر دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک آدمی دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھائے تھا جیسے وہ دوسرے کو کوئی رقم دے رہا ہو اور یہ دوسرا تیز نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ عین اُس وقت کسی نے کے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ ایک سُرخ گالوں والا چھوٹا لڑکا تھا۔ جس نے کہا "آئیے، آئیے" کے اُس کے ساتھ ایک پتلے سے راستے پر چلا جو اس مجمع میں شاید دو مختلف فریقوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کے لیے کھلا رکھا گیا تھا۔ اس خیال کی اس واقعہ سے مزید تقویت ہوتی تھی کہ کے نے اپنے دائیں بائیں دونوں طرف دیکھا کہ کسی کا رُخ اس کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک کی پُشت اُدھر ہے۔ لوگ اپنے ہی فریق کے آدمیوں سے بات کر رہے تھے بیشتر لوگ لمبے ڈھیلے ڈھالے اتوار کے سیاہ کپڑے پہنے تھے۔ انھیں کپڑوں نے کے کو چکرا دیا۔ ورنہ وہ اس مجمع کو کوئی مقامی سیاسی جلسہ سمجھتا۔

ہال کے دوسرے سرے پر جہاں کے کو لے جایا گیا ایک آدمیوں سے بھرے ہوئے پست چبوترے پر ایک چھوٹی سی میز ایک طرف کو جھکی ہوئی رکھی تھی جس کے پیچھے ایک موٹا پستہ قد آدمی خر خر کرتا ہوا چبوترے کے بالکل سرے پر بیٹھا تھا اور بہت ہنس ہنس کر ایک آدمی سے باتیں

کررہا تھا جو اس کے پیچھے پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا جس کی ایک لمبی کرسی کی پشت پر تھی اور پیر تلے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ اب پستہ قد موٹے آدمی نے اپنے ہاتھ اوپر اُٹھائے جیسے وہ کسی کا مضحکہ کر رہا ہو۔ جو لڑکا کے کے ساتھ آیا تھا اُسے کے کے آنے کی اطلاع دینے میں بڑی دِقّت ہوئی۔ دو مرتبہ وہ پنجوں پر کھڑا ہوا اور کچھ کہنا چاہا۔ مگر اوپر بیٹھے ہوئے آدمی نے کچھ توجہ نہ کی۔ حتیٰ کہ کسی ایک آدمی نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا تو کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اس کی لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بات سُنی۔ تب اُس نے اپنی گھڑی نکالی اور کے کی طرف دیکھ کر کہا: "آپ کو یہاں ایک گھنٹہ پانچ منٹ اس سے پہلے ہونا چاہیے تھا۔"

کے جواب دینا چاہتا تھا مگر اسے موقعہ نہ مل سکا۔ اس لیے کہ جیسے ہی اُس شخص کے منہ سے الفاظ نکلے ہال کے داہنی جانب ناپسندیدگی کی عام بڑبڑاہٹ شروع ہو گئی۔ اُس شخص نے ذرا اور بلند آواز سے پھر کہا۔ آپ کو یہاں ایک گھنٹہ پانچ منٹ پہلے ہونا چاہیے تھا۔ اور اسی کے ساتھ اُس نے ہال کی طرف نظر ڈالی۔ فوراً بڑبڑاہٹ اور تیز ہو گئی اور بڑی دیر میں دبی اگرچہ اس شخص نے پھر کچھ نہیں کہا۔ اب ہال میں خاموشی ہو گئی۔ کمرے کے اندھیرے غبار آلود اور گندے ہونے پر جتنا دیکھا جا سکتا تھا اُس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان لوگوں کے کپڑے نیچے رہنے والے لوگوں سے بھی بدتر تھے۔ کچھ لوگ اپنے ساتھ تکیہ لائے تھے جو انھوں نے اپنے سر اور چھت کے بیچ میں رکھ لیا تھا تاکہ سر میں خراش نہ آ جائے۔

کے نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ بولنے کے بجائے مشاہدہ کرے گا۔ چنانچہ اُس نے دیر میں آنے کی صفائی نہیں دی اور صرف یہ کہا "مجھے دیر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، بہرحال میں موجود ہوں۔" ہال کی داہنی طرف سے ایک دم پسندیدگی کی صدا

بلند ہوئی۔ ہال کی بائیں سمت جو کے کی پشت پر تھی اُدھر کی خاموشی سے کے کو قدرے تشویش ہوئی اس لیے کہ اُدھر سے صرف ایک دو تالیوں کی آواز آئی تھی۔ چنانچہ کے نے دل میں سوچا کہ ان لوگوں کو اپنے موافق کر لینا بہت آسان ہے۔ اور وہ یہ غور کرنے لگا کہ ایسی کیا بات کی جائے کہ سارے حاضرین ایک دم اُس کے طرفدار ہوجائیں یا کم از کم کچھ مدّت کے لیے بیشتر لوگ۔

کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا "ہاں تو اب مجھ پر آپ کی بات سُننے کی ذمہ داری نہیں ہے۔" اب پھر بڑبڑاہٹ شروع ہوگئی۔ اُس شخص نے ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو خاموش کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس مرتبہ میں نظر انداز کردوں گا۔ البتہ آئندہ دیر نہ ہو۔ اچھا اب آگے آیئے۔" کے کو جگہ دینے کے لیے ایک شخص چبوترے سے نیچے اُتر آیا۔ اور کے چبوترے کے اوپر چڑھ آیا۔ وہ میز سے بالکل سٹا ہوا کھڑا تھا۔ اور اُس کے پیچھے اتنا ہجوم کھڑا تھا کہ اُسے سنبھل کر کھڑا ہونا پڑا کہ وہ کہیں میز کو یا خود تحقیقاتی مجسٹریٹ کو دھکے سے چبوترے کے نیچے نہ گرا دے۔

لیکن تحقیقاتی مجسٹریٹ کو بظاہر مطلق تشویش نہ تھی۔ وہ بہت آرام سے کرسی پر بیٹھا تھا اور اپنے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی سے کچھ الفاظ کہہ کر اُس نے ایک چھوٹی سی نوٹ بک اٹھائی۔ یہ نوٹ بک پرانی بچوں کی مشق کی کاپی جیسی تھی جو بہت زیادہ استعمال سے میلی اور مڑی ہوئی تھی۔ مجسٹریٹ نے کاپی کے ورق الٹ کر اور تحکمانہ لہجہ میں کے کو مخاطب کر کے کہا "اچھا تو آپ مکان پر روغن کرنے کا کام کرتے ہیں۔" کے نے جواب دیا۔ "نہیں میں ایک بڑے بینک کا چھوٹا منیجر ہوں۔" اس جواب سے ہال کی داہنی طرف

سے اتنے زور کا قہقہہ بلند ہوا کہ خود کے کو بھی ہنسی آ گئی۔ لوگ ہنسی سے دوہرے ہو گئے اور گھٹنے پکڑ کر اس طرح ہلنے لگے جیسے ان پر کھانسی کا دورہ پڑا ہو۔ گیلری سے بھی چند قہقہے بلند ہوئے۔ مجسٹریٹ کو اب غصہ آ گیا۔ اور چونکہ بظاہر ہال کے لوگوں کو خاموش کرنے کا اختیار نہ تھا اس لیے اپنا غصہ گیلری کے لوگوں پر اتارا اور اتنا جز بز ہوا کہ اس کی آنکھوں کے پپوٹے جو دبے ہوئے تھے اُبھر آئے۔

لیکن ہال کے بائیں سمت کا حصہ اب بھی ہمیشہ کی طرح خاموش تھا۔ یہ لوگ چبوترے کے مقابل قطار در قطار کھڑے تھے۔ اور خاموشی سے ہال میں جو کچھ ہو رہا تھا وہ سن رہے تھے۔ نیز ہال کے باقی حصہ کا شور و غل بھی حتیٰ کہ اُنھوں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ دوسرے فریق سے کچھ باتیں ہی شروع کریں۔ یہ بائیں طرف کے لوگ جو تعداد میں دوسروں سے کم تھے۔ شاید دراصل کچھ غیر اہم ہی ہوں مگر ان کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اور زیادہ اہمیت کے ہوں گے۔ کے نے جب اپنا بیان شروع کیا وہ یہی سمجھا کہ وہ ان ہی لوگوں کی نمائندگی کر رہا ہے۔

کے نے کہا۔ "جناب مجسٹریٹ صاحب! آپ کا یہ سوال، یا دراصل سوال نہیں بلکہ آپ نے ایک امر واقعہ کے طور پر بیان کیا کہ میں مکان پر روغن کرنے کا کام کرتا ہوں آپ کی ساری کارروائی کے نمونے کا ہے۔ اگر اسے مقدمہ کہا بھی جائے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ آپ کی ساری کارروائی بالکل ذلّت آمیز ہے۔ لیکن میں آپ کے تخلیہ میں غور کرنے کے لیے یہ تصور پیش کرتا ہوں۔" اتنا کہہ کر کے خاموش ہو گیا اور ہال کے چاروں طرف نظر ڈالی۔ کے نے بہت ترشی سے گفتگو کی تھی۔ مگر وہاں بالکل خاموشی تھی حاضرین

بظاہر پوری توجہ سے اس کے منتظر تھے کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ ٹھیک اس وقت ہال کے ایک سرے پر ایک دروازہ کھلا اور . . . کے جھنجلا گیا۔ اس لیے کہ اس دروازہ سے وہ نوجوان دھوبن داخل ہوئی حاضرین کی توجہ اُدھر مرکوز ہوگئی۔ لیکن تحقیقاتی مجسٹریٹ کے رویہ سے . . . کے کا جی خوش ہوگیا۔ اس لیے کہ بظاہر کے بیان سے اُس پر دہشت سی طاری ہوگئی تھی۔ اب تک تو وہ کھڑا ہوا تھا۔ اب اس خاموشی کے وقفہ میں وہ پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ مگر بہت آہستگی سے، جیسے اُس کی یہ خواہش ہو کہ اس فعل پر کوئی انگشت نمائی نہ کرے۔ شاید اپنے جذبات پر قابو پانے کے لیے وہ پھر اپنی نوٹ بک کی طرف متوجّہ ہوا۔

. . . کے نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس سے آپ کو کچھ حاصل نہ ہوگا جناب مجسٹریٹ صاحب! آپ کی اس نوٹ بک ہی سے جو کچھ میں نے کہا ہے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے نوٹ بک مجسٹریٹ سے لے لی۔ اور اُس کے بیچ کے ورق کو اُنگلیوں کی نوک سے پکڑ کر اُٹھایا، گویا ہاتھ میں لینے سے اُس کے ہاتھ گندے ہو جائیں گے۔ اس کے پیلے پیلے باریک لکھے ہوئے اوراق اِدھر اُدھر لٹک رہے تھے۔ اُس نے نوٹ بک پھر میز پر پھینک دی اور کہا: "مجسٹریٹ صاحب! یہ آپ کی مِسل ہے۔ آپ سہولت کے ساتھ اسے پڑھتے رہتے ہیں۔ مجھے اس مسل سے کوئی خوف نہیں ہے۔ میرے لیے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ میں اسے صرف انگلیوں کی نوک سے چھو سکتا ہوں اور ہاتھ میں بھی نہیں لے سکتا۔" معلوم ہوتا تھا کہ مجسٹریٹ نے اپنی ذلت محسوس کی۔ اس لیے اس نے نوٹ بک کو اُٹھا کر ٹھیک طرح سے رکھا۔ اور پھر پڑھنا شروع کیا۔

جو لوگ اگلی قطار میں تھے اُن کی نگاہیں کے پر اس طرح جمی ہوئی کہ تھوڑی دیر تک وہ خاموش کھڑا ہوا اُن کی طرف دیکھتا رہا۔ یہ سب کے سب سن رسیدہ لوگ تھے۔ جن میں سے بعض کی داڑھیاں سفید تھیں کے نے اپنا بیان پہلے سے زیادہ اطمینان کے ساتھ شروع کیا۔ اور اسی کے ساتھ وہ اگلی صف کے لوگوں کے چہروں پر تاثرات کا مطالعہ کرتا رہا جس سے اس کے بیان کا تاثر کچھ اُلجھا ہوا ہوگیا۔ اُس نے کہا۔ "جو کچھ میرے ساتھ ہوا وہ ایک تنہا مثال ہے اس لیے اس کی خاص اہمیت نہیں ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ میں نے اسے اہمیت نہیں دی لیکن یہ اُس گمراہانہ پالیسی کی ایک مثال ہے جو دوسروں کے ساتھ بھی برتی جاتی ہے۔ انھیں لوگوں کی بنا پر میں نے صفائی پیش کی ہے نہ کہ محض اپنے لیے۔"

اس کی آواز بلا ارادہ بلند ہوگئی۔ حاضرین میں سے کسی نے زور سے تالی بجائی اور چلّا کر کہا "شاباش کیوں نہیں۔ شاباش! اور مکرر شاباش!" پہلی صف کے کچھ لوگوں نے اپنی داڑھی نوچی مگر کسی نے اس خلل اندازی پر دھیان نہ دیا۔ کے نے بھی اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ لیکن اس کے باوجود اس کی ہمت افزائی ہوئی۔

کے نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: "میں مقرر کی حیثیت سے نام پیدا کرنا نہیں چاہتا اور نہ میں چاہوں بھی تو ایسا کر سکوں گا۔ مجسٹریٹ صاحب یقیناً مجھ سے بہت بہتر مقرر ہیں۔ یہ ان کے فرائض میں شامل ہے۔ میری خواہش صرف اتنی ہی ہے کہ ایک عام شکایت کا برملا اظہار کر دوں۔ میری بات غور سے سنیے۔ کوئی دس روز ہوئے مجھے گرفتار کر لیا گیا اور ایسے طریقے سے جو خود مجھے بھی مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ قبل اس کے کہ میں سویرے بستر سے

اُنھوں مجھے پکڑ لیا گیا۔ اور شاید مجسٹریٹ صاحب کے بیان کو دیکھتے ہوئے یہ خلاف قیاس نہیں ہے کہ ان لوگوں کو کسی مکان پر روغن کرنے والے کی گرفتاری کا حکم دیا گیا جو میری ہی طرح بے قصور ہوگا اور انھوں نے مجھے دھر لیا۔ میرے کمرے کے پاس والے کمرے پر دو بدتمیز پہرہ داروں نے قبضہ جما لیا۔ اگر میں کوئی خطرناک ڈاکو ہوتا تو بھی اُنھوں نے اس سے زیادہ پیش بندی نہ کی ہوتی۔ مزید براں یہ پہرے دار ذلیل گندے تھے جنھوں نے اپنی بکواس سے میرے کان پھوڑ دیے۔ اُنھوں نے مجھ سے رشوت کی خواہش کی۔ . . . .

انھوں نے میرے دن کے اور رات کے کپڑوں پر عجیب کارانہ بہانوں سے قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ اُنھوں نے میرا ناشتہ لانے کے لیے مجھ سے پیسے مانگے۔ جب کہ انھوں نے خود میرا ناشتہ بے غیرتی سے پہلے ہی میری نظروں کے سامنے زہر مار کر لیا تھا۔ لیکن قصہ یہیں پر ختم نہیں ہوا۔ یہ مجھے ایک تیسرے کمرے میں ایک انسپکٹر سے بات کرنے کے لیے لے گئے۔ یہ ایک خاتون کا کمرہ تھا جن کی میں بہت عزت کرتا ہوں اور میرے دیکھتے دیکھتے یہ کمرہ گندہ کیا گیا۔ ہاں گندہ! مجھے گرفتار کر لیا گیا وہ اپنے ساتھ اس خاتون کے کمرے میں میرے بینک کے دو اور ملازمین کو بھی لائے۔ جنہوں نے اس خاتون کی ملکیت کی تصویروں سے شغل کیا۔ اور انھیں خلط ملط کر دیا۔ ان ملازموں کے لانے کا ایک اور مقصد بھی تھا جیسی کہ ان سے امید تھی کہ وہ اس خبر کو مشہور کر کے میری مالکہ مکان اور ان کی خادمہ کو مجھ سے مشتبہ کر دیں گے اور خاص کر بینک میں میری شہرت کو خراب کر دیں گے۔ لیکن یہ تدبیر بالکل کارگر نہ ہوئی اور ناکام رہی۔

میری مالکہ مکان بہت ہی سادہ لوح خاتون ہیں۔ میں ان کا نام مسز گرد باش، بڑے احترام سے لیتا ہوں۔ تو مسز گرد باش بھی اتنی ذہین ہیں کہ انھوں نے سمجھ لیا کہ اس قسم کی گرفتاری کی اتنی بھی اہمیت نہیں ہے جتنی سڑک کے لڑکوں کی کوئی شرارت۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اس سارے معاملہ سے بجز قدرے ناگواری اور عارضی طور پر برہمی کے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ لیکن کیا اس کے نتائج اور بُرے نہیں ہو سکتے تھے۔

اتنا کہہ کر کے خاموش ہو گیا اور خاموش بیٹھے ہوئے مجسٹریٹ پر نظر ڈالی۔ ایسا معلوم ہوا کہ ...... اس نے حاضرین میں سے کسی کو آنکھ کا اشارہ کیا۔ کے نے مسکرا کر پھر کہا۔ جناب مجسٹریٹ صاحب نے جو میرے پاس بیٹھے ہیں آپ میں سے کسی کو خفیہ اشارہ کیا۔ چنانچہ آپ لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جن کو یہاں سے ہدایت ملتی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ اشارہ تحسین کا تھا یا مذمت کا۔ جبکہ میں نے سارا معاملہ قبل از وقت واضح کر دیا۔ مجھے اب واقعی مطلق کوئی امید نہیں رہی کہ یہاں کوئی صحیح اہمیت کی بات معلوم کر سکوں میں اب بالکل بے تعلق ہوں اور میں برسرعام جناب مجسٹریٹ صاحب کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ بجائے اشارہ کرنے کے کھلم کھلا اپنے کرایہ کے آدمیوں سے بات کریں۔ جس وقت جس بات کا موقع ہو خواہ تحسین کا یا مذمت کا۔ آپ تالیاں بجائیں۔"

تحقیقاتی مجسٹریٹ پریشانی یا اضطراب سے اپنی کرسی پر پیچ و تاب کھاتا رہا۔ جو شخص اس کے پیچھے کھڑا تھا اور جس سے وہ بات کر رہا تھا وہ پھر اس کی طرف جھکا۔ نیچے کی طرف حاضرین آہستہ آہستہ مگر پُرجوش انداز میں باتیں کر رہے تھے۔ دونوں فریق جو پہلے ایک دوسرے کے سخت مخالف

معلوم ہوتے تھے، اب ایک دوسرے میں مل رہے تھے۔ کچھ لوگ مجسٹریٹ کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور کچھ کے کی طرف۔

چونکہ وہاں کوئی گھنٹی نہیں تھی اس لیے کے نے میز پر مکا مار کر کہا۔ "میں تقریباً بیان ختم کر چکا۔" کے کے مکے کی دھمک سے مجسٹریٹ اور اس کے مشیر ذرا دیر کے لیے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ کے نے پھر کہا۔ "میں اس معاملہ سے بالکل الگ ہوں۔ اور اس لیے میں سکون کے ساتھ رائے قائم کر سکتا ہوں۔ اور آپ، یعنی اگر آپ واقعی اس فرعونیہ عدالت کو عدالت سمجھتے ہیں تو آپ میری بات سنیں جس سے آپ کو بڑا فائدہ ہوگا۔ لیکن میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اگر آپ میری بات پر کوئی رائے ظاہر کرنا چاہیں تو اسے کسی آیندہ وقت کے لیے ملتوی کر دیں۔ مجھے عجلت ہے اور میں جلد چلا جاؤں گا۔"

فوراً ہی کمرے میں خاموشی ہو گئی۔ کے نے کہا۔ "اس میں کوئی شک نہیں، بالکل واضح بات ہے کہ اس عدالت کے پس پشت یعنی میرے معاملہ میں کوئی بڑا انتظام ہے جو نہ صرف راشی پہرے دار احمق انسپکٹر اور مجسٹریٹ مقرر کرتی ہے بلکہ اس نظام کے ماتحت ایک عدالتی عملہ بلند، بہت ہی بلند درجہ کا ہے جس کے ساتھ لازماً متعدد کارکن، ملازمین، کلرک، پولیس اور دوسرے مددگار حتیٰ کہ پھانسی دینے والے بھی ہیں۔ اور حضرات! اس بڑے نظام کا مقصد کیا ہے؟ یہ کہ بے قصور لوگوں پر الزام لگایا جائے اور ان کے خلاف بے معنی کارروائی کی جائے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ میرے معاملہ کی طرح اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ لیکن سارے معاملہ کی مہملیت کو دیکھتے ہوئے، اونچے درجے کے لوگوں کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے کارکنوں میں رشوت کا

سدِّ باب کریں؟ یہ ناممکن ہے۔ اس نظام کا بڑے سے بڑا جج بھی مجبوراً اقبال کرے گا اس کی عدالت میں رشوت چلتی ہے۔ چنانچہ پہرے دار یہ کوشش کرتے ہیں کہ جن لوگوں کو گرفتار کریں ان کے کپڑے چرالیں، انسپکٹر اجنبی مکانوں میں گھس جاتے ہیں۔ اور بے قصور لوگ بجائے اس کے کہ ان کی منصفانہ تحقیق کی جائے۔ بھرے مجمع میں ذلیل کیے جاتے ہیں۔ پہرے داروں نے بعض گوداموں کا ذکر کیا جہاں گرفتار شدگان لوگوں کی محنت سے کمائی ہوئی املاک سڑنے گلنے کے لیے ڈال دی جاتی ہے یا کم از کم اُتنا حصّہ جو چور افسروں کی خورد بُرد سے بچ رہتا ہے۔"

یہاں ہال کے کونے سے ایک چیخ بلند ہونے سے کے کے بیان میں خلل پڑ گیا۔ اُس نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر غور سے دیکھا کہ کیا واقعہ ہے۔ یہ دھوبن تھی جس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ہنگامہ کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ اُس وقت یہ پتہ نہ چل سکا کہ قصور اس کا تھا یا نہیں۔ کے نے بس اتنا ہی دیکھا کہ ایک آدمی اُسے بغل میں دبوچے ہوئے تھا۔ لیکن چیخ اس عورت کی نہیں بلکہ آدمی کی تھی۔ اس کا منہ پورا کھلا ہوا تھا۔ اور وہ چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان کے گرد تماشہ دیکھنے والے جمع ہو گئے تھے۔ اور گیلری کے لوگ خوش ہو رہے تھے کہ کے کے بیان نے سنجیدگی کا جو ماحول پیدا کر دیا تھا وہ اس طرح ختم ہو گیا۔ کے نے پہلے تو یہ سوچا کہ دوڑ کر کمرے کے اس طرف پہنچ جائے اور اُسے قدرتاً یہ خیال تھا کہ ہر شخص کی یہ خواہش ہو گی کہ سکون بحال ہو جائے۔ اور خلل ڈالنے والے کم از کم کمرے سے باہر نکال دیئے جائیں۔ مگر مجمع کی پہلی صف بالکل بے حس رہی اور کسی نے ذرا بھی حرکت نہ کی اور نہ کسی نے کے کو گزرنے کا راستہ دیا۔

ایک آدمی نے پیچھے سے گریبان پکڑا۔ اور سن رسیدہ لوگوں نے اُس کے سامنے ہاتھوں کی آڑ کردی۔ کے کو پیچھے مڑ کر دیکھنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ اور اب کے ان دونوں کے جھگڑے کے خیال سے بے توجہ ہوگیا۔ اور اُسے یہ احساس ہوا کہ اب اس کی آزادی خطرے میں پڑ گئی ہے گویا اب وہ واقعی گرفتار ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک دم چبوترے سے چھلانگ لگائی اور اب وہ مجمع کے رو برو کھڑا تھا۔ کیا اس نے ان لوگوں کا اندازہ لگانے میں غلطی کی تھی؟ کیا اس نے اپنے بیان کے تاثر کو حقیقت سے زیادہ سمجھ لیا تھا؟ کیا اس کے بیان کے دوران میں وہ اپنے جذبات کو دبائے ہوئے تھے۔ اب بیان کے . . . .

اختتام پر وہ جذبات کو روکنے سے اُکتا گئے تھے؟ اس کے گرد یہ کس صورت کے لوگ تھے! ان کی چھوٹی چھوٹی سیاہ آنکھیں لوگوں کی نظریں بچا کر اِدھر اُدھر گردش کر رہی تھیں۔ ان کی داڑھیاں سخت اور کڑی تھیں اور انکیں پکڑنے پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بالوں کے بجائے پنجے اور ناخن پکڑ لیے۔ لیکن کے کو اب انکشاف ہوا کہ ان کی داڑھیوں کے نیچے ان کے کوٹ کے گریبان پر مختلف قسم کے تمغے اور نشانات چمک رہے تھے۔ جہاں تک نظر آتا تھا سبھی لوگ یہ نشانیاں لگائے ہوئے تھے۔ یہ سب لوگ ساتھ کے کام کرنے والے تھے اور بظاہر یہ دائیں اور بائیں بازو کی پارٹیاں ایک ہی تھیں۔ اور کے نے دفعتاً پیچھے پھر کر دیکھا تو تحقیقاتی مجسٹریٹ کے کوٹ کے گریبان پر بھی یہی نشانات تھے جو خاموش بیٹھا ہوا اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ کے کا یہ انکشاف ایک دم اُبھر پڑا اور اُس نے اپنے ہاتھ اُٹھا کر کہا "تو میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ میں کا ہر ایک آدمی عہدہ دار ہے اور آپ خود ہی راشی کارکن ہیں جن کا میں نے

ذکر کیا تم سب دوڑتے ہوئے یہاں اس لیے آئے کہ میرا بیان سُنو۔ اور جو کچھ میرے متعلق ہو سکے معلوم کر لو۔ تم نے فریق وار تقسیم کا روپ بھرا اور ایک فریق نے میری تعریف کی محض اس لیے کہ میں اپنا بیان جاری رکھوں۔ تم لوگ ایک بے قصور آدمی کو بیوقوف بنانے کی مشق کر رہے تھے۔ بہرحال مجھے امید ہے کہ تمہیں بہت کچھ حاصل ہوا ہوگا۔ یا تو تم اس لیے جمع ہوئے کہ اس خیال سے لطف حاصل کرو کہ تم نے ایک بے قصور آدمی کی صفائی پیش کرنے کی توقع کر دی اور یا ...... (اس موقع پر ایک بوڑھا لڑکھڑاتا ہوا آدمی دھکے دے کر اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ کے نے چلا کر کہا ہٹ جاؤ ورنہ میں مار بیٹھوں گا) ...... اور یا تم نے واقعی ایک یا دو باتیں سیکھ لیں۔ اور اس کے لیے میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر اُس نے جلدی سے اپنی ٹوپی اُٹھائی جو میز پر رکھی ہوئی تھی۔ اور لوگوں کو دھکیلتا ہوا دروازے کی طرف چل دیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تحقیقاتی مجسٹریٹ کے سے بھی زیادہ تیز تھا۔ اس نے کے سے پہلے پہنچ کر دروازے کا کنڈا پکڑ لیا اور کہا "میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا تھا شاید آپ اس سے بے خبر ہوں کہ آج آپ نے اپنے ہاتھوں سے بڑا اچھا موقع کھو دیا جو کسی ملزم کو یقیناً پوچھ گچھ سے حاصل ہو سکتا تھا۔" کے نے دروازے پر نظر رکھتے ہوئے قہقہہ لگایا اور چلا کر کہا "بدمعاشو! میں تمہیں پوچھ گچھ کا مزا چکھا دُوں گا۔" یہ کہہ کر اُس نے دروازہ کھولا۔ اور تیزی سے زینے اُترنے لگا۔ اس کے پیچھے پُرخوش مباحثے کی آوازیں تھیں۔ حاضرین میں بظاہر پھر سے جان آ گئی تھی۔ اور وہ ماہر طلبہ کی طرح صورتِ حال کا تجزیہ کر رہے تھے۔

تیسرا باب

تحقیقاتی عدالت کا خالی کمرہ. طالب علم. دفاتر

اگلے ہفتے کے روزانہ تحقیقاتی عدالت سے بلاوا آنے کا انتظار کرتا رہا۔ اُسے یقین نہیں تھا کہ اُس نے جو پوچھ گچھ سے بے تعلقی ظاہر کی تھی اُسے حرف بہ حرف صحیح سمجھ لیا گیا ہوگا۔ اور جب سنیچر کی شام تک کوئی بلاوا نہیں آیا تو اُس نے خیال کیا کہ بلا کہے ہوئے اُس سے توقع کر لی گئی ہوگی۔ کہ وہ پھر اسی جگہ اُسی وقت حاضر ہو جائے۔ چنانچہ اتوار کی صبح کو وہ اس طرف روانہ ہو گیا اور اس مرتبہ وہ براہِ راست اُسی راستے سے اور اسی زینہ سے پہنچ گیا۔ جو لوگ اُسے پہچان گئے تھے اُنھوں نے اپنے کمرے ہی سے اُسے سلام کیا۔ لیکن اب اُسے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی اور وہ سیدھا اُسی کمرے پر پہنچ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ فوراً کھل گیا اور جس عورت نے دروازہ کھولا تھا اُس پر نظر ڈالے بغیر وہ متصل کمرے میں داخل ہو گیا۔ عورت نے کہا "آج اجلاس نہیں ہے"۔ کے نے پوچھا "کیوں اجلاس نہیں ہے؟" لیکن عورت نے اُسے از خود یقین دلانے کے لیے متصل کمرے کا دروازہ کھول دیا۔

کمرہ دراصل خالی تھا اور خالی ہونے کی وجہ سے وہ پچھلے اتوار کے مقابلے میں اور بھی زیادہ گندہ تھا۔ میز چبوترے پر بدستور رکھی تھی۔ لیکن زمین پر کئی کتابیں رکھی تھیں۔ کے نے پوچھا "کیا میں ان کتابوں کو دیکھ سکتا ہوں؟"
عورت نے پھر سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا: "نہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔ یہ کتابیں تحقیقاتی مجسٹریٹ کی ہیں" کے نے سر ہلا کر کہا: "اچھا یہ کتابیں شاید قانون کی ہیں اور جو انصاف یہاں ہوتا ہے کہ محض بے قصوری میں نہیں بلکہ ناواقفیت میں بھی سزا دے دی جائے اس کا یہ لازمی جزو ہیں۔"
عورت نے اس کا مطلب اچھی طرح سمجھا نہ تھا اور جواب دیا "یہی ہوگا۔"
کے نے کہا "تو اس صورت میں مجھے پھر جانا چاہیے۔ عورت نے پوچھا:
"کیا میں تحقیقاتی مجسٹریٹ کو آپ کا کوئی پیغام پہنچا دوں؟" کے نے پوچھا،
"کیا تم تحقیقاتی مجسٹریٹ کو جانتی ہو؟" عورت نے کہا: "بے شک میرا شوہر عدالت کا پیش کار ہے۔ دیکھیے" اب کے نے دیکھا کہ بغلی کمرہ جس میں اتوار کو صرف ایک کپڑے دھونے کا ٹب رکھا تھا، اب سجا سجایا رہائشی کمرہ ہے۔ عورت نے اس کے تحیر کو دیکھ کہا: "ہاں، ہمیں یہاں بلا کرایہ کے رہنے کا کمرہ ملتا ہے۔ لیکن عدالت کے اجلاس کے دن ہم اسے صاف کر دیتے ہیں میرے شوہر کے عہدے میں کئی دقتیں ہیں"۔ کے نے اس کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھ کر کہا: "مجھے اس کمرے پر زیادہ حیرت نہیں ہے جتنی اس بات پر کہ تم شادی شدہ ہو"۔ "شاید آپ کا اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے جب پچھلے اجلاس کے دن آپ کے بیان کے دوران میں میری وجہ سے خلل پڑا تھا" کے نے کہا:
"ہاں یہی بات ہے۔ لیکن اس وقت مجھے بڑا غصہ آیا تھا اور اب تم خود کہتی ہو کہ تم شادی شدہ ہو"۔ عورت نے کہا "میری خلل اندازی سے آپ کا کچھ نقصان

نہیں ہوا اس لیے کہ آپ کے بیان کا جج پر بہت بُرا اثر پڑا جیسا کہ بعد کے مباحثہ سے ظاہر ہوا۔" کے نے اس کا اثر لیے بغیر کہا "ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے تمہاری بریت نہیں ہوتی۔" عورت نے کہا "میری بریت ہر اُس شخص کی نظر میں ہے جو مجھے جانتا ہے۔ جس شخص کو آپ نے مجھے لپٹاتے ہوئے دیکھا تھا وہ مدت سے میرے پیچھے پڑا ہے۔ بیشتر لوگوں کے نزدیک مجھ میں کشش نہ ہو مگر اس کے نزدیک ہے۔ کسی تدبیر سے اسے باز نہیں رکھا جا سکتا۔ میرا شوہر بھی اب راضی برضا ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ اگر اسے اپنی ملازمت قائم رکھنا ہے تو اُسے یہ گوارا کرنا ہوگا۔ کیونکہ جس شخص کو آپ نے دیکھا تھا وہ طالب علم ہے اور شاید آگے چل کر بڑے رتبہ تک پہنچ جائے۔ وہ ہمیشہ میرے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ آج بھی وہ آپ کے آنے سے پہلے آیا تھا" کے نے کہا "یہ سب ایک ہی سلسلہ کی بات ہے۔ اور مجھے بالکل حیرت نہیں ہے۔" عورت نے آہستہ سے کہا کہ کوئی اور نہ سُنے، جیسے وہ کوئی ایسی بات کہہ رہی ہو جو خود اُس کے لیے اور دیگر کے لئے خطرے کی ہو "میرے خیال میں آپ کو یہاں کے حالات میں اصلاح کرنے کی فکر ہے جیسا کہ میں نے آپ کے بیان سے اندازہ کیا جو مجھے بہت پسند آیا۔ اگرچہ میں پورا نہ سُن سکی۔ شروع کا حصہ میں نے سُنا نہیں۔ اور جب آپ ختم کر رہے تھے تو میں نیچے طالب علم کے ساتھ تھی۔ یہاں کا حال بہت ہی بُرا ہے۔" پھر ذرا ٹھہر کر اور کے کا ہاتھ پکڑ کر کہا "کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ یہاں کے حالات سُدھار سکیں گے؟" کے نے مسکرا کر اپنا ہاتھ اُس کی نرم انگلیوں میں دے دیا۔ اور کہا "دراصل یہاں کے حالات کی اصلاح میرے بس کی بات نہیں ہے جیسا کہ تم نے کہا ہے۔ اور اگر یہ بات تم نے تحقیقاتی مجسٹریٹ سے کہی تو وہ یا تو تمہارا مضحکہ اُڑائے گا اور یا سزا دے گا۔

دراصل میں نے خود اپنی مرضی سے مداخلت کا کبھی خیال بھی نہ کیا ہوتا اور یہاں کے عدالتی نظام کو درست کرنے کا خواب بھی نہ دیکھا ہوتا لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں چونکہ زیرِ حراست خیال کیا جاتا ہوں اور تم جانتی ہو کہ میں زیرِ حراست ہوں۔ اس لیے مجھے مجبوراً دخل دینا پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ اگر میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں تو بخوشی کروں گا۔ اور یہ محض ایثار نہیں ہے بلکہ تم بھی اپنی جگہ میری مدد کر سکتی ہو۔" عورت نے سوال کیا "میں کیسے مدد کر سکتی ہوں ؟" کے نے کہا :" مثلاً مجھے اس میز پر رکھی ہوئی کتابوں کو دیکھنے کی اجازت دے کر"۔ عورت نے کہا "ضرور، ضرور"۔ اور کے کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے گئی۔ یہ پرانی کتابیں تھیں جن کے ورق مڑ گئے تھے اور ایک کی جلد کے تقریباً نکل بیچ سے دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور دونوں ٹکڑے تاگے سے بندھے ہوئے تھے۔ کے نے سر ہلا کر کہا۔ "یہاں کی ہر چیز کس قدر میلی ہے !" اور عورت نے دامن سے کتابوں کی اوپری گرد جھاڑی۔ کے نے پہلی کتاب کھولی جس میں ایک فحش تصویر تھی۔ ایک عورت اور ایک مرد ننگ دھڑنگ صوفے پر بیٹھے تھے۔ مصنف کی گندی ذہنیت صاف ظاہر تھی۔ لیکن اس کی مصوری اتنی ناقص تھی کہ تصویر سے کوئی اور بات نہیں ظاہر ہوتی تھی کہ بجز اس کے کہ ایک مرد اور ایک عورت پتھر کی مورت کی طرح اکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور تصویر کے ناقص ہونے کی وجہ سے بظاہر ایک دوسرے کی طرف رُخ کرنے میں سخت دِقت محسوس کر رہے تھے۔ کے نے اس کتاب کے اوراق نہیں اُلٹے بلکہ دوسری کتاب کا صرف عنوان دیکھا جو یہ تھا، گریٹ کو اُس کے شوہر ہینس نے کس بُری طرح عذاب میں ڈالا"۔ یہ ایک ناول تھی۔ کے نے کہا۔ "یہ ہیں قانون کی کتابیں جو یہاں پڑھی جاتی ہیں۔

اور یہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ میں میرے مقدمہ کا فیصلہ ہے!" عورت نے
کہا "میں آپ کی مدد کردوں گی کیا آپ میری مدد لینا پسند کریں گے؟"
کے نے کہا "کیا تم بلا خود کو خطرے میں ڈالے ہوئے میری مدد کر سکتی ہو؟
ابھی تم نے کہا تھا کہ تمہارا شوہر بالکل اعلا حکام کے دستِ کرم پر ہے۔"
عورت نے کہا "اس کے باوجود میں آپ کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔ چلیے
بات کرلیں۔ میرے خطرے کا آپ مطلق خیال نہ کریں۔ مجھے خوف اُسی
وقت ہوتا ہے جب میں چاہتی ہوں۔ چلیے۔" وہ چبوترے کے کنارے بیٹھ
گئی اور اپنے پاس ہی کے کے بیٹھنے کے لیے جگہ چھوڑ دی۔ اور جب دونوں
بیٹھ گئے تو اُس نے کے کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آپ کی آنکھیں
بڑی پیاری سیاہ ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ میری آنکھیں بھی حسین ہیں مگر آپ کی
آنکھیں مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔ میں آپ کو دیکھتے ہی بہت متاثر
ہوئی۔ سب سے پہلے دن جب آپ یہاں آئے اور آپ ہی کی وجہ سے
میں اجلاس کے کمرے میں آگئی تھی جو میں عموماً کبھی نہیں کرتی اور جس کی
مجھے قطعی ممانعت بھی ہے۔" کے نے دل میں سوچا "تو اصل مقصد یہی تھا۔
وہ خود کو مجھے پیش کرتی ہے۔ دوسرے سب لوگوں کی طرح یہ بھی یہاں کے
حکام سے بیزار ہے۔ اور یہ بات سمجھ میں بھی آنے والی ہے اور جو اجنبی بھی
اُس کی طرف توجہ کرے اور اُس کی آنکھوں کی تعریف کردے اُس پر
فریفتہ ہوجاتی ہے۔" اور کے کھڑا ہوگیا۔ اُس نے کہا "میرے خیال میں
اس سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ میری موثر مدد کے لیے کسی اوپر کے حکام
سے تعلق ہونا چاہیے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تمہارا واسطہ صرف ادنا درجے
کے ماتحت افسران سے ہے جو یہاں چاروں طرف گھیر کر کھڑے رہتے ہیں۔

انھیں تم اچھی طرح جانتی ہو اور مجھے یقین ہے کہ ان سے تم بہت کام لے سکتی ہو۔ لیکن یہ زیادہ سے زیادہ بھی جو کچھ کر سکتے ہیں اس کا اس مقدمہ کے آخری نتیجہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا اور تم محض اپنے چند دوستوں کو ناراض کر دو گی اور میں یہ نہیں چاہتا۔ تم ان سے اپنی دوستی قائم رکھو۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے۔ تم نے میری جو تعریف کی ہے اس کا مجھے کچھ بدلہ دینا چاہیے۔ اور مجھے اقرار ہے کہ میں بھی تمہیں پسند کرتا ہوں۔ خصوصاً جب تم معصوم آنکھوں سے مجھے اس طرح دیکھتی ہو جیسے اس وقت دیکھ رہی ہو گو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کی بالکل کوئی وجہ نہیں ہے۔ تمہارا مقام ان ہی لوگوں میں ہے جن کا مجھے مقابلہ کرنا ہے۔ مگر تم یہاں آرام سے ہو۔ یقیناً تمہیں طالب علم سے محبّت ہے یا اگر محبّت نہیں بھی ہے تو تم اُسے اپنے شوہر کے مقابلہ میں ترجیح دیتی ہو۔ خود تم نے جو کچھ کہا ہے اُس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے۔"

عورت نے بغیر اپنی جگہ سے اُٹھے ہوئے کے کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "نہیں آپ ابھی نہ جائیں۔ میرے متعلق غلط خیال لے کر نہ جائیں۔ کیا آپ واقعی ایسی حالت میں جانا پسند کریں گے؟ کیا میں آپ کی نظر میں اتنی حقیر ہوں کہ آپ میرے اوپر مہربانی کر کے ذرا دیر اور نہ ٹھہریں گے؟" کے پھر بیٹھ گیا اور کہا "تم نے مجھے غلط سمجھا اگر تم واقعی مجھے ٹھہرانا چاہتی ہو تو میں خوشی سے ٹھہر جاؤں گا۔ میرے پاس کافی وقت ہے۔ میں یہاں اس خیال سے آیا تھا کہ عدالت کا اجلاس ہو رہا ہوگا۔ میرا مطلب صرف یہ تھا کہ تم سے یہ کہدوں کہ میرے اس مقدمہ میں تم کچھ نہ کرو۔ لیکن اس سے تمہیں ناراض نہ ہونا چاہیے جبکہ مجھے مطلق اس کی پروا نہیں ہے کہ مقدمہ کا انجام کیا ہوگا۔ اور اگر مجھے سزا کا حکم سنایا گیا تو میں بس قہقہہ لگاؤں گا بشرطیکہ یہ مقدمہ کسی مناسب نتیجہ پر پہنچے جس میں مجھے شک ہے۔

دراصل میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ داخل دفتر ہو گیا یا کارکنوں کی کاہلی یا فراموشی سے یا ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اس کے ذمہ دار ہیں ان کی ناراضی کے خیال سے جلد ہی داخل دفتر ہو جائے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ دنوں تک یہ ڈھونگ چلایا جائے اس امید میں کہ مجھ سے کچھ وصول ہو جائے مگر انھیں اس کی فکر نہ کرنا چاہیے اور میں ابھی تم سے صاف صاف کہہ دوں کہ میں کبھی کسی کو رشوت نہ دوں گا۔ اور اتنا تو تم واقعی میرے لیے کر سکتی ہو کہ تحقیقاتی مجسٹریٹ سے یا جو شخص بھی خبر پہنچانے میں معتبر ہو اس سے کہہ دو کہ مجھے کسی طرح رشوت دینے پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا چاہے وہ جتنی چالیں چلیں جس کے وہ ماہر ہیں۔ اس کی کوشش بالکل بے سود ہوگی اور تم صاف صاف ان سے کہہ سکتی ہو۔ مگر ہاں۔ کیا تم واقعی تحقیقاتی مجسٹریٹ کو جانتی ہو؟" عورت نے جواب دیا" بیشک۔ جب میں نے آپ کی مدد کی پیش کش کی تو سب سے پہلے مجھے انھیں کا خیال آیا تھا۔ میں یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ محض ادنا درجے کے افسر ہیں مگر چونکہ آپ یہ کہتے ہیں اس لیے یقیناً یہ صحیح ہو گا۔ بہر نوع میرا خیال ہے کہ جو رپورٹیں وہ بھیجتے ہیں ان کا یقیناً اعلا حکام پر اثر ہوتا ہو گا۔ آپ کہتے ہیں کہ افسران کاہل ہیں مگر یقینیا سب ایسے نہیں ہیں۔ تحقیقاتی مجسٹریٹ تو ہمیشہ لکھتا رہتا ہے۔ مثلاً پچھلے اتوار کو اجلاس رات تک ہوتا رہا اور لوگ تو سب چلے گئے مگر مجسٹریٹ عدالت کے کمرے ہی میں بیٹھا رہا مجھے اس کے لیے لیمپ لانا پڑا۔ میرے پاس صرف چھوٹا سا باورچی خانہ کا لیمپ ہے لیکن اسی کی اسے ضرورت تھی اور اس نے فوراً لکھنا شروع کر دیا۔ اس دوران میں میرا شوہر گھر آیا۔ اس اتوار کو اسے ڈیوٹی سے فرصت تھی ہم نے فرنیچر لے جا کر کمرے میں لگا دیا اور کمرے کو ٹھیک کر دیا۔ اس کے بعد کچھ پڑوسنیں آ گئیں جن سے میں موم بتی کی روشنی میں باتیں کرتی رہی اور واقعہ یہ ہے کہ مجھے تحقیقاتی مجسٹریٹ کا بالکل خیال نہ رہا اور ہم سو گئے۔ دفعتاً آدھی رات کو بلکہ رات اور زیادہ گزری ہو گی کہ میری آنکھ کھلی تو

مجسٹریٹ میرے بستر کے پاس کھڑا تھا اور لیمپ کی روشنی اپنے ہاتھ سے آڑ دیے
تھا کہ میرے شوہر کے منہ پر نہ پڑے حالانکہ اس کی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ
میرا شوہر اتنا بے خبر سوتا ہے کہ لیمپ کی روشنی سے بھی جاگ نہ سکتا۔ میں اتنا
گھبرائی کہ چیخ پڑی لیکن مجسٹریٹ نے بڑی مہربانی ظاہر کی اور مجھ سے خبردار رہنے
کی تاکید کی اور چپکے سے کہا کہ میں اب تک لکھتا رہا ہوں اور اب لیمپ واپس
کرنے آیا ہوں اور سوتے میں تم اتنی حسین معلوم ہو رہی تھیں کہ تمہاری صورت
میرے دل پر نقش ہو گئی جو ہمیشہ یاد رہے گی۔ میں نے آپ سے یہ ظاہر کرنے کے
لیے کہا کہ مجسٹریٹ برابر لکھنے میں مشغول رہتا ہے اور خصوصاً آپ کے متعلق۔ اتنی
طویل رپورٹیں بالکل ہی غیر اہم نہیں ہو سکتیں۔ مزید براں جو کچھ اس دن گذرا
اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مجسٹریٹ کو مجھ سے دلچسپی ہونے لگی ہے اور یہ
کہ اس ابتدائی مرحلہ میں اس نے مجھے پہلی ہی بار دیکھا ہوگا۔ میں اس پر بہت
اثر ڈال سکتی ہوں۔ اور اس دوران میں مجھے اور بھی ثبوت ملے کہ وہ میری رضامندی
حاصل کرنے کا شائق ہے۔ کل اس کے طالب علم کے ہاتھ جو اس کے ساتھ کام کرتا
ہے مجھے ریشمی موزے بھیجے اس بہانے سے کہ یہ عدالت کا کمرہ صاف کرنے کا انعام
ہے اگرچہ یہ محض ایک بہانہ تھا عدالتی کمرے کی صفائی تو میری ڈیوٹی ہے اور میرا
شوہر اسی کی تنخواہ پاتا ہے۔ یہ موزے بہت خوبصورت ہیں دیکھیے!" یہ کہہ کر اس
نے اپنی اسکرٹ گھٹنوں کے اوپر تک اٹھائی "موزے بہت خوبصورت ہیں
مگر مجھ جیسی عورت کے لیے موزوں نہیں ہیں۔"

دفعتاً وہ خاموش ہو گئی اور اپنا ہاتھ کے کے ہاتھ پر رکھا جیسے اسے اطمینان
دلانے کے لیے اور کہا "خاموش! برتولڈ ہمیں دیکھ رہا ہے۔" کے نے آہستہ سے
اپنا سر اٹھایا۔ عدالت کے دروازے پر ایک نوجوان کھڑا تھا وہ پستہ قد تھا

اور اس کی ٹانگیں ذرا ٹیڑھی تھیں۔ اپنی صورت کو ذرا معزز بنانے کے لیے
اس نے ایک مختصر سی چھدری سرخ داڑھی بڑھا رکھی تھی جسے وہ برابر ٹٹولتا رہتا
تھا۔ کے نے اسے دلچسپی سے بغور دیکھا۔ اس پر اسرار عدالت کا وہ پہلا طالب علم
تھا جسے اس نے گویا انسان کی صورت میں پہلی بار دیکھا جو شاید آگے چل کر کسی
اونچے عہدے تک پہنچ جائے گا۔ طالب علم نے بظاہر کے کی طرف مطلق توجہ نہ
کی۔ اس نے ایک لمحہ کے لیے اپنی انگلی داڑھی سے ہٹائی اور عورت کی طرف
اشارہ کر کے کھڑکی کے پاس چلا گیا۔ عورت نے کے کے اوپر جھک کر کان میں کہا
"آپ برا نہ مانیں۔ مجھے اب اس کے پاس جانا ضروری ہے۔ وہ دیکھنے میں
کتنا خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ ذرا دیکھیے اس کی ٹانگیں کیسی ٹیڑھی ہیں۔ میں
ابھی منٹ بھر میں آجاؤں گی اور پھر آپ کے ساتھ چلوں گی۔ ہم آپ جہاں جائیں
لے جائیں۔ مجھے خوشی ہوگی اگر میں یہاں سے بہت دن کے لیے باہر چلی جاؤں
اور میری خواہش تو یہ ہے کہ ہمیشہ کے لیے۔" اس نے کے کے ہاتھ کو آخری مرتبہ
سہلایا اور اچھل کر کھڑکی کے پاس پہنچ گئی۔ کے کا ہاتھ بلا ارادہ ہوا میں اس
کی طرف بڑھا۔ اس عورت میں کے نے واقعی کشش محسوس کی لیکن ایک لمحہ کے
لیے اس کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ عورت اسے عدالت کے اشارے
پر... جال میں نہ پھنسا رہی ہو مگر اس نے اسے آسانی سے نظر انداز کر دیا۔ آخر
وہ اسے جال میں کیسے پھنسا سکتی ہے؟ اور غالباً تحقیقاتی مجسٹریٹ اور اس کے
حالی موالی سے انتقام کی اس سے بہتر کوئی اور صورت نہ ہوگی کہ اس عورت کو ان
سے چھین لیا جائے۔ یہ عورت اس وقت کھڑکی کے پاس کھڑی ہے اس کا پچدار
اور عیش پرست جسم کھردرے سیاہ کپڑے میں ملبوس کے کے لیے اور صرف کے کے
لیے ہوگا۔

کے نے اس طرح سوچ کر اپنے شبہات تو رفع کر لیے مگر اب اسے محسوس
ہونے لگا کہ کھڑکی کے پاس کھسر پھسر بہت طویل ہو رہی ہے چنانچہ اس نے پہلے
انگلیوں سے اور پھر مٹھی سے میز کو پیٹنا شروع کر دیا۔ طالب علم نے عورت کے شانے
کے اوپر سے کے پر ایک نظر ڈالی لیکن عورت سے کانا پھوسی میں برابر مصروف رہا
بلکہ وہ اور عورت کے قریب ہو گیا اور اسے بازوؤں میں لے لیا۔ عورت نے اپنا
سر جھکا دیا جیسے وہ طالب علم کی بات اور زیادہ توجہ سے سننا چاہتی ہو اور
طالب علم نے بلا اپنی باتیں ختم کیے ہوئے عورت کے حلق کا بوسہ لیا۔ اس عمل سے
کے کو یقین ہو گیا کہ طالب علم عورت کو کتنا ستاتا ہے جیسا کہ اس نے شکایت کی
تھی اور کے اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ طالب علم نے پکار کر
کہا " اگر آپ کو اتنی بے صبری ہے تو آپ چلے جائیں۔" کے طالب علم کے یہاں گیا اور مسکرا
کر کہا "یہ ٹھیک ہے کہ میں بے قرار ہوں مگر میری بے قراری دور کرنے کی صرف
یہی صورت ہے کہ تم یہاں سے چل دو۔" کے کے تحقیر آمیز الفاظ عورت کو سمجھاتے
ہوئے طالب علم نے کہا: " یہ بڑی غلطی ہوئی اور میں نے تحقیقاتی مجسٹریٹ سے بھی
یہی کہہ دیا تھا کہ اسے عدالتی اجلاسوں کے درمیانی وقفے میں اپنے کمرے ہی میں رہنا
چاہیے تھا۔ بعض اوقات تحقیقاتی مجسٹریٹ کا رویہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔" کے نے
عورت کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا "فضول باتوں سے کیا فائدہ۔ چلو میرے ساتھ۔"
طالب علم نے کہا " اچھا یہ بات ہے! انہیں نہیں، تم اسے نہیں لے جا سکتے۔" اور
یہ کہتے ہوئے طالب علم نے عورت کو ایک بازو میں دبوچ لیا اور اس کے بوجھ سے
کچھ جھکا ہوا دوڑ کر دروازہ پر پہنچ گیا۔ اس فعل سے کے کو یقیناً ذرا خوف محسوس ہوا
مگر طالب علم نے کے کو اور زیادہ غصہ دلانے کے لیے عورت کو اپنے خالی ہاتھ
سے اور تھپکیاں دیں اور اس کا بازو پکڑ لیا کے چند قدم اس کے پیچھے دوڑا

کہ اسے پکڑلے مگر عورت نے کہا "اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ تحقیقاتی مجسٹریٹ نے مجھے طلب کیا ہے اور میرا جانا ضروری ہے اور میں اس وقت آپ کے ساتھ نہیں جاسکتی" اس نے طالب علم کے گال سہلائے اور کہا "یہ ننھا قد دیو تا دہ مجھے نہیں چھوڑے گا" کے نے طالب علم کا بازو پکڑ لیا اور عورت سے چلا کر کہا "اور تم آزاد ہونا نہیں چاہتیں" مگر طالب علم نے اس کے ہاتھ دانت سے کاٹ لیے اور عورت نے کے کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے دھکیل کر کہا "نہیں! نہیں نہیں۔ آپ ایسا نہیں کرسکتے۔ آپ کا خیال کیا ہے؟ میں تباہ ہو جاؤں گی۔ خدا کے لیے اسے چھوڑ دیجیے۔ یہ محض تحقیقاتی مجسٹریٹ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے اور مجھے اس کے پاس لے جا رہا ہے" کے نے مایوسانہ غصہ میں کہا "بہتر ہے اسے جانے دو اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں اب تم سے کبھی نہیں ملنا چاہتا" اور یہ کہہ کر طالب علم کو پیچھے سے ایک دھکا دیا جس سے وہ لڑکھڑا گیا اور فوراً ہی سنبھل گیا اور پھر زیادہ تیزی سے چلنے لگا۔ ان کے پیچھے کے بھی آہستہ آہستہ چلا۔ محض تجسس کے لیے، کے تیزی سے دروازے کی طرف یہ دیکھنے لگا کہ طالب علم اس عورت کو کدھر لیے جا رہا ہے۔ دروازے کے بالکل پاس ہی ایک پتلا سا زینہ تھا جو بظاہر اوپر کی برساتی کی طرف جاتا تھا اور یہ راستہ ایک طرف مڑ گیا تھا جس سے اس کا دوسرا سرا نہیں نظر آتا تھا۔ اب طالب علم اس عورت کو آہستہ آہستہ اس زینے پر لے جا رہا تھا، ہانپتا کانپتا ہوا، اب وہ بالکل تھکنے لگا تھا۔ عورت نے کے کو ہاتھ کا اشارہ کیا جو نیچے کھڑا تھا اور اپنے شانے یہ ظاہر کرنے کے لیے ہلائے کہ اس میں اس کا قصور نہ تھا مگر اس خاموش اشارے میں ذرا بھی پس و پیش کی جھلک نہ تھی۔ کے نے اپنے چہرے پر کسی قسم کے جذبے کو ظاہر کیے بغیر عورت کی طرف دیکھا جیسے کہ وہ بالکل اجنبی ہو اور یہ نہیں ظاہر

ہونے دیا کہ اسے کسی قسم کی مایوسی ہوئی ہے۔

یہ دونوں نظر سے اوجھل ہو چکے تھے کہ کے دروازے پر کھڑا رہا۔ اس نے دیکھا کہ دروازے کے پاس ایک نوٹس البین سے لگا ہوا ہے اور اس کے قریب جا کر کے نے ناتجربہ کار بچکانہ ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ عبارت بھی دیکھی "قانونی عدالت کے دفاتر اوپر ہیں"۔ تو قانونی عدالت کے حکام اس عمارت کی اوپر کی برساتی پر ہیں۔

کے ابھی نوٹس کارڈ کے پاس ہی کھڑا تھا کہ ایک شخص نیچے سے آیا اور کھلے ہوئے دروازہ سے اندر کی طرف دیکھا جہاں سے عدالتی کمرہ بھی نظر آتا تھا اور پھر کے سے دریافت کیا کہ کیا اس نے کسی عورت کو اسی طرف کہیں دیکھا ہے؟ کے نے پوچھا "آپ عدالت کے کارکن ہیں؟ کیوں؟" اس شخص نے کہا "ہاں" اور پھر کہا "اوہو، آپ مستغیث مسٹر کے ہیں۔ اب میں نے آپ کو پہچانا اور آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور پھر کہا "مگر آج تو عدالت کا اجلاس نہ تھا"۔ کے نے خاموشی سے سن لیا اور پھر کہا "میں جانتا ہوں" اور عدالتی کارکن کے معقول لباس کو دیکھا جس کے جیکٹ پر علاوہ دیگر بٹن کے دو گلٹ کے بٹن تھے جو اس کے عہدے کی واحد علامت تھے اور جو معلوم ہوتا تھا کہ کسی فوجی کوٹ سے نوچ لیے گئے ہوں۔ کے نے کہا "میں ابھی ذرا دیر ہوئی آپ کی بیوی سے باتیں کر رہا تھا۔ اب وہ یہاں نہیں ہیں۔ طالب علم انھیں تحقیقاتی مجسٹریٹ کے پاس لے گیا ہے"۔ عدالتی کارکن نے کہا "یہی تو مصیبت ہے وہ ہمیشہ اسے میرے پاس سے لے جاتے ہیں۔ آج اتوار کا دن، مجھے کوئی کام نہیں کرنا تھا مگر مجھے یہاں سے ہٹانے کے لیے انھوں نے ایک فضول پیام دے کر روانہ کر دیا چنانچہ میں جتنا تیز جا سکتا تھا دوڑتا ہوا گیا اور دفتر کی آدھی کھلی ہوئی کھڑکی سے

پکار کر پیام پہنچا دیا اور وہاں سے تیزی سے دوڑتا ہوا واپس ہوا، لیکن اس کے باوجود طالب علم مجھ سے پہلے پہنچ گیا۔ اگر میری ملازمت کا اس پر انحصار نہ ہوتا تو میں طالب علم کو اس دیوار سے ٹکرا کر کچل دیتا۔ میں روز یہی خواب دیکھتا ہوں کہ وہ فرش سے ذرا اوپر دیوار سے ٹکرا کر چپک گیا ہے۔ اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں اور اس کی ٹیڑھی ٹانگیں ہوا میں ناچ رہی ہیں اور چاروں طرف خون ہی خون ہے لیکن ابھی تک یہ خواب ہی خواب ہے۔" کے نے مسکرا کر پوچھا "کیا اس کا کوئی اور علاج نہیں ہے؟" عدالتی کارکن نے کہا "ممکن ہے کہ کوئی ہو مگر مجھے معلوم نہیں اور اب تو صورت ہمیشہ سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔ اب تک تو وہ صرف اپنے عیش کے لیے لے جاتا تھا لیکن اب میں کہتا ہوں کہ جیسا مجھے پہلے ہی اندیشہ تھا وہ عدالتی مجسٹریٹ کے لیے بھی لے جاتا ہے۔" کے نے پوچھا "مگر کیا اس میں خود تمہاری بیوی کا قصور نہیں ہے؟" کارکن نے کہا "بیشک اس کا بھی قصور ہے درا صل سب سے زیادہ قصور اسی کا ہے وہ طالب علم سے دلچسپی رکھتی ہے اور اس کا یہ حال ہے کہ وہ جس عورت کو دیکھتا ہے اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے، اسی عمارت میں وہ پانچ مکانوں سے نکالا جا چکا ہے اور میری بیوی اس عمارت میں سب سے خوبصورت ہے اور میں اس کی کوئی احتیاط نہیں کر سکتا۔" کے نے کہا "اگر ایسی صورت ہے تو بظاہر اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔" عدالتی کارکن نے کہا "کیوں نہیں۔ بس کسی وقت جب وہ میری بیوی کے پیچھے لگے تو اس کی خوب مرمت کر دی جائے۔ بہر صورت وہ ہے بزدل اور پھر وہ کبھی ایسی حرکت نہ کرے گا لیکن میں اس کی پٹائی نہیں کر سکتا اور نہ کوئی میرے اوپر اتنی عنایت کرے گا اس لیے کہ وہ اتنا با اثر ہے کہ سبھی اس سے ڈرتے ہیں۔ البتہ آپ جیسا کوئی شخص یہ کر سکتا ہے۔" کے نے حیرت سے پوچھا "میرے جیسے آدمی کی کیا خصوصیت ہے؟"

"عدالتی کارکن نے کہا" آپ گرفتار ہیں کیا یہ بات نہیں ہے؟" کے نے کہا "ہاں یہ بات تو ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اُس سے اور زیادہ ڈرنا چاہیے اس لیے کہ اگرچہ وہ میرے مقدمہ کے فیصلے پر اثر نہ ڈال سکے گا لیکن شاید شروع کی پوچھ گچھ میں وہ اثر ڈال سکے۔" عدالتی کارکن نے کہا "ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔" جیسے اس کے نزدیک کے کا نقطۂ نظر اتنا واضح ہو کہ بالکل اس کے خیال کے مطابق ہو۔ پھر کہا "اگرچہ ہمارے کسی مقدمہ میں تعصب نہیں برتا جاتا" کے نے کہا "میرا یہ خیال نہیں ہے لیکن اس وجہ سے میرے لیے کوئی ایسی روک نہیں ہے کہ طالب علم کی خبر نہ لے سکوں۔" عدالتی کارکن نے محض رسمی طور پر کہا "میں آپ کا بہت ہی ممنون ہوں گا" گویا دراصل اسے یقین نہیں تھا کہ اس کی یہ خواہش پوری ہو سکے گی۔ کے نے کہا "ہو سکتا ہے کہ آپ کے افسران بھی اور شاید سب کے سب اسی سلوک کے مستحق ہوں۔" عدالتی کارکن نے کہا "ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔" گویا وہ ایک عام بات کی تائید کر رہا ہو۔ اب اس نے کے کی طرف پراعتماد نگاہوں سے دیکھا اور پھر کہا "انسان کبھی بغاوت پر مجبور ہو جاتا ہے" وہ فوراً رک گیا اور کہا "مجھے اوپر جا کر رپورٹ دینا ہے۔ کیا آپ میرے ساتھ آنا چاہیں گے؟" کے نے جواب دیا "مجھے وہاں کوئی کام نہیں ہے" عدالتی کارکن نے کہا: "آپ دفاتر کو دیکھ سکتے ہیں۔ کوئی آپ کو روکے گا نہیں۔" کے نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا "کیا وہاں کوئی چیز دیکھنے کے قابل ہے؟" لیکن دفعتہً اُس کے دل میں اندر جانے کی سخت خواہش پیدا ہو گئی۔ عدالتی کارکن نے کہا "ہاں میرا خیال تھا کہ آپ کو اس سے دلچسپی ہو گی۔" آخر کے نے کہا "بہت اچھا، میں آپ کے ساتھ چلوں گا" اور یہ کہہ کر وہ عدالتی کارکن سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ زینے پر چڑھ گیا۔

کمرے میں داخل ہوتے وقت وہ گرتے گرتے بچا اس لیے کہ دروازے کے پیچھے ایک زینہ اور تھا۔ کے نے کہا۔ "انھیں لوگوں کی سہولت کا بہت کم خیال ہے"۔ عدالتی کارکن نے کہا "انھیں مطلق کسی بات کا بھی لحاظ نہیں ہے۔ ذرا اس ملاقاتی کمرے کو دیکھیے"۔ یہ ایک لمبی رہگذر تھی جس میں بے ڈھنگے سے دروازے کٹے ہوئے تھے۔ جو اس منزل کے مختلف دفتروں کو جاتے تھے اگرچہ اس میں روشنی کے لیے کوئی کھڑکی نہ تھی مگر راستہ بالکل اندھیرا نہ تھا۔ بعض دفاتر رہگذر سے پوری طرح الگ نہ تھے بلکہ آگے کی طرف لکڑی کے کٹہرے تھے لیکن یہ چھت تک چلے گئے تھے جن کے ذریعہ سے کچھ روشنی آتی تھی جس سے آدمی کچھ کلرکوں کو بھی دیکھ سکتا تھا جن میں بعض میز پر بیٹھے لکھ رہے تھے اور بعض کٹہرے کے پاس کھڑے تھے اور دروازوں سے غلام گردش کے لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ غلام گردش میں تھوڑے ہی لوگ تھے شاید اس لیے کہ آج اتوار تھا۔ یہ تقریباً مساوی فاصلوں پر الگ الگ رہگذر کی دیواروں سے لگی ہوئی لکڑی کے بنچوں پر بیٹھے تھے۔ ان سب کے لباس بہت ہی بھدے تھے، اگرچہ ان کے چہروں اور ان کے طرزِ عمل سے اور داڑھیوں کی ساخت اور بہت سی تقریباً غیر محسوس تفصیلات سے بظاہر اونچے طبقے کے معلوم ہوتے تھے چونکہ رہگذر میں کوئی ٹوپی ٹانگنے کی کھونٹی نہ تھی۔ اس لیے سب نے اپنی اپنی ٹوپیاں بنچوں کے نیچے رکھ دی تھیں۔ جو لوگ دروازے کے بالکل قریب تھے انھوں نے جب کے اور عدالتی کارکن کو دیکھا تو تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ جدھر جدھر سے یہ دونوں گذرے یکے بعد دیگرے سبھی کھڑے ہو گئے مگر یہ سب بالکل سیدھے کھڑے نہیں ہوئے بلکہ ان کی کمر جھکی رہی اور گھٹنے خم رہے۔ کے نے عدالتی کارکن کا انتظار کیا جو ذرا پیچھے رہ گیا تھا اور پھر کہا "یہ لوگ کتنے حقیر ہوں گے"۔

عدالتی کارکن نے کہا "ہاں یہ سب ملزم ہیں۔ ان پر جرم عائد کیا گیا ہے"۔ کے نے کہا "کیا یہ واقعہ ہے؟ تو یہ سب میرے ساتھی ہوئے" یہ کہہ کر کے نے اس شخص کی طرف توجہ کی جو سب سے قریب تھا وہ لمبا دبلا پتلا اور تقریباً سفید داڑھی والا تھا۔ کے نے اس سے خوش اخلاقی کے ساتھ پوچھا "آپ یہاں کیا انتظار کر رہے ہیں"؟ لیکن اس غیر متوقع سوال سے وہ شخص گھبرا گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا گویا اس کا جواب دینا ان کا فرض ہو اور جیسے وہ یہ دیکھ کر مایوس ہو گیا ہو کہ کوئی اس کی مدد نہیں کرتا۔ چنانچہ عدالتی کارکن نے اسے اطمینان دلانے اور ہمت دلانے کے لیے آگے بڑھ کر کہا "ان صاحب نے تم سے صرف یہی پوچھا کہ تم یہاں کس بات کا انتظار کر رہے ہو انھیں جواب دو"۔ عدالتی کارکن کی مانوس آواز کا اثر ہوا۔ اس شخص نے کہا "میں یہ انتظار کر رہا ہوں"..... اتنا کہہ کر وہ رُک گیا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "ایک مہینہ ہوا میں نے اپنے مقدمہ کے متعلق کئی حلف نامے داخل کیے تھے۔ جواب کا منتظر ہوں"؟ کے نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود کو بڑی زحمت میں مبتلا کرتے ہیں"۔ اس آدمی نے جواب دیا "ہاں، مگر یہ میرا مقدمہ ہے"۔ کے نے کہا "ہر شخص آپ کی طرح نہیں سوچتا۔ مثلاً میں بھی گرفتار ہوں۔ لیکن میں نے قطعاً نہ کوئی حلف نامہ داخل کیا اور نہ اس قسم کی کوئی اور کوشش کی۔ کیا آپ کے خیال میں ان چیزوں کی ضرورت ہے"؟ اس شخص کا اطمینان پھر ختم ہو گیا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے پہلے جواب کو پھر دہرانے والا ہے تاکہ کوئی اور غلطی نہ ہو جائے چنانچہ اس نے صرف اتنا کہا "میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا" اور پھر کے کی بے قرار آنکھوں کو دیکھ کر کہا: "بہر نوع میں نے اپنے حلف نامے داخل کر دیے ہیں"۔ کے نے پوچھا "شاید آپ کو یقین نہیں ہے کہ میں گرفتار ہوں"؟ اس آدمی نے کہا "ہاں!

یقیناً" اور یہ کہہ کر وہ ذرا دوسری طرف ہٹ گیا مگر اس کے جواب سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ اسے یقین آ گیا۔ محض خوف کا اظہار ہوتا تھا۔ کے نے کہا "تو آپ کو دراصل میری بات کا یقین نہیں ہے؟" اور بغیر اس شخص کی مسکینیت کا اندازہ کیے ہوئے اسے اشتعال دلایا کے نے اس کا بازو اس طرح پکڑا جیسے اسے یقین دلانے پر مجبور کر رہا ہو۔ کے کا منشا بالکل اسے تکلیف پہنچانے کا نہ تھا اور اس نے بہت آہستہ سے بازو پکڑا تھا اس پر بھی یہ شخص چیخ پڑا جیسے کے نے اسے گرم دست پناہ سے پکڑا ہو۔ اس مضحکہ خیز چیخ پر کے کو غصہ آ گیا۔ اگر اس شخص کو یقین نہیں آتا کہ کے گرفتار ہے تو بہتر ہے شاید وہ اسے مجسٹریٹ ہی سمجھا ہو چنانچہ کے نے اسے دھکا دے کر بنچ پر گرا دیا اور اپنا راستہ لیا۔ عدالتی کارکن نے کہا "اکثر ملزم بڑے حساس ہوتے ہیں"۔ اب اس کے پیچھے تقریباً سارے ملزمین جمع ہو گئے تھے اگرچہ اس کی چیخیں بند ہو چکی تھیں اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس سے پوچھ رہی ہوں کہ کیا ہوا۔ ایک پہرے دار کے کے پاس آیا جس کے پاس شناخت کے لیے صرف ایک تلوار تھی جس کی نیام اپنے رنگ کی وجہ سے ایلومینیم کی معلوم ہوتی تھی جسے کے نے غور سے دیکھا اور ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ پہرے دار جو شور و غل سن کر آیا تھا اس نے دریافت کیا کہ کیا ہوا۔ عدالتی کارکن نے چند الفاظ کہہ کر اسے ٹالنا چاہا مگر اس نے کہا کہ وہ خود تحقیق کرے گا چنانچہ اس نے سلام کیا اور اکڑتا ہوا بھاری قدموں سے لیکن شاید گٹھیا کی وجہ سے دھیمے دھیمے آگے بڑھ گیا

کے نے اس شخص کے متعلق یا غلام گردش کے لوگوں کے متعلق اپنے دماغ کو زیادہ دیر تک پریشان نہ کیا خصوصاً اس لیے کہ جب اس نے غلام گردش کا آدھا راستہ طے کیا تو اسے داہنی طرف مڑتا ہوا ایک راستہ نظر آیا جس میں دروازے کی ایک درز تھی۔ کے نے عدالتی کارکن سے پوچھا کہ کیا یہ ٹھیک

راستہ ہے۔ عدالتی کارکن نے اثبات میں سر ہلایا اور کے اس طرف روانہ ہو گیا
اسے ہمیشہ اس سے تکلیف ہوتی تھی کہ اسے دو ایک قدم عدالتی کارکن سے آگے
چلنا پڑتا۔ ایک اس قسم کے مقام پر ایسا معلوم ہوتا کہ گویا وہ قیدی ہے جو حراست
میں جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ کئی مرتبہ عدالتی کارکن کے انتظار میں رکتا رہا لیکن
عدالتی کارکن ہمیشہ پیچھے رہ جاتا تھا۔ بالآخر کے نے اپنی الجھن رفع کرنے کے لیے
کہا "میں نے یہ جگہ دیکھ لی اور میرے خیال میں اب مجھے جانا چاہیے۔ عدالتی
کارکن نے کہا " آپ نے ابھی ہر چیز نہیں دیکھی۔" کے اب دراصل بالکل تھک
گیا تھا اور اس نے کہا "میں سب چیزیں نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ باہر جانا چاہتا ہوں
باہر دروازے تک پہنچنے کی کیا صورت ہے؟" عدالتی کارکن نے حیرت سے کہا
"آپ راستہ تو یقیناً بھول نہ گئے ہوں گے بس یہاں سے اس کونے تک جائیے
اور وہاں سے غلام گردش کے ساتھ داہنی طرف مڑ جائیے۔ بس آپ باہری دروازہ
تک پہنچ جائیں گے۔" کے نے کہا " آپ بھی میرے ساتھ آئیے اور راستہ بتلائیے
یہاں اتنی غلام گردشیں ہیں کہ مجھے کبھی راستہ نہ مل سکے گا۔" عدالتی کارکن
نے کہا " بس یہی ایک راستہ ہے میں آپ کے ساتھ واپس نہیں جا سکتا مجھے
پیام کا جواب دینا ہے اور آپ کی وجہ سے پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے۔" کے
نے اور جھلا کر کہا جیسے اس نے عدالتی کارکن کا جھوٹ پکڑ لیا ہو۔ " میرے ساتھ
آؤ۔ عدالتی کارکن نے کہا " اتنی زور سے نہ بولیے۔ یہاں ہر طرف دفتر ہیں۔
اگر آپ تنہا نہیں جانا چاہتے تو آپ میرے ساتھ ذرا اور آگے آئیں یا یہاں
ٹھہر کر میرا انتظار کریں کریں پیام کا جواب دے کر واپس آجاؤں تو بخوشی آپ کے
ساتھ چلا چلوں گا۔" کے نے کہا " نہیں نہیں۔ میں انتظار نہیں کروں گا۔ آپ ابھی
میرے ساتھ چلیں۔" کے نے ابھی تک ادھر ادھر دیکھ کر یہ اندازہ نہیں کیا تھا کہ

وہ کہاں پر ہے اور جب لکڑی کے کئی دروازوں میں سے ایک دروازہ کھلا تو اس نے اُدھر دیکھا ایک لڑکی جو شاید کے کی آواز سن کر ادھر آگئی تھی اس نے اس دروازہ سے نکل کر پوچھا "یہ صاحب کیا چاہتے ہیں؟" اس لڑکی سے ذرا فاصلے پر دھندلی روشنی میں ایک آدمی بھی ادھر آتا ہوا دکھائی دیا۔ کے نے عدالتی کارکن کی طرف دیکھا اور دل میں کہا کہ اس شخص نے تو کہا تھا کوئی تمہاری طرف توجہ نہ کرے گا۔ اور اب دو افراد تو ادھر آ ہی گئے ہیں اور شاید تھوڑی ہی دیر میں سارے افراد اس پر ٹوٹ پڑیں۔ اب وہ جلد سے جلد یہاں سے چلا جانا چاہتا تھا خواہ عدالتی کارکن کے ساتھ یا بشرطِ ضرورت اکیلے ہی۔ لیکن یہ خاموشی اور بے حرکتی اسے جاذبِ توجہ کردے گی اور ابھی سے یہ لڑکی اور عدالتی کارکن اسے بغور دیکھ رہے تھے جیسے وہ منٹ ہی بھر میں اس کے متوقع تھے کہ کوئی زبردست انقلاب نمودار ہوگا جسے وہ ضرور دیکھنا چاہتے تھے۔ اور رہگذر کے آخر میں وہ شخص کھڑا تھا جسے کے نے دور سے دیکھا تھا۔ وہ پست دروازے کی اوپری چوکھٹ پکڑے کھڑا تھا اور اپنے پاؤں کے پنجے پر آہستہ آہستہ جھول رہا تھا جیسے کوئی مشتاق تماشائی ہو۔ لیکن لڑکی کو سب سے پہلے محسوس ہوا کہ کے کی یہ حالت خفیف بے ہوشی کے احساس سے پیدا ہوئی اور وہ فوراً ایک کرسی لے کر آئی اور کے سے کہا۔

"آپ بیٹھ نہ جائیں۔" کے فوراً بیٹھ گیا اور مزید سہارے کے لیے اپنے ہاتھ کرسی کے ہتھے پر رکھ دیے۔ لڑکی نے پوچھا۔ "آپ کو کچھ سرگرانی محسوس ہو رہی ہے یہی بات ہے نا؟" اب اس کا چہرہ بالکل کے کے قریب تھا اور اس میں ایسی درشتی معلوم ہوتی تھی جو عنفوانِ شباب میں اکثر عورتوں میں ہو جاتی ہے۔ لڑکی نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے تقریباً ہر شخص جو یہاں پہلے پہل آتا ہے اس کا یہی حال ہو جاتا ہے۔ آپ پہلی بار یہاں آئے ہیں؟

یہاں چھت دھوپ سے تپتی ہے اور چھت کی گرم شہتیریں ہوائیں اُمس پیدا کر دیتی ہیں۔ چنانچہ خصوصاً اس وجہ سے یہ جگہ دفاتر کے لیے ناموزوں ہے، باوجودیکہ اس میں اور بہت سی سہولتیں ہیں لیکن یہاں کی فضا جن دنوں میں مقدمہ والوں کی کثرت ہوتی ہے اور تقریباً ہر اجلاس کے دن یہی ہوتا ہے تو ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے اور جب آپ یہ بھی دیکھیں کہ ہر دھلائی کے کپڑے سوکھنے کے لیے یہاں ٹنگے ہوتے ہیں اور آپ ان مکانوں کے رہنے والوں کو اپنے میلے کپڑے دھونے سے منع نہیں کر سکتے تو آپ کو بالکل تعجب نہ ہونا چاہیے کہ آپ یہاں قدرے غشی کی حالت محسوس کریں۔ لیکن بالآخر آدمی اس سے مانوس ہو جاتا ہے۔ جب آپ دو ایک مرتبہ اور یہاں آئیں گے تو یہاں کی فضا زیادہ ناگوار نہ محسوس ہوگی۔ کیا اب آپ کچھ بہتر محسوس کرتے ہیں؟" کے نے کوئی جواب نہیں دیا اور اسے تکلیف دہ طور پر اس شرمندگی کا احساس ہوا کہ اپنی ذرا سی کمزوری کی وجہ سے وہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ گیا اور اب بھی جب اسے اپنی سرگرانی کی وجہ معلوم ہو گئی تھی۔ اس نے کچھ بہتری محسوس نہیں کی بلکہ اور زیادہ ابتر حالت ہو گئی۔ لڑکی نے اسے فوراً محسوس کیا اور جلدی سے ایک سلاخ لے آئی جس کا ایک سرا مڑا ہوا تھا اور کے کے سر کے اوپر کا ایک روشن دان ہوا آنے کے لیے ذرا سا کھول دیا لیکن اس میں سے اتنی کالک گری کہ لڑکی نے فوراً ہی پھر روشن دان بند کر دیا اور کے کے ہاتھوں سے کالک اپنے رومال سے صاف کرنے لگی اور کہا "آپ یہاں نہیں ٹھہر سکتے اس سے سانس رک رہا ہے" کے نے چاروں طرف نظر ڈال کر دیکھا کہ اس کی وجہ سے کیا رکاوٹ ہو رہی ہے۔ لڑکی نے پھر کہا "اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو بیماروں کے کمرے میں لے جاؤں" اور پھر دروازے میں کھڑے ہوئے آدمی سے کہا کہ

"ذرا میری مدد کرو" اور وہ فوراً آ گیا۔ لیکن کے بیماروں کے کمرے میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ آخر اس نے کہا "اب مجھ میں باہر جانے کی سکت آ گئی ہے" اور وہ آرام دہ کرسی کی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن کھڑے ہوتے ہی وہ لڑکھڑا گیا اور سیدھا کھڑا نہ ہو سکا اور سر ہلا کر کہا "میں بالکل چلنے کے قابل نہیں ہوں" اور یہ کہہ کر وہ کراہتے ہوئے پھر بیٹھ گیا۔ اس نے عدالتی کارکن کو یاد کیا لیکن وہ عدالتی کارکن مدت ہوئے غائب ہو چکا تھا۔ کے نے اپنے سامنے کھڑی ہوئی لڑکی اور آدمی کے درمیان سے جھانکا لیکن عدالتی کارکن کا پتہ نہ تھا۔

یہ آدمی جو شاندار کپڑے پہنے تھا اور ایک بہت ہی خوش وضع واسکٹ جس کے دو ...... نوکدار گوشے لٹک رہے تھے اس نے کہا "میرا خیال ہے کہ ان صاحب کی سرگرانی یہاں کی فضا کی وجہ سے ہے اور ان کے لیے بہتر یہ ہے کہ انھیں بیماروں کے کمرے میں نہ لے جایا جائے بلکہ ان دفاتر ہی کے باہر پہنچا دیا جائے" کے نے خوشی کے جوش میں اس شخص کے الفاظ ہی میں کہا "بالکل ٹھیک ہے میں فوراً ٹھیک ہو جاؤں گا۔ بس مجھے دروازے تک پہنچا دو وہاں میں ذرا دیر زینے پر بیٹھ جاؤں گا اور لمحہ بھر میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ مجھے عموماً ایسا دورہ نہیں پڑتا اور اس وقت خود مجھے اس سے حیرت ہوئی۔ میں خود بھی ایک افسر ہوں اور دفتر کی فضا کا عادی ہوں لیکن یہاں کا حال تو ناقابلِ برداشت ہے اور آپ نے خود بھی یہی کہا۔ تو کیا آپ اتنی مہربانی کریں گے کہ میں ذرا آپ کا سہارا لے لوں یہ کہہ کر کے نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیے تاکہ یہ دونوں بآسانی اس کے ہاتھ اپنے بازو میں لے سکیں۔

لیکن اس شخص نے کے کی درخواست پر کوئی توجہ نہ کی اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا رہا اور ہنس کر لڑکی سے کہا "دیکھو میرا تیر نشانے پر بیٹھا۔ یہ صاحب

یہیں بے حال ہو جاتے ہیں کہیں اور جگہ نہیں" لڑکی بھی مسکرائی مگر اس شخص کے شانے پر انگلیوں سے ہلکی سی تھپکی دی گویا یہ اشارہ ہوا کہ کے ساتھ مذاق بہت زیادہ ہو چکا" اس شخص نے ہنسی جاری رکھتے ہوئے کہا "۔ واللہ، میں ان صاحب کو دروازے تک پہنچا دوں گا۔ ضرور پہنچا دوں گا" لڑکی نے لحظہ بھر کے لیے اپنا خوبصورت سر جھکا کر کہا " بس یہ ٹھیک ہے" اور پھر کسے سے کہا " آپ ان کی ہنسی کا بُرا نہ مانیں" اور سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کسے سے کہا جو پھر اضمحلال سے جھک گیا اور کسی توجیہ کے سننے کو تیار نہ تھا " یہ صاحب، کیا میں ان کا تعارف کرا دوں ؟ (اس شخص نے سر ہلا کر اجازت کا اشارہ کیا) تو یہ صاحب ہمارے شعبۂ معلومات کے نمایندہ ہیں۔ یہ موکلوں کو ہر قسم کی اطلاع دیتے ہیں۔ چوں کہ ہمارا طریقۂ کار عام لوگوں کو معلوم نہیں ہے اس لیے طرح طرح کی باتیں ان سے پوچھی جاتی ہیں اور ان کے پاس ہر سوال کا جواب ہوتا ہے۔ آپ چاہیں تو امتحان کرلیں لیکن ان کی خصوصیت اتنی ہی نہیں ہے بلکہ اور بھی ہے اور وہ ان کا چست اور صاف لباس۔ ہم نے یعنی اہلِ عملہ نے یہ طے کیا کہ اطلاعات کے کلرک کو چونکہ ہمیشہ موکلوں سے نپٹنا پڑتا ہے اور اسی سے پہلے ملتے ہیں اس لیے ان کا لباس خوشنما ہونا چاہیئے تاکہ اچھا اثر پڑے۔ باقی ہم سب لوگ جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا موٹے جھوٹے پرانے فیشن کے کپڑے پہنے رہتے ہیں کپڑوں پر خرچ کرنا کوئی دانش مندی نہیں ہے اس لیے کہ ہم باہر بہت ہی کم جاتے ہیں اور سوتے بھی یہیں ہیں لیکن جیسا میں نے کہا ہمارے خیال میں ان کا لباس اچھا ہونا ضروری تھا اور چونکہ انتظامیہ کا رویہ اس معاملہ میں کچھ عجیب سا ہے اچھے کپڑوں کے لیے پیسا دینا منظور نہیں کیا اس لیے ہم نے آپس میں چندہ کیا جس میں موکلوں نے بھی حصہ لیا اور ہم نے ان کے لیے اچھے کپڑے خرید دیے لیکن یہ صاحب اپنی ہنسی سے

سارا معاملہ خراب کر دیتے ہیں اور لوگ بھڑک جاتے ہیں۔" اس شخص نے طنزیہ انداز سے کہا۔ "صورت تو یہی ہے لیکن مس میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان صاحب سے تم کیوں ہماری ساری راز کی باتیں کر رہی ہو بلکہ سر تھوپ رہی ہو۔ یہ بالکل ان باتوں کو سننا نہیں چاہتے۔ ذرا ان کی طرف دیکھو یہ خود اپنے ہی خیالات میں محو ہیں۔" لڑکی نے کہا" بات یہ ہے کہ میں تمہاری ہنسی کا سبب انھیں بتانا چاہتی تھی۔ یہ توہین آمیز معلوم ہوتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں انھیں باہر پہنچا دوں تو یہ اس سے بدتر توہین برداشت کر سکیں گے۔" کے بالکل خاموش رہا بلکہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، اس نے ان دونوں کو اپنے متعلق تبادلہ خیال کرنے دیا گویا وہ خود ایک پتھر کی مورت تھی۔ پھر دفعتاً اس نے آدمی کا ہاتھ اپنے ایک بازو کے نیچے اور لڑکی کا ہاتھ دوسرے بازو کے نیچے محسوس کیا۔ آدمی نے کہا" کمزور آدمی۔ اب اُٹھ کھڑے ہو۔" کے نے خوشی کے استعجاب میں کہا" بہت بہت شکریہ دونوں کا" اور آہستہ آہستہ اُٹھ کر اپنے ہاتھ سے ان دونوں کے ہاتھ اس جگہ کر دیے جہاں اسے سب سے زیادہ سہارے کی ضرورت تھی۔ گذرگاہ کے قریب پہنچ کر لڑکی نے آہستہ سے کے کے کان میں کہا" آپ نے سمجھا ہو گا کہ مجھے معلومات کے کلرک کی خوبی بیان کرنے کی بڑی فکر تھی۔ مگر آپ میرا یقین کریں کہ میں اس کے متعلق محض حقیقت بیان کرنا چاہتی تھی وہ سخت دل آدمی نہیں ہے۔ وہ اس کے لیے مجبور نہیں ہے کہ بیمار لوگوں کو باہر پہنچائے لیکن جیسا آپ نے دیکھا وہ یہ کام بھی انجام دیتا ہے ہم میں سے کوئی بھی سخت دل نہیں ہے ہمیں ہر شخص کی مدد کرنے میں خوشی ہوتی ہے پھر بھی عدالتی حکام ہونے کی وجہ سے ہمیں خود کو سخت دل ظاہر کرنا ہوتا ہے اور ہر ایک کی مدد کرنے کے خواہاں نہیں رہتے۔ اس سے در اصل مجھے پریشانی ہوتی ہے۔" اب وہ باہر بڑی شہ نشین میں پہنچ گئے تھے معلومات کے کلرک نے کے سے کہا" کیا آپ ذرا

دیر یہاں بیٹھ کر سستانا چاہیں گے ؟" اور کے نے سامنے اس موکل کو دیکھا جس سے اس نے پہلے بات کی تھی۔ کے اس شخص کے سامنے سخت شرمندہ ہوا۔ پہلے وہ اس کے سامنے اکڑ کر کھڑا ہوا تھا اور اب وہ دو آدمیوں کے سہارے پر کھڑا ہے معلومات کا کلرک اس کی ٹوپی انگلیوں پر لیے ہوئے تھا اور اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور پسینہ سے پیشانی پر لٹک رہے تھے۔ لیکن موکل نے کسی چیز پر نظر نہیں ڈالی بلکہ معلومات کا کلرک جس نے اسے گھور کر دیکھا تھا اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور محض اپنی وہاں موجودگی کی معذرت کرتے ہوئے کہا" مجھے معلوم تھا کہ میرے حلفیہ بیان پر فیصلے کی آج توقع نہ تھی پھر بھی میں نے آجانا مناسب سمجھا۔ آج اتوار ہے اور میرے پاس کافی وقت ہے اور میں یہاں کسی کے لیے مخل نہ ہوں گا۔" معلومات کے کلرک نے جواب دیا" تمہیں اتنی معذرت کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری فکرمندی بالکل قابلِ تعریف ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تم نے یہاں ایک جگہ گھیر لی ہے مگر جب تک تم مجھے تکلیف نہ دو میں تمھیں اس سے منع نہیں کرتا کہ اپنے مقدمہ کی رفتار کو جتنے قریب سے چاہو دیکھتے رہو۔ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے فرائض سے اس قدر غفلت برتتے ہیں تو وہ تمہارے جیسے آدمیوں سے صبر وضبط سیکھتا ہے۔ تم بیٹھ جاؤ۔" لڑکی نے کے کے کان میں چپکے سے کہا" دیکھیے انھیں موکلوں سے بات کرنے کا کیسا اچھا طریقہ آتا ہے۔" کے نے صرف سر ہلا دیا لیکن فوراً ہی وہ شدت سے چونک پڑا جب معلوماتی کلرک نے اس سے دوبارہ کہا" آپ یہاں بیٹھ کیوں نہ جائیے ؟" کے نے کہا" نہیں۔ مجھے سستانے کی ضرورت نہیں ہے۔" یہ اس نے پختہ فیصلے کے ساتھ کہا اسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے اُسے سمندر کے سفر کی بیماری ہو گئی ہے۔ اسے محسوس ہوا کہ جیسے وہ ایک جہاز پر سفر کر رہا ہے جو طوفانی سمندر میں ہچکولے لے رہا ہے۔ جیسے

پانی کی لہریں جہاز کی دیوار کی لکڑی سے ٹکرا رہی ہوں جیسے لہریں گذرگاہ کے آخری سرے سے آرہی ہوں، جیسے کہ گذرگاہ کا آخری سرا بھی ہلکورے کھا رہا ہو اور دونوں طرف کے انتظار کرنے والے موکل اس کے ساتھ اچھلتے گرتے ہوں۔ وہ ان کے ہاتھوں میں بے بس تھا اگر وہ چھوڑ دیں تو وہ لکڑی کے کندے کی طرح دھم سے گر پڑے وہ اپنی چھوٹی چھوٹی تیز آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتے رہے۔ کے یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ برابر آگے بڑھ رہے ہیں اسے قدم قدم آگے بڑھایا جا رہا تھا بالآخر اس نے محسوس کیا کہ وہ دونوں خود کے سے کچھ کہہ رہے ہیں مگر جو کچھ وہ کے سے کہہ رہے تھے وہ کے کی سمجھ میں نہیں آتا تھا وہ اس کے سوا کچھ نہیں سن رہا تھا کہ ساری جگہ شور و غل سے بھری ہوئی ہے جس کے درمیان سے ایک تیز یکساں بجنے والی سیٹی جیسی آواز آرہی ہے کے نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا "زرا زور سے کہیے" اور اسے سخت ندامت ہوئی اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ یہ دونوں کافی بلند آواز سے بول رہے ہیں اگرچہ خود کے کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اب جیسے کہ سامنے کی دیوار میں شگاف ہو گیا ہو تازی ہوا کی ایک لہر بالآخر کے کی طرف آئی اور اس نے اپنے قریب ایک آواز سُنی جیسے کوئی کہہ رہا ہو "پہلے تو وہ باہر جانا چاہتے تھے لیکن پھر آپ چاہے سو بار ان سے کہیں کہ دروازہ سامنے ہے مگر وہ دروازے کی طرف ذرا بھی حرکت نہیں کرتے؟" کے نے اب دیکھا کہ وہ باہری دروازے کے سامنے کھڑا ہے جسے لڑکی نے کھول دیا تھا۔ چنانچہ یک بیک جیسے اس کی ساری قوت واپس آگئی ہو اور کھلی ہوا کی لذت محسوس کرنے کے لیے اس نے فوراً زینے پر قدم رکھا اور اپنے رہبروں سے خدا حافظ کہا۔ جنھوں نے اس کی آواز سُننے کے لیے اپنا سر جھکا دیا۔ کے نے کئی بار کہا "بہت بہت شکریہ" اور پھر دونوں سے کئی بار ہاتھ ملایا اور اس وقت ان کا ہاتھ چھوڑا جب اس نے یہ محسوس کیا کہ دفتر کی فضا کے عادی ہونے کی وجہ سے انھیں نسبتاً اس تازی ہوا سے تسلی ہونے لگی جو زینے پر سے آرہی تھی۔ انھوں

نے کے کی آواز بروقت سن ہو گی اور لڑکی تو غش کھا کر گر پڑی ہوتی اگر کے نے جلد سے
جلد دروازہ نہ بند کر لیا ہوتا۔ کے لمحظ بھر چپکے کھڑا رہا پھر اپنی جیب سے آئینہ نکال
کر اپنے بال درست کیے اور زینے پر پڑی ہوئی اپنی ٹوپی اٹھائی جو معمولی کلرک
وہاں پھینک کر چلا گیا ہوگا اور پھر اتنی پھرتی سے زینے پر جست لگائی اور لمبے لمبے
قدموں سے زینہ سے اترنے لگا کہ اُسے خود اپنی اس قلب ماہیت پر حیرت ہونے لگی

چوتھا باب

مس برسٹر کی دوست

اگلے چند دنوں تک کے کو مس برسٹر سے ایک بات کرنے کا بھی موقع نہ
مل سکا۔ کے نے اس سے ملنے کا ہر وہ طریقہ اختیار کیا جو اس کی سمجھ میں آیا لیکن وہ
ہمیشہ کتراتی رہی۔ وہ دفتر سے سیدھا گھر جاتا اور اپنے کمرے میں روشنی گل کر کے اور
دروازہ کھول کر صوفے پر بیٹھ جاتا اور اپنی ساری توجہ داخلے کے ہال کی طرف رکھتا
اگر نادمرا ادھر سے آتے جاتے گزرتی تو کمرہ خالی سمجھ کر دروازہ بند کر دیتی مگر کے
اسے فوراً کھول دیتا۔ وہ معمول کے خلاف صبح روزانہ ایک گھنٹہ پہلے اُٹھ جاتا کہ شاید
اپنے کام پہ جانے سے پہلے مس برسٹر اسے اکیلے میں مل جائے۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر
نہ ہوئی۔ تب کے نے اسے خط لکھا اور اسے برسٹر کے دفتر اور گھر دونوں پتوں پر
بھیجا۔ اس نے پھر اپنے طرز عمل کو درست ثابت کرنے کی کوشش کی اور جس طرح بھی
تلافی ممکن ہو وہ کرنے پہ آمادگی ظاہر کی اور یہ استدعا کی کہ وہ صرف ایک بات کرنے

کا اسے موقع دے خصوصاً اس لیے کہ بغیر اس سے مشورہ کیے وہ مسز گرڈباش سے کوئی معاملہ طے نہیں کر سکتا تھا اور آخر میں یہ اطلاع دی کہ اگلے اتوار کو وہ سارے دن اپنے کمرے میں انتظار کرے گا کہ شاید کوئی ایسا اشارہ مل جائے کہ یا تو وہ اس استدعا کو قبول کرنے پر آمادہ ہے یا کوئی وجہ معلوم ہو کہ باوجودیکہ وہ پختہ وعدہ کرتی ہے کہ ہر معاملہ میں اس کی مرضی کا لحاظ کرے گی اس کے باوجود وہ کیوں اس کی استدعا کو قبول نہیں کر رہی ہے۔ اس کے خط نہ تو واپس آئے اور نہ جواب آیا لیکن اتوار کو اسے ایک ایسا اشارہ جس کا مفہوم بالکل واضح تھا۔ اس دن علی الصباح کے نے دروازے کے سوراخ سے داخلے کے کمرے میں کچھ غیر معمولی ہاہمی دیکھی جس کی وجہ جلد ہی ظاہر ہو گئی۔ فرانسیسی کی ایک معلمہ ایک جرمن لڑکی مسی مونٹاگ جو بیمار سی تھی اور پیر میں ذرا لنگ تھا اب شاید مس برسٹنر کے کمرے میں منتقل ہو رہی تھی گھنٹوں وہ داخلہ کے کمرے میں ادھر سے ادھر جاتی رہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ بار بار کوئی چیز لانا بھول جاتی تھی، کبھی کوئی جانگیہ، کبھی کوئی کپڑا، کبھی کوئی کتاب جس کی وجہ سے اسے بھولی ہوئی چیز نئے کمرے میں لانے کے لیے آنا جانا پڑتا تھا۔

جس وقت مسز گرڈباش اس کے کے لیے ناشتہ لائیں اس نے پوچھا "آج داخلہ کے کمرے میں اتنی ہماہمی کیوں ہے؟ کیا اسے کسی اور دن کے لیے ملتوی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیا کمرے کی صفائی کے لیے اتوار ہی کا دن تھا؟" مسز گرڈباش نے جواب دیا "مسٹر کے، کمرہ صاف نہیں ہو رہا ہے بلکہ مس مونٹاگ مس برسٹنر کے کمرے میں منتقل ہو رہی ہیں اور وہ اپنا سامان لا رہی ہیں۔" مسز گرڈباش نے صرف اتنا کہا اور کے کے تاثر کو دیکھنے لگیں کہ آیا وہ مزید تشریح کے خواہاں ہوں گے لیکن کے نے انھیں تذبذب میں رکھا اور خاموشی سے اپنی کافی پیتا رہا اور سوچتا رہا۔ آخر اس نے مسز گرڈباش کی طرف دیکھا اور پوچھا "آپ کو پہلے مس برسٹنر

پر جو شبہ تھا وہ رفع ہوا یا نہیں ؟" مسز گرد باش جو اس سوال کی منتظر ہی تھیں ۔ اب انھوں نے اپنا ہاتھ کے کی طرف بڑھایا اور نم آلود آنکھوں سے کہا " کے صاحب ! آپ نے ایک اداردی کی بات کو اتنا سنجیدہ سمجھ لیا " میرے ذہن میں کبھی یہ خیال نہیں گزرا کہ آپ کو یا کسی اور کو ناراض کر دوں ۔ آپ اتنے دنوں سے مجھے جانتے ہیں ۔ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ پچھلے چند دنوں سے میں کتنی اذیت میں مبتلا رہی ہوں بھلا میں اپنے کرایہ دار عدلی کی برائی کر سکتی ہوں ؟ اور کے صاحب ! آپ کو یقین کیسے آیا ؟ میں آپ کو انخلا کا نوٹس کیسے دیتی ؟ آپ کو نوٹس ! " آخری الفاظ سسکیوں میں دب گئے اور مسز گرد باش نے اپنے دامن سے آنسو پونچھے اور زار و قطار رونے لگیں ۔

کے نے کہا " مسز گرد باش ۔ خدا کے لیے آپ نہ روئیں " کے نے یہ الفاظ کی کھٹر کی ... کھتے ہوئے کہے ۔ اس وقت اس کے دماغ میں مس برسٹنر کا خیال آرہا تھا اور ... اس ... ایک جب ... لڑکی کو اپنے کمرے میں ساتھ کیسے رکھا ۔ کے نے کمرے کی طرف رخ کر کے اور مسز گرد باش کو اب تک روتا ہوا پا کر کرر کہا " خدا کے لیے آپ نہ روئیں ۔ خود میرا بھی مطلب اتنی سنجیدگی کا نہ تھا ۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے سے غلط فہمی ہوئی ۔ پرانے دوستوں میں بھی ایسا ہو سکتا ہے " مسز گرد باش نے اپنا دامن چہرے سے ہٹا کر کے کو بغور دیکھا کہ آیا واقعی اس کی ناراضگی رفع ہو گئی ہے اور کے نے کہا " اچھا چھوڑیے بس اتنی سی بات تھی " اور پھر یہ اندازہ کر کے کہ مسز گرد باش کے بھتیجے کپتان نے اس سے کچھ کہا تو نہیں ہے ۔ گرد باش سے کہا " کیا آپ کو واقعی یہ یقین ہو گیا کہ میں ایک عجیب لڑکی کی وجہ سے آپ سے بگاڑ کر دوں گا ؟ " مسز گرد باش نے کہا " ٹھیک ہے ۔ ٹھیک ہے " مگر یہ مسز گرد باش کی شامت تھی کہ جیسے ہی اس کا ذہن صاف ہوا اس نے ایک بے تکی بات کہہ دی ، اس نے کہا " میں دل میں برابر

سوچتی رہی کہ مس برسٹنر کی مسٹر کے کو کیوں اتنی فکر ہے اور اس کی وجہ سے وہ کیوں مسز گروباش سے جھگڑا کرے گا جبکہ انھیں معلوم ہے کہ ایک ترش لفظ سے میری راتوں کی نیند غائب ہو جاتی ہے؟ اور میں نے مس برسٹنر کے متعلق جو کچھ کہا وہ صرف وہی تھا جو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا" کے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ باہر سے اب بھی مس مونٹاگ کے قدموں کی آواز آ رہی تھی جو دالان کے کمرے میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر لگا رہی تھی۔ کے نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا "آپ سن رہی ہیں؟" مسز گروباش نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "ہاں میں نے کہا تھا کہ میں مدد کر دوں گی اور ملازمہ کو بھی حکم دے دوں گی کہ وہ بھی مدد کر دے مگر مس مونٹاگ اتنی خود رائے ہے کہ وہ ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنا چاہتی ہے۔ مجھے مس برسٹنر پر حیرت ہے اور مجھے اکثر افسوس ہوتا ہے کہ میں نے مس مونٹاگ کو کیوں کرایہ دار بنا لیا۔ لیکن اب مس برسٹنر نے خود ہی اسے اپنے کمرے میں لے لیا ہے" کے نے اپنی کافی کی پیالی میں نیچے بیٹھی ہوئی شکر کو چمچے سے کچلتے ہوئے کہا "آپ کو اس پر پریشان نہ ہونا چاہیے۔ آپ کا کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟" مسز گروباش نے کہا "نہیں۔ دراصل مجھے اس سے خوشی ہوئی۔ مجھے ایک فاضل کمرہ مل گیا اور میں اپنے بھتیجے کپتان کو اس میں رکھ سکتی ہوں۔ مجھے یہ پریشانی تھی کہ پچھلے چند دنوں سے اس نے آپ کے آرام میں خلل ڈالا ہوگا وہ زیادہ احتیاط نہیں برتتا" کے نے اٹھ کر کہا "یہ کیا بات ہوئی؟ اس کا کوئی سوال نہیں ہے بظاہر آپ کا یہ خیال ہے کہ میں بڑا ذی حس ہوں اس لیے کہ میں مس مونٹاگ کے کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگانے کو برداشت نہیں کر سکتا۔ دیکھیے وہ اب پھر جا رہی ہے۔ شاید اس مرتبہ وہ واپس ہو رہی ہے" مسز گروباش نے بالکل بے بسی کے احساس کے ساتھ کہا "کے صاحب۔ کیا میں اس سے کہہ دوں کہ اپنا سامان منتقل کرنے کا کام کسی اور وقت کے لیے ملتوی کر رکھے؟ اگر آپ چاہیں

تو میں ابھی منع کر دوں " کے نے کہا " لیکن اسے اپنا سامان مس برسٹنر کے کمرے میں تو منتقل کرنا ہی ہے " مسز گرد باش نے ٹھیک نہیں سمجھا کہ مسٹر کے کا کیا مطلب ہے اور " ہاں " کہہ دیا ۔ کے نے کہا " تو اس صورت میں یقیناً اُسے اپنا سامان مس برسٹنر کے کمرے میں لے جانے دینا چاہیے " مسز گرد باش نے صرف اپنا سر ہلا دیا ان کی خاموش بے بسی نے جو بظاہر محض خودرائی معلوم ہوتی تھی کے کو اور زیادہ برافروختہ کیا۔ وہ کھڑکی سے دروازے تک اور دروازے سے کھڑکی تک ٹہلنے لگا ۔ اس دوران میں مسز گرد باش شاید کمرے سے باہر چلی جانا چاہتی تھیں مگر کے کی اس چہل قدمی نے ان کا راستہ روک لیا ۔

کے اب پھر دروازے پر پہنچے ہی تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی ۔ یہ ملازمہ تھی جس نے اطلاع دی کہ مس مونٹاگ ان سے ایک دو بات کرنا چاہتی ہے وہ کھانے کے کمرے میں آجائیں جہاں وہ انتظار کرے گی ۔ کے نے اس پیام کو کراہت کے ساتھ سنا اور مسز گرد باش کے خوفزدہ چہرے پر طنزیہ نظر ڈالی ۔ اس نظر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے انھیں بہت پہلے سے اس بلاوے کا انتظار ہو اور مس مونٹاگ کا یہ بلاوا اس تمام اذیت کے مطابق ہو جو پچھلے اتوار کی صبح سے مسز گرد باش کے کرایہ داروں سے اسے پہنچ رہی تھی ۔ انھوں نے ملازمہ کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ وہ ابھی آرہے ہیں اور پھر وہ اپنا کوٹ بدلنے کپڑے کی الماری کی طرف گئے اور مسز گرد باش جو مس مونٹاگ کے بے جا اصرار سے پیچ و تاب کھا رہی تھیں ان کی بات کے جواب میں بس یہی کہا کہ ناشتہ کی کشتی اٹھالے جائیں ۔ مسز گرد باش نے کہا " کیوں ؟ آپ نے تو کچھ کھایا ہی نہیں ۔ " کے نے جھنجھلا کر کہا " بہرنوع اب اسے اٹھالے جائیں " کے کو ایسا معلوم ہوا کہ مس مونٹاگ کی ہر چیز میں سازش ہے ۔ یہ بڑی اکتاہٹ کی بات تھی ۔

داخلہ کے کمرہ سے گزرتے ہوئے انھوں نے مس پرسٹز کے کمرے کے بند دروازے پر نظر ڈالی مگر یہاں انھیں بلایا نہیں گیا تھا بلکہ کھانے کے کمرے میں جس کا دروازہ انھوں نے بلا دستک دیے ہوئے فوراً کھول دیا۔

یہ ایک تنگ کمرہ تھا جس میں ایک بڑی کھڑکی تھی۔ اس میں صرف اتنی جگہ تھی کہ دروازے کے دونوں طرف دو الماریاں دبا کر رکھ دی جائیں۔ کمرے کا باقی تقریباً پورا حصہ ایک لمبی کھانے کی میز سے گھرا ہوا تھا جو دروازے سے کھڑکی تک بچھی ہوئی تھی اور آنے جانے کا بدقت راستہ تھا میز پر بہت سے آدمیوں کے لیے کھانے لگے ہوئے تھے اس لیے کہ آج اتوار کے دن زیادہ تر یہاں رہنے والے دوپہر کا کھانا یہیں کھاتے تھے۔

کے کے داخل ہونے پر مس مونٹاگ اُن سے ملنے کھڑکی کے پاس سے چل کر میز کے کنارے کنارے ان کی طرف بڑھی۔ دونوں نے اشارے سے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ پھر مس مونٹاگ نے حسب معمول سر اونچا کرکے کہا: "شاید آپ مجھے جانتے نہ ہوں؟" کے نے پیشانی پر بل ڈال کر اس کی طرف دیکھا اور کہا "بیشک میں تمھیں جانتا ہوں۔ تم تو بہت دنوں سے مسز گروباش کے ساتھ رہتی ہو۔ کیوں؟" مس مونٹاگ نے کہا "لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کو اس بورڈنگ ہاؤس کے رہنے والوں سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے" کے نے کہا: "نہیں۔" مس مونٹاگ نے کہا "آپ تشریف تو رکھیں۔" میز کے کنارے سے انھوں نے آہستہ سے دو کرسیاں کھینچ لیں اور ایک دوسرے کے مقابل بیٹھ گئے۔ لیکن مس مونٹاگ فوراً ہی پھر کھڑی ہو گئی وہ اپنا چھوٹا سا ہینڈ بیگ کھڑکی کی دہلیز پر بھول آئی تھی اور اب اسے لانے کے لیے چلی گئی۔ واپس آکر وہ ہینڈ بیگ کو آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ پر چکر دینے لگی اور کہا: "میری دوست نے آپ کو ایک پیغام بھیجا ہے۔ بس اتنی بات ہے۔ وہ خود آنا چاہتی تھیں مگر آج

ان کی طبیعت ذرا ناساز ہے۔ بہر نوع جو کچھ میں کہوں گی اس سے زیادہ وہ کچھ اور نہ کہتیں بلکہ اس کے برعکس ہیں۔ ان سے کچھ زیادہ ہی کہہ سکتی ہوں اس لیے کہ میں نسبتاً غیر جانب دار ہوں۔ آپ کا بھی یہی خیال ہے نا؟"

کے اب مس مونٹاگ کو اپنے ہونٹوں کی طرف گھورتے ہوئے دیکھ کر اکتا گیا تھا۔ بالآخر کے نے پوچھا "تو وہ بات کیا ہے؟ کیا مس برسٹنز کو مجھ سے ملنے سے انکار ہے؟" مس مونٹاگ نے کہا "ہاں یہی بات ہے۔ یا درا صل بالکل یہ بات نہیں ہے آپ نے میری دوست سے استدعا کی تھی کہ وہ خط کے ذریعے سے یا زبانی آپ سے رابطہ قایم کرے تو میری دوست کو یہ معلوم ہے کہ اس ملاقات سے زلیقین کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کے نے کہا "شکریہ" اور پھر آہستہ سے کھڑے ہو کر مس مونٹاگ پر نظر ڈالی، اور پھر میز پر اور پھر کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھا کہ مقابل کے مکان پر دھوپ پھیل رہی ہے اور دروازے کی طرف کا رُخ کیا۔ مس مونٹاگ چند قدم اس کے پیچھے چلی، جیسے اسے کے پر اعتماد نہ ہو لیکن دروازے پر پہنچ کر دونوں رک گئے اس لیے کہ دروازہ کھل گیا اور کپتان لانز داخل ہو گیا۔ اس نے ذرا سا سر جھکایا جس کا مقصد کے اور مس مونٹاگ دونوں کی طرف اشارہ کرنا تھا اور پھر مس مونٹاگ کے پاس جا کر احترام کے ساتھ اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اس کی نقل و حرکت میں طمانیت تھی اور مس مونٹاگ سے اس نے جس اخلاق کا اظہار کیا وہ اس سے بالکل مختلف تھا جو کے نے اس سے برتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بظاہر مس مونٹاگ کے سے ناراض نہ تھی، اس لیے کے کے نزدیک وہ خود کے کا کپتان سے تعارف کرانا چاہتی تھی، لیکن کے کو تعارف کی خواہش نہ تھی اور وہ کپتان یا مس مونٹاگ دونوں سے اخلاق برتنا نہیں چاہتا تھا اس لیے اس نے ان کی دست بوسی دیکھ کر یہ سمجھ لیا تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے شریک ہیں جو انتہائی لطف اور ہمدردی کا روپ بھر کر مس برسٹنز سے ملنے کی راہ میں

حائل ہو رہے ہیں۔ اس نے سرسری طور پر رخصت لے کر سیدھے اپنے کمرے کا رخ کیا لیکن کھانے کے کمرے سے مس ہونٹاگ کی ہلکی سی دبی دبی ہنسی کی آواز آئی جس سے اس کے دل میں فوراً یہ خیال آیا کہ شاید وہ کپتان اور مس مونٹاگ دونوں کو اپنے میں ڈال سکے گا اس نے چاروں طرف نظر ڈال کر یہ اطمینان کر لیا کہ پاس کے کمروں میں سے کسی سے دخل اندازی کا اندیشہ نہیں ہے۔ ہر طرف سناٹا تھا اور کھانے کے کمرے سے کچھ بڑبڑاہٹ اور باورچی خانہ کی طرف جاتے ہوئے راستہ سے مسز گرباش کی آواز کے سوا کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آ رہی ہے۔ یہ موقعہ بہترین معلوم ہوا اور کے مس برسٹنر کے کمرے کے دروازے پر گیا اور ہلکے سے دستک دی۔ جب کوئی آواز نہیں آئی تو اس نے پھر دستک دی لیکن پھر کوئی آواز نہ آئی۔ کیا وہ سو رہی ہے؟ یا اس کی طبیعت واقعی ناساز ہے؟ یا وہ یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ وہ کمرے میں موجود نہیں ہے، یہ جانتے ہوئے کہ دستک سوائے کے کے کسی اور کی اتنی آہستہ سے نہیں ہو سکتی؟ کے نے یہ خیال کر کے کہ وہ بہانہ کر رہی ہے اور زور سے دستک دی اور چونکہ دستک کا کوئی اثر نہیں ہوا اس نے احتیاط سے دروازہ کھولا۔ کمرہ خالی تھا۔ علاوہ بریں اس کمرے کو جیسا پہلے کے نے دیکھا تھا اس سے موجودہ حالت کی کوئی مناسبت نہ تھی، دیوار سے ملے ہوئے دو پلنگ پاس پاس لگے تھے۔ دروازے کے پاس تین کرسیوں پر کپڑوں اور جانگیوں کا ڈھیر تھا اور کپڑوں کی الماری چوپٹ کھلی تھی۔ مس برسٹنر بظاہر باہر گئی تھی اس وقت واقعی اسے دھکا لگا جب دروازہ پھر سے بند کرتے ہوئے اس نے کھانے کے کمرے کے کھلے ہوئے دروازے کے سامنے مس مونٹاگ اور کپتان کو کھڑے ہوئے باتیں کرتے دیکھا۔ شاید دونوں اس وقت سے برابر وہیں کھڑے تھے انھوں نے یہ قطعی ظاہر نہیں ہونے دیا کہ انھوں نے کے کو دیکھ لیا ہے بلکہ چپکے چپکے باتیں کرتے رہے لیکن کے کی نقل و حرکت کو انھوں نے اچٹتی نظروں سے دیکھا جیسے کوئی باتوں

میں منہمک ہو اور کسی گزرتے ہوئے آدمی کو دیکھے۔ باوجود اس کے اس نظر کا کے نے گہرا احساس کیا اور جس قدر تیزی سے ہو سکا وہ دیوار سے لگا لگا اپنے کمرے میں چلا گیا

چند روز بعد ایک دن شام کو کے بینک سے غلام گردش ہوتا ہوا بڑے زینے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ بینک سے چھٹی کرنے والا تقریباً آخری اہلکار تھا۔ صرف روانگی خطوط کے شعبے میں دو کلرک لیمپ کی ہلکی روشنی میں اب تک کام کر رہے تھے۔ کے نے ایک دروازے کے پیچھے سے ایک کرب آمیز کراہ سنی۔ وہ ہمیشہ اس کمرے کو کباڑ کوٹھری سمجھا کرتا تھا اگرچہ اس نے کبھی اسے کھول کر دیکھا نہ تھا۔ کراہ کی آواز سن کر وہ حیرت سے رک گیا کہ صحیح صورت معلوم کرے۔ ہر طرف خاموشی تھی لیکن ذرا دیر بعد کراہ کی پھر آواز آئی۔ پہلے اس نے سوچا کہ روانگی خطوط کے شعبے کے ایک کلرک کو بلا لے کہ شاید گواہ کی ضرورت پڑے۔ لیکن پھر اس کے تجسس کا احساس بے قابو ہو گیا اور اس نے دھڑ سے دروازہ کھول دیا۔ جیسا کہ اسے پہلے سے واقعی خیال تھا یہ دراصل کباڑ کوٹھری تھی۔ دہلیز کے پیچھے بیکار پرانے کاغذات، خالی روشنائی کی بوتلیں وغیرہ ڈھیر تھیں لیکن کمرے کے اندر تین شخص نیچی چھت ہونے کی وجہ سے جھکے ہوئے کھڑے تھے اور ایک کتابوں کی الماری سے لگی ہوئی موم بتی کی روشنی تھی۔ کے نے اضطراب کے لہجے میں دھیمی آواز

سے پوچھا " تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟" ایک شخص جو باقی دونوں کے مقابلے میں با اختیار معلوم ہوتا تھا، اس پر پہلے نظر پڑی۔ وہ ایک طرح کا سیاہ چمڑے کا لباس پہنے تھا جس سے اس کا گلا اور سینے کا بیشتر حصہ اور بازو کھلے ہوئے تھے۔ اس شخص نے کوئی جواب نہیں دیا مگر دوسرے دونوں چیخ پڑے " جناب ہمیں کوڑے مارے جائیں گے اس لیے کہ آپ نے تحقیقاتی مجسٹریٹ سے ہماری شکایت کر دی تھی۔" اب کے کو معلوم ہوا کہ یہ دونوں پہرے دار فرانز اور ولیم ہیں اور یہ کہ تیسرا آدمی انھیں مارنے کے لیے ہاتھ میں چھڑی لیے ہوئے تھا۔ کے نے ان کی طرف دیکھ کر کہا " کیوں؟ میں نے تو کبھی شکایت نہیں کی۔ صرف میرے کمرے میں جو حالات گذرے وہی بیان کیے۔ اور بہر نوع تمھارا طرزِ عمل الزام سے بالکل بری نہ تھا۔" فرانز تو اس تیسرے آدمی کے پیچھے چھپ گیا مگر ولیم نے کہا " جناب اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ ہمیں کتنی قلیل تنخواہ ملتی ہے تو آپ ہم پر اتنے ناراض نہ ہوتے۔ مجھے ایک خاندان کا بوجھ اٹھانا ہے اور فرانز شادی کرنا چاہتا ہے۔ ہر شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ جتنی ہو سکے کمائی کرے مگر محض محنت کشی سے کوئی امیر نہیں ہو جاتا چاہے رات دن محنت کرے۔ آپ کی خوبصورت قمیص کا ہمیں لالچ ہوا پہرے داروں کے لیے اس قسم کی چیز ممنوع ہے۔ ہماری غلطی ضرور ہوئی مگر یہ دستور ہے کہ جسم کا لباس پہرے داروں کی بالائی آمدنی ہے اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے اس لیے کہ جو شخص بد قسمتی سے گرفتار ہو جائے اس کے نزدیک ان چیزوں کی کیا اہمیت ہے؟ پھر بھی اگر وہ شکایت کر ہی دے تو سزا لازمی ہے۔" کے نے کہا " مجھے تو اس کا خیال بھی نہ تھا اور نہ میں نے کبھی خواہش کی کہ تمھیں سزا دی جائے۔ میں تو محض ایک اصول کی حمایت کر رہا تھا۔" ولیم نے دوسرے پہرے دار کی طرف رُخ کر کے کہا " فرانز دیکھو میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ ان صاحب نے کبھی یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ہمیں سزا دی جائے۔ اب تم دیکھو انھیں تو خبر بھی نہیں کہ سزا دی جائے گی۔" تیسرے شخص نے

کے سے کہا "آپ ان کی باتوں کا یقین نہ کیجیے۔ سزا اسی قدر منصفانہ ہے جتنی لازمی" ولیم نے کہا "آپ ان کی بات نہ سنیے۔" اتنے میں اس کے منہ پر چھڑی کی ایک کاری ضرب پڑی اور وہ بات ادھوری چھوڑ کر اپنا منہ سہلانے لگا، اور پھر کہا "ہمیں سزا صرف اس لیے مل رہی ہے کہ آپ نے ہم پر الزام لگایا۔ اگر آپ الزام نہ لگاتے تو کچھ نہ ہوتا، خواہ انھوں نے خود ہماری غلطی دیکھ لی ہوتی۔ کیا اسے انصاف کہتے ہیں۔ ہم دونوں کا اور خصوصاً میرا بطور پہرے دار کے قابل اعتماد کام کا طویل ریکارڈ ہے۔ آپ کو بھی اعتراف ہوگا کہ سرکاری نقطۂ نظر سے ہم نے آپ کی اچھی طرح حفاظت کی اور ہمیں ترقی کی بڑی امیدیں تھیں۔ یقیناً جلد ہی ہم کوڑے مارنے والے کے عہدہ پر ترقی پا جاتے جس جگہ پر یہ شخص ہے جس کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اس کی کبھی شکایت نہیں ہوئی اور یقیناً اس قسم کی شکایت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے اور جناب اب ان ساری امیدوں پر پانی پڑ گیا۔ اب ہمیں پہرے دار سے بھی ادنا درجہ کا کام دیا جائے گا۔ مزید براں ہمیں کوڑے مارے جائیں گے جو انتہائی تکلیف دہ ہے"۔ کے نے اس قمچی کو دیکھا جو کوڑے مارنے والا اپنے آگے نچا رہا تھا اور کہا "کیا ایک درخت کی پتلی شاخ کی چھڑی سے اتنی سخت تکلیف ہوتی ہے؟" ولیم نے جواب دیا "ہمیں پہلے اپنے کپڑے اتار دینا ہوں گے۔" کے نے کہا "اچھا یہ بات ہے!" اور پھر کوڑے مارنے والے کو بغور دیکھا جس کا ملاح جیسا سانولا رنگ تھا اور ایک تندرست چہرہ۔ کے نے اس سے پوچھا "کیا ان دونوں کو پٹنے سے بچانے کی کوئی صورت نہیں ہے؟" کوڑے مارنے والے نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا اور کہا "نہیں" اور پھر پہرے داروں سے کہا "کپڑے جلدی اتارو!" اور کے سے کہا "ان لوگوں نے جو کہا ہے اسے آپ سچ نہ سمجھیں۔ وہ کوڑے کے ڈر سے اتنے بدحواس ہیں کہ جو تھوڑی بہت عقل تھی وہ بھی کھو دی۔ مثلاً اس شخص نے (ولیم کی طرف اشارہ کر کے) اپنی ترقی کے امکان کے متعلق جو کچھ کہا ہے

وہ بالکل جاہل ہے۔ دیکھیے وہ کتنا موٹا ہے۔ قمچی کی پہلی ضرب تو اس کی چربی ہی میں ہضم ہو جائے گی۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ اتنا موٹا کیوں ہو گیا؟ وہ جتنے لوگوں کو گرفتار کرتا ہے ان سب کا ناشتہ ٹھونس لیتا ہے۔ کیا آپ کا ناشتہ بھی اس نے نہیں کھا لیا تھا۔؟ ٹھیک ہے۔ یہی تو میں نے آپ سے کہا تھا۔ لیکن اتنے بھولے ہوئے پیٹ کا آدمی کبھی کوڑے مارنے والا نہیں بن سکتا۔ یہ بالکل خلاف قیاس ہے۔" ولیم نے اپنی کمر کی پیٹی ڈھیلی کرتے ہوئے کہا "میرے جیسے لوگ کوڑے مارنے والے ہیں۔" کوڑے مارنے والے نے اس کی پیٹھ پر قمچی کی ضرب لگا کر جس سے اسے جھرجھری آ گئی کہا "ہرگز نہیں۔ تمہیں باتیں سننے کا مجاز نہیں ہے۔ تم اپنے کپڑے اتارو" کے نے کہا "اگر تم ان لوگوں کو چھوڑ دو تو میں تمہیں انعام دوں گا۔" اور یہ کہہ کر بغیر کوڑے مارنے والے کی طرف دیکھتے ہوئے اس لیے کہ ایسے کام نگاہیں بچا کر کرنا چاہیے اس نے جیب سے بٹوہ نکالا۔ کوڑے مارنے والے نے کہا "آپ میرے خلاف بھی شکایت کرنا چاہتے ہیں اور مجھے بھی کوڑے لگوانا چاہتے ہیں۔ نہیں، نہیں!" کے نے کہا "ذرا سوچو تو۔ اگر میں ان دونوں کو سزا دلانا چاہتا تو اب پیسے دے کر انھیں چھڑانے کی کوشش کیوں نہ کرتا۔ میں انھیں پٹنے دیتا اور باہر نکل کر دروازہ بند کر لیتا اور اپنی آنکھیں اور کان بند کر کے اپنے گھر کا راستہ لیتا۔ لیکن میں یہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ دراصل انھیں چھڑانا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ انھیں سزا دی جائے گی یا سزا کا امکان بھی ہے تو میں کبھی ان کا نام نہ لیتا۔ میں انھیں مطلق الزام نہیں دیتا۔ دراصل یہ سارا نظام اور اس کے اعلا حکام قابلِ الزام ہیں۔" پہرے داروں نے کہا "یہ ٹھیک ہے" اور اس کے ساتھ فوراً ان کی ننگی پیٹھ پر قمچی کی ضرب پڑی۔ کے نے کوڑے مارنے کی قمچی جسے وہ دوبارہ مارنے کے لیے اٹھا رہا تھا نیچے جھکا دی اور کہا کہ "اگر تم اپنے بڑے ججوں کو پیٹ رہے ہوتے تو میں کبھی آڑے نہ آتا۔

بلکہ اس نیک کام میں تمھاری اور مدد کرتا" کوڑے مارنے والے نے کہا "آپ
جو کہتے ہیں وہ معقول بات ہے مگر میں رشوت نہیں لے سکتا۔ میں یہاں لوگوں کو کوڑے
مارنے پر تعینات ہوں اور انھیں ضرور ماروں گا۔" پہرے دار فرانز جسے شاید یہ امید
تھی کہ کے کی سفارش کارگر ہو جائے گی اب خاموش رہا تھا مگر اب صرف پائجامہ
پہنے ہوئے وہ دروازے کی طرف آیا اور کے کا دامن پکڑ کر عاجزی سے کہا "اگر
آپ دونوں کے چھوڑ دینے پر اسے آمادہ نہیں کر سکتے تو کم سے کم مجھے تو چھڑا ہی
دیں۔ ولیم مجھ سے زیادہ عمر کا ہے اور مجھ سے بہت کم حساس ہے علاوہ بریں چند
سال ہوئے یہ ایک ہلکی سی کوڑے کی سزا بھگت چکا ہے لیکن مجھے اب تک ذلیل
نہیں کیا گیا تھا اور میں جو کچھ کرتا ہوں وہ ولیم کے سکھانے سے کرتا ہوں۔ وہ میرا
استاد ہے اچھی باتوں میں بھی اور بری باتوں میں بھی۔ میری بیچاری منگیتر بینک
کے دروازے پر میرا انتظار کر رہی ہے۔ میں سخت شرمندہ اور پشیمان ہوں" اس
نے اپنے آنسو کے کوٹ سے خشک کیے۔ کوڑے مارنے والے نے جھلا کر کہا "
میں اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتا اور قمچی دونوں ہاتھ سے پکڑ کر فرانز پر بھرپور
ضرب لگائی۔ ولیم کونے میں دبک گیا اور بغیر ادھر رُخ کیے چھپ کر دیکھتا رہا۔ اتنے
میں فرانز کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی جیسے کسی انسان کی نہ ہو بلکہ کسی اذیت
میں مبتلا جانور کی ہو جس سے ساری گردش گونج اٹھی اور ساری عمارت کے لوگوں
نے سن لیا ہوگا۔ کے نے چلا کر کہا "خاموش!" وہ آپے سے باہر ہو گیا اور جس طرف
سے کلرک آنے والے تھے ادھر دیکھنے لگا اور فرانز کو ایک دھکا دیا۔ بہت زور
سے نہیں مگر اتنا کافی کہ وہ بدحواس آدمی گر پڑا اور ہاتھوں سے فرش کی مٹی کھرچنے
لگا۔ لیکن اس کے باوجود فرانز کو سزا سے نجات نہیں ملی اور قمچیاں اس پر برابر
پڑتی رہیں اور وہ خاموش زمین پر پڑا تلملاتا رہا۔ اور اب دور سے ایک کلرک

آتا ہوا دکھائی دیا اور اس کے پیچھے ہی دو کلرک۔ کے نے فوراً دروازہ بند کر دیا اور قریب کی کھڑکی کی طرف جا کر باہر صحن کی طرف دیکھا اور کھڑکی کھول دی چیخ اب بند ہو گئی تھی اور کلرکوں کو قریب آنے سے روکنے کے لیے کے نے بلند آواز سے کہا "میں ہوں" کلرکوں نے جواب میں کہا "آداب عرض اسیسر صاحب! کیا کوئی حادثہ ہو گیا؟" کے نے جواب دیا "نہیں، نہیں۔ صحن میں ایک کتا بھونک رہا تھا۔" چونکہ کلرک اب بھی پیچھے نہیں ہٹے اس لیے کے نے کہا "تم لوگ جاؤ اپنا کام کرو۔" اور کسی گفتگو میں الجھنے سے بچنے کے لیے اس نے کھڑکی سے باہر جھک کر دیکھا۔ جب ذرا دیر بعد اس نے غلام گردش کی طرف پھر نظر ڈالی تو کلرک واپس جا چکے تھے۔ لیکن کے کھڑکی کے پاس ہی کھڑا رہا۔ اسے کباڑ کوٹھری میں پھر جانے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ گھر بھی نہیں جانا چاہتا تھا۔ ادھر وہ دیکھ رہا تھا وہ ایک چھوٹا سا چوکور صحن تھا جس کے چاروں طرف دفاتر تھے۔ اس وقت ساری کھڑکیوں میں اندھیرا تھا لیکن سب سے اوپر والے شیشوں میں چاند کا ہلکا عکس پڑ رہا تھا۔ کے اندھیرے میں صحن کے ایک گوشہ کی طرف گیا جہاں کئی ہتھ گاڑیاں تلے اوپر ڈھیر تھیں۔ کے کو اس کی پشیمانی تھی کہ وہ پہرے داروں کی سزا کو روک نہ سکا۔ مگر اس میں اس کا کوئی قصور نہ تھا اگر فرانز زور سے چیخا نہ ہوتا اگرچہ اسے سخت اذیت ہو رہی ہوگی مگر کسی خطرے کے وقت انسان کو اپنے اوپر قابو رکھنا چاہیے۔ اگر وہ اس زور سے چیخا نہ ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ کوڑے مارنے والے کو راضی کرنے کی وہ اور کوئی تدبیر کرتا۔ اگر اس نظام کے سارے ادنا درجہ کے اہل کار بدمعاش ہیں تو کوڑے مارنے والا جس کا کام سب سے زیادہ بہیمانہ ہے اس سے مستثنیٰ کیوں ہوگا۔ علاوہ بریں کے نے اپنے بٹوے سے جب نوٹ نکالے تھے جب تو اس کی آنکھوں میں چمک آگئی تھی۔ ظاہر بات ہے کہ اس

اپنے کام میں اور زیادہ چستی اس لیے دکھائی ہو کہ اپنی قیمت کچھ اور بڑھا سکے۔ اور کے نے خست نہ کی ہوتی۔ اسے واقعی سخت فکر تھی کہ پہرے داروں کو سزا سے بچا لے۔ چونکہ اس نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ اس عدالت کے سارے فاسد نظام کے خلاف جنگ کرے اس لیے یقیناً اس موقع پر اس کا فرض تھا کہ مداخلت کرے لیکن جس وقت فرانز نے چیخنا شروع کیا تو کسی قسم کی مداخلت ناممکن ہو گئی۔ کے کو یہ منظور نہیں تھا کہ روانگی خطوط کے کلرک اور شاید طرح طرح کے اور لوگ دوڑ پڑیں اور کباڑ کوٹھری میں ان لوگوں کی موجودگی میں آ کر اسے اچنبھے میں ڈال دیں۔

کے نے دور سے کلرکوں کی چاپ سنی اور ان کی توجہ ہٹانے کے لیے اس نے کھڑکی بند کر لی اور بڑے زینے کی طرف چلنے لگا۔ زینوں سے اترتے وقت بھی اس نے کسی لڑکی کو نہیں دیکھا جو کسی کا انتظار کر رہی ہو۔ اس لیے فرانز کی یہ کہانی کہ اس کی منگیتر اس کا انتظار کر رہی ہے۔ بالکل جھوٹی تھی اس کا مقصد صرف مزید ہمدردی حاصل کرنا تھا۔

دوسرے روز جب وہ بینک سے باہر نکلتے ہوئے کباڑ کوٹھری کی طرف سے پھر گذرا تو اس کا دروازہ کھولنے کے لیے بے قرار ہو گیا۔ ہر چیز وہاں بالکل اسی طرح تھی جیسی اس نے پچھلے دن دروازہ کھولنے پر دیکھا تھا۔ کوڑے مارنے والا اپنی قمچی لیے ہوئے اور پہرے دار کپڑے پہنے ہوئے اب بھی وہاں کھڑے تھے، کتاب کی الماری پر لگی ہوئی موم بتی بھی جل رہی تھی اور پہرے دار کے کو دیکھ کر فوراً چلا اٹھے "جناب، جناب!" کے نے فوراً دروازہ بند کر لیا وہ کلرکوں کے پاس گیا جو خاموشی سے بیٹھے ہوئے خطوط کی نقلوں کو سنبھال رہے تھے۔ اور کے کو حیرت سے دیکھا۔ کے نے حکم دیا "اس کباڑ کوٹھری کو صاف کر دو

گندگی سے ہمارا دم گھٹا جاتا ہے" کلرکوں نے کہا کہ وہ اگلے دن اسے صاف کر دیں گے۔ تھوڑی دیر وہ کلرکوں کے ساتھ بیٹھا اور کاغذات ادھر ادھر الٹے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ معائنہ کر رہا ہے اور پھر یہ دیکھ کر کہ کلرک اس سے ساتھ ہی بینک سے نہیں جائیں گے وہ خود ہی اٹھ کر گھر کی طرف چل دیا۔ بالکل تھکا ہوا اور خالی الذہن۔

چھٹا باب

کے کا چچا — لینی

ایک دن سہ پہر کو کے کا چچا کارل بوگانو کا چھوٹا سا زمیندار تھا لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ کے پہلے اس کی سرپرستی میں تھا اس لیے خاص طور پر اس کا ممنون تھا کبھی کبھی اسے رات بھر ٹھہرانا بھی ہوتا تھا۔ کے اسے عادتاً "خاندانی ڈھانچہ" کہتا تھا۔

صاحب سلامت کے بعد ہی کے کی پیش کی ہوئی کرسی پر بیٹھے بغیر اس نے کے سے کہا کہ وہ کچھ مختصر سی بات اس سے بالکل تنہائی میں کرنا چاہتا ہے اس نے اذیت کے ساتھ لعاب حلق سے اتارتے ہوئے کہا" یہ بہت ضروری ہے" کے نے فوراً کلرکوں کو باہر بھیج دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ کوئی اندر نہ آنے پائے۔ جب دونوں اکیلے ہو گئے تو کے کے چچا نے باآواز بلند کہا" ارے جوزف یہ میں کیا

سن رہا ہوں۔" وہ میز پر بیٹھ گیا اور بہت سے کاغذات بلا دیکھے ہوئے اپنے نیچے
سمیٹ لیے۔ کے نے کچھ نہیں کہا اور کھڑکی سے سڑک کے دوسری طرف نظر ڈالی اور
جہاں وہ بیٹھا تھا وہاں سے صرف ایک چھوٹا سا ٹکڑا حصہ نظر آتا تھا ایک خالی مکان
کا چھوٹا سا حصہ دو کانوں کی دو کھڑکیوں کے درمیان۔ اس کے چچا نے اپنے ہاتھ اٹھا
کر کہا "تم تو بیٹھے بیٹھے کھڑکی سے باہر کا نظارہ دیکھ رہے ہو۔ خدا کے لیے جوزف مجھے
جواب دو۔ کیا یہ صحیح ہے؟ کیا ایسا ممکن ہے؟" کے نے اپنی محویت سے چونک کر کہا
"پیارے چچا میں آپ کا مطلب مطلق نہیں سمجھا۔" چچا نے کہا "مجھے معلوم ہے تم ہمیشہ
سچ بولتے رہے ہو۔ کیا میں تمہارے ان الفاظ کو کوئی بری علامت سمجھوں؟" کے
نے نرم لہجے میں کہا "مجھے یقیناً کچھ اندازہ ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ شاید آپ نے
میرے مقدمہ کے متعلق کچھ سنا ہے۔" چچا نے سنجیدگی سے سر کو جنبش دے کر کہا "ہاں
یہی بات ہے۔ میں نے تمہارے مقدمہ کا حال سنا ہے۔" کے نے پوچھا "مگر کس سے؟"
چچا نے جواب دیا "ایرنا نے مجھے اس کے متعلق لکھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم سے وہ
زیادہ نہیں ملتی تو تم اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے جس کا مجھے افسوس ہے، تاہم اس نے
مقدمہ کی خبر سن لی۔ آج ہی صبح مجھے اس کا خط ملا اور سب سے پہلی گاڑی سے روانہ
ہو گیا۔ میں تھوڑا سا اس کا خط پڑھ کر تمہیں سناتا ہوں" وہ لکھتی ہے "میں بہت دنوں
سے جوزف سے نہیں ملی۔ پچھلے ہفتے میں بینک گئی مگر جوزف اس قدر مصروف تھے کہ میں
ان سے نہ مل سکی۔ میں نے تقریباً گھنٹہ بھر انتظار کیا اور پھر چلی آئی مجھے پیانو کا سبق
لینا تھا۔ مجھے ان سے بات کرنے کی بڑی خواہش تھی۔ انھوں نے میری سالگرہ
پر چاکلیٹ کا ایک بڑا سا بکس بھیجا۔ یہ ان کی بڑی عنایت اور شفقت تھی۔ لیکن جوزف
کے متعلق ایک اور بات ہے جس کی آپ کو اطلاع دینا چاہتی ہوں۔ جیسا میں نے لکھا ہے
میں اُن سے نہ مل سکی وہ ایک اور صاحب سے بات کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر انتظار

کے بعد میں نے ملازم سے پوچھا کہ کیا یہ ملاقات بہت دیر تک رہے گی۔ ملازم نے کہا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ گفتگو ایک مقدمہ کے بارے میں ہو رہی ہے جس کی آسمیر ھنا کو پیروی کرنا ہے۔ میں نے پوچھا کہ مقدمہ کیسا ہے؟ ملازم نے کہا کہ مقدمہ ہے اور بہت ہی سنگین قسم کا۔ مگر اس سے زیادہ اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ میرے پیارے ابا یہ بہتر ہوگا کہ جب آپ شہر آئیں تو تحقیق کر لیں اور اگر ضرورت ہو تو کسی با اثر آدمی کو بیچ میں پڑنے پر تیار کر دیں اور اگر ضرورت نہ بھی ہو جیسی کہ مجھے امید ہے کہ ضرورت نہ ہوگی تو بھی آپ کی لڑکی کو یہ موقع مل جائے گا کہ وہ پیار کر کے آپ کا خیر مقدم کرے اور یہ بڑا ہی مسرت افزا تصور ہے۔" کے کے چچا نے خط ختم کر کے اور اپنی آنکھ سے آنسو پونچھ کر کہا "بڑی اچھی لڑکی ہے" کے نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اپنی مختلف پریشانیوں میں ایرنا کو بالکل بھول گیا تھا اور چاکلیٹ کا قصہ تو اس نے محض چچا اور چچی سے بچا رکھنے کے لیے گھڑ لیا تھا۔ بالآخر چچا نے کے سے کہا "اب تم کیا کہتے ہو؟" کے نے کہا "ہاں چچا جان یہ بالکل صحیح ہے"۔ چچا نے جھلا کر کہا "صحیح! کیا صحیح ہے۔ یہ صحیح کیسے ہو سکتا ہے؟ اور یہ مقدمہ کیا ہے۔ یقیناً فوجداری کا تو نہیں ہے؟" کے نے جواب دیا "ہاں یہ فوجداری کا مقدمہ ہے۔" چچا نے بآواز بلند کہا "فوجداری کا مقدمہ سر پر ہے اور تم اطمینان سے بیٹھے ہو" چچا کی آواز اور بلند ہوتی گئی۔ کے نے کہا "جتنا ہی میں مطمئن ہوں گا اتنا ہی انجام بہتر ہوگا۔ آپ پریشان نہ ہوں" چچا نے کہا "مجھ سے پریشان نہ ہونے کی تاکید کی عجیب ہے جوزف! میرے پیارے جوزف ذرا اپنے عزیزوں اور خود اپنی نیک نامی کا تو خیال کرو، ابھی تک تم ہم سب کے لیے باعث فخر تھے اور اب تم خاندان کے لیے باعث ننگ نہیں ہو سکتے" کے نے کھڑے ہو کر کہا "لیکن چچا جان، آپ بہت زیادہ بلند آواز سے گفتگو کر رہے ہیں مجھے یقین ہے کہ ملازمین جو دروازے کے پیچھے کھڑے ہیں سب سنتے ہوں گے جب

میں پسند نہیں کرتا۔ اس لیے ہم کہیں باہر چلے چلیں جہاں میں جس حد تک ہو سکے گا آپ کے سارے سوالوں کا جواب دوں گا۔ چچا نے کہا "ٹھیک، بالکل ٹھیک، مگر جلدی کرو، جو زف جلدی۔" کے نے کہا "بس مجھے اپنی غیر موجودگی میں کام کے لیے کچھ ہدایتیں دینا ہیں" اور اس نے ٹیلیفون کر کے اپنے خاص اسسٹنٹ کو طلب کیا جو چند منٹ میں آ گیا۔ اور چند نوٹ لے کر اور کے اور چچا دونوں کو سلام کر کے رخصت ہو گیا۔ چچا نے کہا "وہ شخص تو اب چلا گیا۔ ہم بھی باہر چلیں۔" کے نے کہا "چچا جان پہلی بات ذہن نشین کرنے والی یہ ہے کہ یہ مقدمہ کسی معمولی عدالت میں نہیں ہے۔" چچا نے کہا "یہ تو اور بھی برا ہے۔" کے نے پوچھا "یہ کیوں؟" چچا نے پھر کہا "میرا مطلب ہے کہ یہ برا ہے۔" اب یہ دونوں بینک کے زینے سے آگے کھڑے تھے اور چونکہ بظاہر دربان سن رہا تھا، اس لیے کے اپنے چچا کو کھینچ کر آگے لے گیا اور اب یہ دونوں سڑک کے آنے جانے والوں اور گاڑیوں کے درمیان گم ہو گئے تھے۔ پھر چچا نے پوچھا "آخر یہ سب ہوا کیسے؟ تم نے مجھے ابھی تک لکھا کیوں نہیں؟ تمہیں معلوم ہے کہ میں جو کچھ مجھ سے بن پڑتا وہ کرتا۔ میں ایک طرح سے اب بھی تمہارا سرپرست ہوں۔ یقیناً جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکتی ہے وہ کروں گا۔ اچھا تم میرے ساتھ گاؤں چلو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اس سے بالکل بچ جاؤ گے لیکن دم لینے کا موقعہ مل جائے گا۔" کے نے کہا "اگرچہ میرا خیال ایسا نہیں مگر کوئی مضائقہ نہیں تو میں بخوشی آپ کی رائے مان لیتا ہوں۔ البتہ میرا خیال ہے کہ میرا گاؤں چلا جانا آپ کے نقطۂ نظر سے بھی مناسب نہ ہو گا۔ اس لیے کہ اس کا مطلب فرار ہو گا اور اقبالِ جرم۔ علاوہ بریں اگرچہ یہاں میں بہت مصروف ہوں تاہم میں خود اپنے مقدمہ کی پیروی زیادہ مستعدی سے کر سکتا ہوں۔" چچا نے اطمینان کا سانس لیا جیسے بالآخر دونوں کے نقطۂ نظر ہم آہنگ ہو گئے ہوں اور کہا "بالکل ٹھیک۔" کے نے کہا "تو گویا ہم دونوں

اس بات میں متفق ہو گئے۔ اب ذرا مجھے یہ بتائیے کہ سب سے پہلے کیا کرنا ہوگا؟"
چچا نے کہا "اس پر ذرا مجھے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ پیر کے پنجوں پر کھڑا ہو کر
ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا اور پھر ٹیکسی کے ڈرائیور کو ایک پتا بتایا اور کے کو بھی گھسیٹ
کر ٹیکسی میں بٹھایا اور کہا "میں تمہیں سیدھے ایڈوکیٹ ہلڈ کے پاس لے چلوں گا۔
وہ اسکول میں میرے ساتھ تھا۔ کیا سنا نہیں، صفائی کے مشیر قانونی اور غریبوں
کے وکیل کی حیثیت سے اس کی بڑی شہرت ہے۔ اچھا اب تک جو کچھ ہوا ہے وہ تفصیل
سے مجھے بتاؤ تاکہ میں یہ فیصلہ کر سکوں کہ کیا صورت ہے؟" کے نے فوراً سارا حال
بیان کرنا شروع کر دیا۔ قصہ بیان کرتے ہوئے کے نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور وہ
عمارت نظر آئی جس کی برساتی میں عدالت کا دفتر تھا اور کے نے اس کی طرف اشارہ کیا
لیکن اس اتفاقی واقعہ سے کے کے چچا نے کوئی اثر نہ لیا۔ ٹیکسی ایک تاریک مکان
کے سامنے رکی۔ اس کے چچا نے نچلی منزل کے پہلے دروازے کی گھنٹی بجائی۔ چچا نے
انتظار کرتے ہوئے مسکراہٹ میں اپنے بڑے بڑے دانت ظاہر کیے اور چپکے
سے کہا "آٹھ بجے ہیں۔ موکلوں کے آنے کا یہ وقت مناسب نہیں ہے لیکن ہلڈ کو
میرا آنا ناگوار نہ ہوگا۔" دروازے کی درز میں سے دو سیاہ آنکھیں ظاہر ہوئیں جنھوں
نے لمحہ بھر کے لیے آنے والوں کو دیکھا اور پھر غائب ہوگئیں لیکن دروازہ نہیں کھلا
کے اور اس کے چچا نے ایک دوسرے کو یقین دلایا کہ انھوں نے واقعی دو آنکھیں دیکھی
ہیں۔ کے کے چچا نے کہا "یہ شاید کوئی نئی ملازمہ ہے جو اجنبی آدمیوں سے ڈرتی ہے"
اور دروازے پر پھر دستک دی۔ دو آنکھیں پھر نمودار ہوئیں مگر اس مرتبہ ان میں
سنجیدگی تھی۔ کے کے چچا نے زور سے کہا "دروازہ کھولو" اور مٹھی سے دروازے کو
زور زور سے پیٹا اور پھر کہا "ہم ایڈوکیٹ صاحب کے دوست ہیں" ان کے پیچھے
سے ایک ہلکی سی آواز آئی "ایڈوکیٹ صاحب بیمار ہیں۔" چھوٹی سی گذرگاہ

کے دوسرے سرے پر ایک دروازہ کھل گیا تھا اور ایک شخص ڈریسنگ گاؤن پہنے
وہاں کھڑا تھا جس نے دبی آواز سے یہ اطلاع دی تھی۔ کے کا چچا جو اتنی دیر انتظار
کرنے پر برہم ہو گیا تھا جھٹکے سے مڑا اور بلند آواز سے کہا "بیمار ہیں! تم کہتے ہو کہ وہ
بیمار ہیں؟" اور تقریباً حملے کے انداز سے اس شخص کی طرف بڑھا جیسے کہ خود بیماری اس
شخص میں مجسم ہو گئی ہو۔ اس شخص نے ایڈوکیٹ کے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ
کر کے کہا "دروازہ تو کھلا ہے" اور اپنی ڈریسنگ گاؤن سمیٹ کر غائب ہو گیا۔ دروازہ
واقعی کھلا تھا اور ایک لڑکی جس کی سیاہ اور کچھ ابھری ہوئی آنکھوں کو کے نے پہچان
لیا داخلے کے کمرے میں سفید پیش بند پہنے اور ایک موم بتی ہاتھ میں لیے کھڑی تھی۔
اس لڑکی نے سلام کیا مگر کے کے چچا نے سلام کا جواب دینے کے بجائے رکھائی سے
کہا "آئندہ ذرا دروازہ کھولنے میں زیادہ چستی دکھایا کرو" اور کے جو دزدیدہ نظروں
سے لڑکی کو دیکھ رہا تھا اس سے کہا "جوزف! آجاؤ!" لڑکی نے کہا "ایڈوکیٹ صاحب
بیمار ہیں" لیکن کے کے چچا نے بلا تامل اندرونی دروازے کا رخ کیا۔ کے اب بھی
لڑکی کو گھور رہا تھا جس نے اس کی طرف پشت کر کے دروازے کی سٹکنی لگا دی۔ اس کا
چہرہ کھلونے کی طرح گول تھا۔ اس کے پیلے گال اور ٹھوڑی ہی نہیں ڈھلی ہوئی گول
تھیں، بلکہ اس کی کنپٹی اور پیشانی کے خطوط بھی گول تھے۔ کے کے چچا نے پھر زور
سے جوزف کا نام لے کر پکارا اور لڑکی سے پوچھا "کیا دل کی تکلیف ہے؟" لڑکی
نے جواب دیا "ہاں میرا یہی خیال ہے"۔ اب وہ موم بتی کو لے کر آگے بڑھ گئی تھی
اور ایک کمرے کا دروازہ کھول دیا تھا۔ ایک کونے میں جہاں ابھی تک موم بتی کی
روشنی نہیں پہنچی تھی ایک داڑھی والے چہرے نے تکیے سے سر اٹھایا۔ ایڈوکیٹ نے
پوچھا "لینی، یہ کون ہے؟" موم بتی کی روشنی میں اس کی آنکھیں چندھیا گئی
تھیں۔ کے کے چچا نے کہا "میں تمہارا پرانا دوست البرٹ ہوں۔ ایڈوکیٹ نے

پھر تکیہ پہ سر رکھ لیا وہ اپنے دوست کے سامنے اپنی اصلی حالت میں آنا چاہتا تھا اور کوئی بناوٹی صورت اختیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا "اوہو البرٹ!" کے کے چچا نے بستر کے کونے پر بیٹھ کر پوچھا "کیا واقعی تمہاری طبیعت زیادہ خراب ہے؟ مجھے تو یقین نہیں آتا۔ یہ وہی پرانی دل کی تکلیف جو پہلے کی طرح جلد جاتی رہے گی"۔ ایڈ ورکیٹ نے دھیمی آواز میں کہا "ہو سکتا ہے لیکن اس مرتبہ دورہ ہمیشہ سے زیادہ سخت ہے۔ مجھے سانس لینے میں دقت ہوتی ہے اور نیند بالکل نہیں آتی اور ہاتھ پیروں کی طاقت دن بدن ختم ہوتی جاتی ہے"۔ کے کے چچا نے کہا "میں سمجھا۔ مگر یہ تو بڑی بری خبر ہے لیکن کیا تمہاری تیمارداری ٹھیک ہو رہی ہے"۔ ایڈ ورکیٹ نے کہا "لینی میری اچھی طرح خدمت کرتی ہے وہ بڑی اچھی لڑکی ہے"۔ البرٹ نے زور سے کہا "لڑکی! اتنا کرم کرو کہ ذرا دیر کے لیے ہمیں تخلیہ میں چھوڑ دو۔ میں ایک خانگی معاملہ کے متعلق اپنے دوست سے مشورہ لینا چاہتا ہوں"۔ لڑکی جو ابھی تک مریض پر جھکی ہوئی تھی اور دیوار کی طرف کی چادر کو برابر کر رہی تھی، اس نے صرف سر کو جنبش دی اور کے کے چچا کی برہمی اور کرختگی کے بالکل برخلاف نہایت پرسکون انداز میں کہا "آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے آقا علیل ہیں۔ آپ ان سے کسی معاملہ میں مشورہ نہیں کر سکتے"۔ مگر کے کے چچا کو قدرتاً غصہ آ گیا جیسے اسے کسی نے ڈنک مار دیا ہو۔ اس نے جھلا کر کہا "ارے کمبخت..." مگر وہ اتنا برافروختہ تھا کہ اس کے الفاظ کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ لڑکی بستر کے پاس سیدھی کھڑی ہو گئی وہ مریض کے ہاتھ سہلانے لگی۔ ایڈ ورکیٹ نے بالکل لجاجت کے انداز میں کہا "آپ لینی کی موجودگی میں ہر بات کہہ سکتے ہیں"۔ کے کے چچا نے کہا "یہ معاملہ میرا ذاتی نہیں ہے"۔ ایڈ ورکیٹ نے پھر بستر پر لیٹ کر تھکی ہوئی آواز سے کہا "پھر اس کا تعلق کس سے ہے؟" اور کے کے چچا نے جواب دیا "میرے بھتیجے

کا۔ اور میں اسے ساتھ لایا ہوں" اس نے کے کو ایڈووکیٹ کے سامنے کر کے کہا "جوزف کے اسپیر"۔ مریض نے تپاک سے کہا اور ذرا مزید گرم جوشی سے کے کی طرف ہاتھ بڑھایا "آہاہ، معاف کرنا، میں نے تمھیں دیکھا نہیں تھا۔" پھر لڑکی سے کہا "لینی، اب تم چلی جاؤ"۔ اب ایڈووکیٹ نے کہا تو تم مجھ سے کیا مشورہ لینا چاہتے ہو؟ شاید یہ تمھارے مقدمہ سے متعلق ہو؟" کے کے چچا نے کہا "بیشک یہی ہے" اور پھر کے کی طرف دیکھ کر سوال کیا "تمہیں کیا پریشانی ہے؟ کے نے پوچھا "بھلا آپ کو میرے اور میرے مقدمہ کے متعلق سارا حال کیسے معلوم ہو گیا؟"

"مریض نے کہا" تمھیں معلوم ہے کہ میں ایڈووکیٹ ہوں۔ میں اس حلقہ میں رہتا سہتا ہوں جس میں مختلف قسم کے مقدمات پر بحث مباحثہ ہوتا رہتا ہے اور جو مقدمہ سب سے زیادہ قابلِ لحاظ ہوتا ہے، وہ میرے ذہن میں محفوظ رہ جاتا ہے۔ خاص کر ایسا مقدمہ جو میرے پرانے دوست کے بھتیجے سے متعلق ہو۔ یہ کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں ہے" کے نے پھر پوچھا "تو آپ اس حلقہ میں رہتے سہتے ہیں؟" ایڈووکیٹ نے کہا "ہاں" کے کے چچا نے کہا "تم تو بالکل بچوں جیسے سوال کرتے ہو"۔ ایڈووکیٹ نے کہا "اپنے ہم پیشہ لوگوں کے سوا میں اور کس سے ربط رکھوں؟" آپ سمجھ لیں کہ اس رابطہ کی وجہ سے میں اس قابل ہو جاتا ہوں کہ اپنے موکلوں کو طرح طرح کے فائدے پہنچا سکوں حتیٰ کہ ایسے طریقوں سے بھی جو قابلِ اظہار نہیں ہیں۔ قانونی عدالتوں کے میرے دلی دوست وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں جن سے مجھے بہت سی معلومات ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً ایک میرے دلی دوست اس وقت بھی آئے ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے کمرے کے ایک تاریک گوشے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کے نے حیرت زدہ ہو کر ذرا جسارت سے پوچھا "کہاں؟" موم بتی کی روشنی میں جو کے کے چچا نے اپنے سر کے اوپر کر لی تھی کے نے ایک معمر شخص کو چھوٹی سی میز کے پاس بیٹھے دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ

وہ وہاں دم سادھے بیٹھے تھے کہ کسی کو ان کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا۔
اب وہ تکلف کے ساتھ اٹھے، جیسے انھیں یہ ناگوار ہوا ہو کہ ان کی موجودگی دوسروں
پر ظاہر کر دی گئی۔ اپنے ہاتھ انھوں نے اس طرح ہلائے جیسے کوئی پرندہ اپنے پر
پھڑپھڑاتا ہو اور ہر طرح کے تعارف اور صاحب سلامت سے بیزاری ظاہر کرتے
ہوئے یہ ثابت کیا کہ وہ ان لوگوں کی گفتگو میں بالکل مخل ہونا نہیں چاہتے تھے۔
ایڈوکیٹ نے تو تبیح کرتے ہوئے کہا: "آپ نے تو ہمیں متحیر کر دیا" اور پھر اپنا ہاتھ
بڑھا کر انھیں آگے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بہت ہی آہستہ آہستہ پس و پیش کرتے ہوئے
اور وقار کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ ایڈوکیٹ نے کہا "مجھے
معاف کیجیے گا میں آپ کا تعارف کرانا تو بھول ہی گیا۔ یہ میرے دوست البرٹ
کے ہیں، یہ ان کے بھتیجے اسیلر جوزف کے ہیں اور یہ عدالت کے چیف کلرک ہیں
اپنی بات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ عدالت کے چیف کلرک کی بڑی
مہربانی ہے کہ مجھ سے ملنے آئے۔ اس ملاقات کی اہمیت کا وہی اندازہ کر سکتا ہے
جسے یہ معلوم ہو کہ عدالت کے چیف کلرک کے پاس کتنا تھکا دینے والا کام ہے۔
یہ ٹھیک ہے کہ میں نے لینی کو منع نہیں کیا کہ میرے پاس آنے سے لوگوں کو روکے
پھر بھی چاہتا تھا کہ مجھے سکون ملے کہ البرٹ صاحب آپ کی دھڑا دھڑ دستک
ہوئی اور جناب عدالت کے چیف کلرک اپنی کرسی اور میز لے کر ایک گوشے میں
چلے گئے لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں یہ موقع ہے کہ عمومی طور پر گفتگو کریں اس
لیے کہ مقدمہ کا ہم سب سے تعلق ہے اور ہم اپنے وسائل کو پھر سے مجتمع کر سکتے ہیں
پھر اس نے سر جھکا کر اور خوشامدانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے بستر کے پاس کی ایک
کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا "جناب عدالت کے چیف کلرک، تشریف رکھیں۔"
چیف کلرک نے کرسی پر بیٹھ کر اور گھڑی دیکھ کر کہا "افسوس ہے کہ میں صرف چند

منٹ اور بیٹھ سکتا ہوں۔ مجھے سرکاری کام سے ضروری جانا ہے مگر یہاں اپنے
دوست کے ایک دوست سے شناسائی کا جو موقع ملا ہے اسے کھونا نہیں چاہتا۔"
کے کے چچا نے سلام کے لیے ذرا سا سر جھکایا۔ وہ اس نئی ملاقات سے بہت خوش
ہوا لیکن طبیعتاً چونکہ وہ اظہار تشکر کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا، اس لیے عدالت کے
کلرک کے الفاظ کے جواب میں صرف ایک اضطرابی اور گھبرائی ہوئی آواز میں
قہقہہ لگایا۔ یہ ایک نفرت انگیز موقع تھا۔ عدالت کے چیف کلرک کو چونکہ اب ممتاز
حیثیت حاصل ہو گئی تھی اس لیے اسی نے گفتگو شروع کی یہی اس کا معمول تھا۔ اب
ایڈوکیٹ ہر بات غور سے سن رہا تھا اور کانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ کے کا
چچا موم بتی لیے ہوئے تھا اور اسے اپنے گھٹنے پر سنبھالے ہوئے تھا اور ایڈوکیٹ
اندیشے سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب وہ عدالت کے کلرک کی فصاحت اور
اس کے ہاتھ کی نازک جنبش میں محو ہو کر خوش ہو رہا تھا۔ کے جو بستر کی لکڑی کا سہارا
لیے کھڑا تھا شاید قصداً اسے کلرک نے بالکل نظر انداز کر دیا تھا اور محض بڑوں
کی باتیں سن رہا تھا۔ البتہ کبھی یہ سوچنے لگتا تھا کہ اس کے چچا نے لڑکی سے برا
برتاؤ کیا اور کبھی حیرت سے یہ غور کرنے لگتا تھا کہ اس نے عدالت کے چیف کلرک
کو کہیں دیکھا ہے شاید اپنی پہلی تحقیقات کے موقع پر حاضرین کی صف میں ممکن
ہے کہ اسے دھوکا ہوا ہو مگر عدالت کا چیف کلرک حاضرین کی اگلی صف کے لوگوں
میں یعنی کرخت داڑھی والے معمر لوگوں سے بالکل مل جاتا تھا۔

اس اثنا میں داخلہ کے کمرے سے ایک پلیٹ کے گرنے کی آواز آئی اور
سب چونک پڑے اور اُدھر دیکھنے لگے۔ کے نے کہا "میں جا کر دیکھتا ہوں کہ کیا
ہوا" اور یہ کہہ کر وہ خراماں خراماں اُدھر کو چلا تاکہ دوسروں کو اسے واپس بلانے
کا موقع مل جائے۔ ابھی وہ داخلہ کے کمرے میں پہنچا ہی تھا اور اندھیرے میں ٹٹول

کر راستہ تلاش کرنے کا خیال کر رہا تھا کہ ایک ہاتھ اس کے ہاتھ سے بہت چھوٹا نمودار ہوا اور جس ہاتھ سے وہ دروازے کا ہینڈل پکڑے ہوئے تھا اسے پکڑ لیا اور دروازے کو بند کر دیا۔ یہ وہی لڑکی تھی جو وہاں اس کا انتظار کر رہی تھی اور اس نے چپکے سے کہا "کچھ نہیں ہوا۔ میں نے صرف ایک پلیٹ تمھیں متوجہ کرنے کے لیے دیوار سے ٹکرائی تھی"۔ کے نے بے قرار ہو کر کہا "میں بھی تمہارا ہی خیال کر رہا تھا"۔ لڑکی نے کہا "یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ اچھا ادھر آؤ"۔ چند قدم چل کر وہ ایک دروازے پر پہنچے۔ جس کے حاشیے دبیز شیشوں کے تھے۔ دروازہ کھل گیا لڑکی نے کہا "بس یہاں"۔ یہ بظاہر ایڈوکیٹ کا دفتر تھا اور چاند کی روشنی میں یہی معلوم ہوتا تھا۔ اس کی روشنی دو بڑی کھڑکیوں کے سامنے سے چھوٹے چوکور زمین کو جگمگا رہی تھی۔ لڑکی نے ایک نقشی پشت کے سیاہ صندوق کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہاں بیٹھیے"۔ کے بیٹھ جانے کے بعد بھی کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ ایک بلند وسیع کمرہ تھا جس میں اس غربا کے وکیل کے موکل گم ہو جاتے۔ کے نے تصور کیا کہ موکل بڑی میز کی طرف دھیمے دھیمے ڈرتے ہوئے جاتے ہوں گے۔ لیکن پھر وہ یہ سب بھول گیا اور صرف لڑکی کی طرف دیکھتا رہا جو بالکل قریب بیٹھی تھی وہ بنچ کے ہتھے سے تقریباً جکڑ گیا تھا۔ لڑکی نے کہا "میرا خیال تھا کہ تم بلا میرے انتظار کے از خود آ جاؤ گے مگر مجھے تمھیں بلانا پڑا۔ یہ عجیب انداز ہے جب سے تم کمرے میں داخل ہوئے اس وقت سے برابر میری ہی طرف نظر رکھی، اور پھر بھی تم نے مجھے انتظار کرایا، پھر اس نے جلدی سے کہا جیسے وہ بڑی عجلت میں ہو "تم مجھے بس لینی کہا کرو"۔ کے نے کہا "بڑی خوشی سے لیکن میرے عجیب انداز کے متعلق یہ ہے لینی کہ اس کی توجیہ آسانی سے ہو سکتی ہے۔ اول تو میں ان بڑے لوگوں کی بکواس سن رہا تھا اور بلا کسی عذر کے ایک دم سے اٹھ کر نہیں

آسکتا تھا اور دوسرے یہ کہ میں بالکل بے دھڑک نوجوان نہیں ہوں بلکہ ذرا
شرمیلا ہوں اور یہ حقیقت ہے۔ اور تم بھی لینی ایسی نہیں معلوم ہوتی تھیں کہ بس اشارہ
پر آجاؤ۔" لینی نے بنچ کے پشت پر ہاتھ رکھ کر کے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ بات
نہیں ہے بلکہ شاید پہلے میں تمھیں اچھی نہیں لگی اور اب بھی تم مجھے پسند نہیں کرتے
ہو۔" کے نے ٹالنے کے انداز میں کہا "پسند بہت ہی کمزور لفظ ہے۔" اس نے
مسکرا کر "اوہ" کہا اور کے کے جملے اور لینی کے فیاضیہ لفظ نے لینی کا پلہ ذرا کے
سے بھاری کر دیا۔ چنانچہ کے نے تھوڑی دیر تک کچھ نہیں کہا۔ چونکہ اب وہ کمرے
کی تاریکی سے مانوس ہو چکا تھا۔ اس نے کمرے کی آرائش کی کچھ اور تفصیلات بھی
دیکھ لیں۔ اسے خاص طور پر ایک بڑی تصویر سے رغبت ہوئی جو دروازے کی
داہنی طرف ٹنگی ہوئی تھی اور وہ اسے اچھی طرح دیکھنے کے لیے جھک گیا۔ یہ ایک
ایسے شخص کی تصویر تھی جو جج کا لباس پہنے تھا اور ایک بلند شاہانہ تخت جیسی نشست
پر بیٹھا تھا اور نشست کی چاندی جیسی چمک تصویر میں نمایاں تھی۔ عجیب بات یہ بھی
کہ جج وقار کی دلجمعی سے نہیں بیٹھا تھا بلکہ اس کا بایاں ہاتھ کرسی کی پشت اور
کنارے کے بازو پر رکھا تھا اور داہنا ہاتھ خود اس کے ہاتھ پر تھا جس سے
اس نے کرسی کے دوسرے بازو کو پکڑ رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آناً فاناً تند
یا شدید غضب کے ساتھ کوئی سنگین حرکت کرنے والا یا کوئی فیصلہ سنانے والا
ہو۔ ملزم کے متعلق یہ قیاس کیا جا سکتا تھا کہ وہ کرسی کی جانب جاتے ہوئے زینہ
کے آخری سرے پر کھڑا ہوگا جو تصویر میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس پر ایک زرد رنگ
کا قالین بند کر دیا گیا ہو۔ کے نے انگلی سے تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "شاید
یہ میرا جج ہے۔" لینی نے بھی تصویر کی طرف دیکھا اور کہا "میں اسے جانتی ہوں
یہ اکثر یہاں آتا ہے۔ تصویر جوانی میں بنائی گئی ہوگی لیکن وہ اس سے مطلق

مشابہ نہ تھی اس لیے کہ وہ پستہ قد آدمی ہے، بالکل بونا سا۔ اس نے تصویر کے وقت خود کو اونچا کر لیا ہو گا وہ یہاں کے تمام لوگوں کی طرح خود پسند ہے لیکن میں بھی خود پسند ہوں اور مجھے اس سے دکھ ہوتا ہے کہ تم مجھے بالکل پسند نہیں کرتے اس بات کے جواب میں کے نے لڑکی کو اپنے بازو میں لے کر اپنے قریب گھسیٹ لیا۔ لڑکی نے خاموشی سے اپنا سر کے کے شانے پر رکھ دیا۔ کے نے پھر پوچھا۔ "اس شخص کا عہدہ کیا ہے؟" لڑکی نے جواب دیا "وہ تحقیقاتی مجسٹریٹ ہے۔" اور کے جس ہاتھ سے اسے پکڑے ہوئے تھا وہ پکڑ لیا اور اس کی انگلیوں سے کھیلنے لگی۔ کے نے بجھے ہوئے دل سے پوچھا "محض تحقیقاتی مجسٹریٹ؟" لڑکی نے کہا "اعلا حکام بالکل چھپے رہتے ہیں۔" کے نے کہا "مگر یہ تو بلند کرسی پر بیٹھا ہے؟" اور لڑکی نے اپنا سر کے کے ہاتھ پر رکھ کر کہا "بالکل فرضی بات ہے دراصل وہ باورچی خانہ کی کرسی پر بیٹھا ہے، اپنے نیچے ایک پرانا گھوڑے کا کمل رکھ لیتا ہے۔ لیکن کیا تمھیں اس مقدمے کا رنج ہے؟" کے نے جواب دیا "نہیں مطلق نہیں۔ دراصل مجھے بہت ہی کم افسوس ہے۔" لینی نے کہا "غلطی دراصل یہ نہیں ہے بلکہ یہ کہ تم بہت ضدی ہو۔ یہی میں نے سنا ہے۔" کے نے پوچھا "یہ تم سے کس نے کہا؟" کے اسے سینہ سے لگائے ہوئے تھا اور اس کے کالے گندھے ہوئے بالوں کو دیکھ رہا تھا اور اس کے جسم کی گرمی محسوس کر رہا تھا لینی نے کہا "یہ بتانا میرے لیے مناسب نہیں ہے مجھ سے نام نہ دریافت کرو بلکہ جو انتباہ دیا ہے اسے دھیان میں رکھو اور آئندہ اتنی ضد نہ کرو۔ اس عدالت کی تم مزاحمت نہیں کر سکتے۔ تمھیں اپنے قصور کا اقبال کر لینا چاہیے اور جیسے ہی پہلا موقع ہو اقبال کر لو۔ جب تک ایسا نہ کرو گے اس وقت تک ان کی گرفت سے نکلنا ممکن نہ ہو گا۔ بالکل نہیں لیکن پھر بھی تم بغیر بیرونی اثر کے کامیاب نہ ہو سکو گے مگر اس بارے میں تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں خود اس کا انتظام کر لوں گی۔" کے نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تم اس عدالت

آسکتا تھا اور دوسرے یہ کہ میں بالکل بے دھڑک نوجوان نہیں ہوں بلکہ ذرا
شرمیلا ہوں اور یہ حقیقت ہے۔ اور تم بھی لینی ایسی نہیں معلوم ہوتی تھیں کہ بس اشارے
پر آجاؤ۔" لینی نے بنچ کے پشت پر ہاتھ رکھ کر کے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ بات
نہیں ہے بلکہ شاید پہلے میں تمھیں اچھی نہیں لگی اور اب بھی تم مجھے پسند نہیں کرتے
ہو۔" کے نے ٹالنے کے انداز میں کہا "پسند بہت ہی کمزور لفظ ہے۔" اس نے
مسکرا کر "اوہ" کہا اور کے کے جملے اور لینی کے فیاضیہ لفظ نے لینی کا پلہ ذرا کے
سے بھاری کر دیا۔ چنانچہ کے نے تھوڑی دیر تک کچھ نہیں کہا۔ چونکہ اب وہ کمرے
کی تاریکی سے مانوس ہو چکا تھا۔ اس نے کمرے کی آرائش کی کچھ اور تفصیلات بھی
دیکھ لیں۔ اسے خاص طور پر ایک بڑی تصویر سے رغبت ہوئی جو دروازے کی
داہنی طرف ٹنگی ہوئی تھی اور وہ اسے اچھی طرح دیکھنے کے لیے جھک گیا۔ یہ ایک
ایسے شخص کی تصویر تھی جو جج کا لباس پہنے تھا اور ایک بلند شاہانہ تخت جیسی نشست
پر بیٹھا تھا اور نشست کی چاندی جیسی چمک تصویر میں نمایاں تھی۔ عجیب بات یہ تھی
کہ جج وقار کی دل جمعی سے نہیں بیٹھا تھا بلکہ اس کا بایاں ہاتھ کرسی کی پشت اور
کنارے کے بازو پر رکھا تھا اور داہنا ہاتھ خود اس کے ہاتھ پر تھا جس سے
اس نے کرسی کے دوسرے بازو کو پکڑ رکھا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آناً فاناً تشدد
یا شدید غضب کے ساتھ کوئی سنگین حرکت کرنے والا یا کوئی فیصلہ سنانے والا
ہو۔ ملزم کے متعلق یہ قیاس کیا جا سکتا تھا کہ وہ کرسی کی جانب جاتے ہوئے زینہ
کے آخری سرے پر کھڑا ہو گا جو تصویر میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس پر ایک زرد رنگ
کا قالین بند کر دیا گیا ہو۔ کے نے انگلی سے تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "شاید
یہ میرا جج ہے۔" لینی نے بھی تصویر کی طرف دیکھا اور کہا "میں اسے جانتی ہوں
یہ اکثر یہاں آتا ہے۔ تصویر جوانی میں بنائی گئی ہو گی لیکن وہ اس سے مطلق

مشابہ نہ تھی اس لیے کہ وہ پستہ قد آدمی ہے، بالکل بوٹا سا۔ اس نے تصویر کے وقت خود کو اونچا کر لیا ہوگا وہ یہاں کے تمام لوگوں کی طرح خود پسند ہے لیکن میں بھی خود پسند ہوں اور مجھے اس سے دکھ ہوتا ہے کہ تم مجھے بالکل پسند نہیں کرتے اس بات کے جواب میں کے نے لڑکی کو اپنے بازوؤں میں لے کر اپنے قریب گھسیٹ لیا۔ لڑکی نے خاموشی سے اپنا سر کے کے شانے پر رکھ دیا۔ کے نے پھر پوچھا "اس شخص کا عہدہ کیا ہے؟" لڑکی نے جواب دیا "وہ تحقیقاتی مجسٹریٹ ہے۔" اور کے جس ہاتھ سے اسے پکڑے ہوئے تھا وہ پکڑ لیا اور اس کی انگلیوں سے کھیلنے لگی۔ کے نے بجھے ہوئے دل سے پوچھا "محض تحقیقاتی مجسٹریٹ؟" لڑکی نے کہا "اعلا حکام بالکل چھپے رہتے ہیں۔" کے نے کہا "مگر یہ تو بلند کرسی پر بیٹھا ہے؟" اور لڑکی نے اپنا سر کے کے ہاتھ پر رکھ کر کہا "بالکل فرضی بات ہے دراصل وہ باورچی خانہ کی کرسی پر بیٹھا ہے، اپنے نیچے ایک پرانا گھوڑے کا کمبل رکھ لیتا ہے۔ لیکن کیا تمھیں اس مقدمے کا رنج ہے؟" کے نے جواب دیا "نہیں مطلق نہیں۔ دراصل مجھے بہت ہی کم افسوس ہے۔" لینی نے کہا "غلطی دراصل یہ نہیں ہے بلکہ یہ کہ تم بہت ضدی ہو۔ یہی میں نے سنا ہے۔" کے نے پوچھا "یہ تم سے کس نے کہا؟" کے اسے سینے سے لگائے ہوئے تھا اور اس کے کالے گندھے ہوئے بالوں کو دیکھ رہا تھا اور اس کے جسم کی گرمی محسوس کر رہا تھا لینی نے کہا "یہ بتانا میرے لیے مناسب نہیں ہے مجھ سے نام نہ دریافت کرو بلکہ جو انتباہ دیا ہے اسے دھیان میں رکھو اور آئندہ اتنی ضد نہ کرو۔ اس عدالت کی تم مزاحمت نہیں کر سکتے۔ تمھیں اپنے قصور کا اقبال کر لینا چاہیے اور جیسے ہی پہلا موقع ہو اقبال کر لو۔ جب تک ایسا نہ کرو گے اس وقت تک ان کی گرفت سے نکلنا ممکن نہ ہوگا۔ بالکل نہیں لیکن پھر بھی تم بغیر بیرونی امداد کے کامیاب نہ ہو سکو گے مگر اس بارے میں تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں خود اس کا انتظام کر لوں گی۔" کے نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تم اس عدالت

کے متعلق بہت کچھ جانتی ہو اور جو سازشیں وہاں چلتی ہیں" یہ کہہ کر اس نے لینی کو اٹھا کر اپنی زانو پر بٹھا لیا اس لیے کہ وہ اپنے جسم کا بہت دباؤ ڈال رہی تھی۔ لینی نے کے کے زانو پر آرام سے بیٹھ کر اپنی اسکرٹ برابر کی اور اپنا بلاؤز سیدھا کیا پھر اس نے اپنے دونوں بازو کے کی گردن میں حمایل کر لیے اور سر کو پیچھے سرکا کر اسے دیر تک دیکھتی رہی اور کہا "اب میں بڑے آرام سے ہوں" کے نے اچانک پوچھا "اگر میں قصور کا اقبال نہ کروں تو کیا تم میری مدد نہ کرو گی؟" اور اپنے جی میں حیرت سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ میں عورتوں کی بھرتی کر رہا ہوں، پہلے مس برسٹنر، پھر عدالتی کارکن کی بیوی اور اب یہ ننھی سی پیاری لڑکی جو بظاہر میرے لیے بہت شدید جذبہ رکھتی ہے وہ میرے زانو پر اس طرح بیٹھی ہے جیسے اس کے لیے یہی سب سے زیادہ مناسب جگہ ہو" لینی نے آہستہ سے اپنا سر ہلا کر کہا "نہیں۔ اس صورت میں میں تمھاری مدد نہ کر سکوں گی۔ مگر تمھیں تو میری مدد کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ تمھیں کچھ پروا نہیں ہے۔ تم اتنے ضدی ہو کہ کبھی قائل نہ ہو گے" تھوڑی دیر کے بعد اس نے پوچھا "کیا تمھاری کوئی محبوبہ بھی ہے؟" کے نے کہا "نہیں" لینی نے کہا "بے شک ہے!" کے نے کہا "اچھا ہے سہی۔ ذرا سوچو تو، میں نے تم سے کہا کہ میری کوئی محبوبہ نہیں ہے اور پھر بھی میں اس کی تصویر اپنی جیب میں لیے پھرتا ہوں" لینی کے اصرار پر کے نے اسے ایلسا کی تصویر دکھائی۔ اس تصویر کو لینی نے غور سے دیکھا اور تہ کر کے اپنے زانو پر رکھ لی۔ یہ ایلسا کی سرسری تصویر تھی جو اس کے گھاگھر رقص کے وقت لی گئی تھی جس کا وہ اکثر نائٹ کلب میں مظاہرہ کرتی تھی، اس کا سایہ پنکھے کے پردوں کی طرح اس کے چاروں طرف لہرا رہا تھا اور اس کے ہاتھ مضبوطی سے کولھے پر جمے ہوئے تھے۔ وہ اپنی ٹھوڑی اوپر اٹھائے ہوئے کسی پر ہنس رہی تھی جو تصویر میں نہیں آیا تھا۔ لینی نے کہا "یہ بہت کسی کسائی ہے" اور اس کے جسم کے

اس حصے کی طرف اشارہ کیا جہاں تسمہ خوب کسا ہوا تھا۔ لینی نے کہا "وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ وہ بڑی بے لوچ ہے مگر شاید تمہارے لیے وہ نرم ہو جاتی ہوگی۔ اس طرح کی بھاری بھرکم اور تنومند عورتیں اکثر لازمی طور پر نرم ہو جاتی ہیں لیکن کیا وہ تمہارے لیے ایثار کر سکتی ہے؟" ... نے کہا "نہیں۔ وہ نہ تو نرم ہے نہ رحم دل اور نہ میرے لیے کوئی قربانی کر سکتی ہے اور میں نے نہ اس سے رحم دلی کا مطالبہ کیا ہے نہ ایثار کا۔ دراصل میں نے اس تصویر کو کبھی اتنے غور سے نہیں دیکھا جتنے غور سے تم دیکھ رہی ہو۔" لینی نے کہا "تو گویا تمہارے دل میں ایسی زیادہ جگہ نہیں ہے وہ تمہاری محبوبہ بالکل نہیں ہے" ... کے نے جواب دیا "ہاں ٹھیک ہے"۔ لینی نے کہا "اچھا فرض کرو کہ وہ تمہاری محبوبہ نہیں ہے اور اسے کھونے پر تمہیں زیادہ دکھ نہیں ہوگا یا اسے کسی اور سے بدل لیتے ہیں، مثلاً مجھ سے" ... کے نے مسکرا کر جواب دیا "بے شک لیکن اسے ایک طرح تمہارے اوپر فوقیت حاصل ہے وہ یہ کہ میرے مقدمہ کے متعلق اسے مطلق کچھ نہیں معلوم ہے اور اگر اسے معلوم بھی ہو جائے تو وہ اس کے لیے اپنا دماغ پریشان نہ کرے۔" لینی نے کہا "یہ کوئی فوقیت نہیں ہے۔ فوقیت صرف یہی ہے تو میں ہمت نہ ہاروں گی۔ کیا اس میں کوئی جسمانی نقص بھی ہے؟" کے نے کہا "جسمانی نقص؟" لینی نے کہا "ہاں! مجھ میں ذرا سا نقص ہے یہ دیکھو" یہ کہہ کر اس نے اپنا داہنا ہاتھ آگے کیا اور اپنی بیچ کی دو انگلیاں پھیلا دیں جو ایک کھال سے جڑی ہوئی تھیں اور یہ کھال تقریباً اوپری پور تک گئی تھی اگرچہ انگلیاں چھوٹی سی تھیں۔ اندھیرے میں کے کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کیا چیز دکھانا چاہتی ہے چنانچہ لینی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی انگلیوں پر رکھ دیا تاکہ وہ محسوس کرے کے نے سارے ہاتھ کا بغور معاینہ کر کے کہا "کیا قدرت کی عجوبہ کاری ہے۔ کیسا خوبصورت ننھا سا پنجہ ہے۔" لینی فخر کے ساتھ کے کو دیکھتی رہی اور کے حیرت سے

ساتھ اس کی دو انگلیوں کو ملاتا اور الگ کرتا رہا بالآخر آہستہ سے ان کو بوسہ دیا اور چھوڑ دیا۔ لینی خوشی کے جوش میں چیخ اٹھی "اوہو! تم نے مجھے پیار کر لیا۔" وہ جلدی سے سیدھی ہو گئی اور منہ کھول کر کے زانو پر گھٹنے ٹیک دیئے۔ ککے متحیر ہو کر اسے دیکھتا رہا اور جوں ہی کہ اب وہ اتنی قریب تھی تو ککے نے ایک تلخ سیاہ مرچ جیسی بو محسوس کی۔ لینی نے ککے کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور اس پر جھک کر اس کے شانے کو دانت سے کاٹنے اور بوسہ دینے لگی اور اوپر اس کے سر کے بالوں تک پہنچ گئی۔ اس نے بار بار چیخ کر کہا "تم نے مجھے اس سے بدل لیا۔ دیکھو آخر کار تم نے اس سے مجھ کو بدل ہی لیا" عین اس وقت اس کے گھٹنے لڑکھڑائے اور ہلکی سی چیخ کے ساتھ وہ فرش پر گر پڑی۔ ککے نے اسے سنبھالنے کے لیے اپنے بازوؤں کا حلقہ کیا اور وہ خود بھی فرش پر آ رہا۔ لینی نے کہا "اب تم میرے ہو۔"

اس کے آخری الفاظ تھے "یہ دیکھو دروازے کی کنجی ہے۔ جب بھی تمہارا جی چاہے چلے آیا کرو۔" اور ککے نے رخصت ہوتے وقت بے تکے پن سے اس کے شانے کو بوسہ دیا۔ جب وہ باہر سڑک کی پٹری پر آیا تو ہلکی بارش ہو رہی تھی وہ سڑک کے بیچ میں آنا چاہتا تھا کہ شاید آخری بار کھڑکی سے لینی کی ایک جھلک دیکھ لے لیکن موٹر جو گھر کے سامنے انتظار کر رہی تھی اور جسے اپنی بدحواسی میں اس نے دیکھا نہیں تھا اس میں سے دفعتاً اس کا چچا نکل آیا اور اسے پکڑ کر مکان کے دروازے پر ڈھکیل دیا جیسے وہ کیل سے اسے وہیں جڑ دینا چاہتا ہو۔ اس نے چیخ کر کہا "لڑکے! تمہاری یہ کیا حرکت ہے! تم نے اپنا مقدمہ بری طرح خراب کر دیا۔ تم ایک گندی آوارہ لڑکی کے ساتھ تخلیہ میں چلے گئے جو یقیناً ایڈوکیٹ کی داشتہ ہے۔ ہم کئی منٹ تک بالکل خاموش بیٹھے تمہارا انتظار کرتے رہے مگر بے فائدہ بالآخر عدالت کے چیف کلرک جو اپنی خواہش سے زیادہ دیر تک ٹھہرے رہے تھے۔

انھوں نے خدا حافظ کہا اور صاف ظاہر ہوتا تھا کہ انھیں میرے متعلق بہت رنج تھا کہ وہ میری کچھ مدد نہ کر سکے اور بیچارے ایڈوکیٹ کا حال اس سے بھی بُرا تھا۔ اور اپنی شرافت کی وجہ سے انھوں نے مجھے رخصت ہوتے وقت ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ان کی موت کو قریب کر دیا یا آدمی جس کی ہمدردی پر تمھارا انحصار ہے۔ اور تم نے مجھے اپنے چچا کو گھنٹوں بارش میں منتظر رکھا۔ ذرا دیکھو میں بالکل شرابور ہو رہا ہوں۔

ساتواں باب

ایڈوکیٹ، کارخانہ، مصور

ایک روز صبح کو کھڑکی کے باہر کہرے کے دھندلکے میں برف گر رہی تھی اور کے اپنے دفتر میں بیٹھا تھا اور باوجود یکہ ابھی سویرا ہی تھا وہ بہت تکان محسوس کر رہا تھا اس نے اپنا ہاتھ میز پر رکھ لیا اور سر جھکا کر بے حس و حرکت بیٹھ گیا۔

کے کے دماغ سے اب کسی وقت اپنے مقدمہ کا خیال دور نہیں ہوتا تھا اس نے اکثر سوچا تھا کہ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اپنی صفائی میں ایک بیان لکھ کر وہ عدالت کے حوالے کر دے؟ اس بیان میں وہ اپنی زندگی کا مختصر حال لکھے گا اور جب کوئی اہم واقعہ آئے گا تو وہ اس کی تشریح کر دے گا کہ کن وجوہ سے اس نے یہ عمل کیا۔ اور یہ بھی بتا دے گا کہ اس عمل کو وہ پسند کرتا تھا یا ناپسند اور پسند اور ناپسند کے

یہ بھی بتائے گا۔ ایک ماہر قانون داں کی پیروی کے مقابلہ میں وہ خود بھی بالکل معصوم نہیں ہے اس قسم کے بیان کے مفید ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کے کو بالکل خبر نہیں تھی کہ اس معاملہ میں ایڈوکیٹ صاحب کیا کر رہے ہیں لیکن بہر نوع یہ کچھ زیادہ نہ ہوگا۔ ایک ماہ سے زیادہ ہوا جب کہ ہالڈ نے اسے بلایا تھا اور چند ہی مرتبہ کی گفتگو میں کے کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ایڈوکیٹ اس کے لیے کچھ زیادہ نہ کر سکے گا۔

ان ملاقاتوں کے سلسلہ میں ایک خوشگوار تبدیلی لینی کی وجہ سے ہوئی تھی جو ہمیشہ ایسا انتظام کرتی تھی کہ ایڈوکیٹ کی چائے ٹھیک اس وقت لائے جب کے وہاں موجود ہو۔ وہ کے کی کرسی کے پیچھے کھڑی ہو جاتی تھی اور بظاہر یہ دیکھتی رہتی تھی کہ ایڈوکیٹ کس طرح حریص لالچی کی طرح چائے پر جھک جاتا ہے اور پیالی میں چائے ڈال کر آہستہ آہستہ پینے لگتا ہے لیکن اس سارے وقت وہ آنکھ بچا کر کے کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیتی تھی۔ کمرے میں بالکل خاموشی ہوتی۔ ایڈوکیٹ چائے پیتا رہتا اور کے لینی کا ہاتھ ملتا رہتا تھا اور کبھی کبھی لینی ہمت کر کے اس کا سر سہلانے لگتی۔ چائے ختم کر کے ایڈوکیٹ پوچھتا "کیا تم اب تک کھڑی ہو؟" لینی جواب دیتی "میں اس انتظار میں تھی کہ آپ چائے ختم کرلیں تو میں برتن لے جاؤں۔" پھر کے سے ایک آخری مصافحہ ہوتا ۔۔ اور ایڈوکیٹ اپنا منہ پونچھ کر پھر کے کو لیکچر دینا شروع کر دیتا۔

کے کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ آیا ایڈوکیٹ اسے تسلی دے رہا ہے یا مایوس کر رہا ہے لیکن اس نے بہت جلد اندازہ کر لیا کہ مقدمہ کی پیروی یقیناً اچھے وکیل کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ایڈوکیٹ جو کچھ کہتا تھا وہ شاید یقیناً درست ہو لیکن اپنی اہمیت بڑھا چڑھا کر دکھانے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کہ کے کے مقدمہ کو وہ جتنا اہم بتا رہا ہے اتنا اہم مقدمہ آج تک اس کے ہاتھ میں نہیں آیا تھا صاف ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن اس کی حکام سے ذاتی ملاقات کی مسلسل شیخی بدگمانی پیدا کرتی تھی۔ کیا یہ یقینی بات تھی کہ

ان تحقیقات کو وہ کے کے فائدہ کے لیے استعمال کر رہا ہے؟ ایڈوکیٹ یہ ظاہر کرنا کبھی نہیں بھولتا تھا کہ یہ حکام ماتحت حکام تھے اس لیے یہ دوسروں پر منحصر تھے، اور ان کی ترقی کے لیے مختلف مقدمات میں ایک خاص رخ کا اختیار کرنا ضروری تھا۔ کیا اس کا امکان ہے کہ یہ حکام مقدمات میں اس قسم کا رخ پیدا کرنے کے لیے ایڈوکیٹ سے کام لیں، ایسا رخ جو یقیناً ملزم کے لیے ضرررساں ہو؟ شاید وہ ہمیشہ ایسا نہ کرتے ہوں۔ یہ قرین قیاس نہیں ہے ایسے مواقع یقیناً ہوتے ہوں گے۔ جب وہ ایڈوکیٹ کی خدمات کے عوض دو ایک فوائد حاصل کر لیتے ہوں۔ اس لیے ایڈوکیٹ کو اس کے پیشے کا وقار قایم رکھنا خود ان کے مفاد میں ہے لیکن اگر صورت حال واقعی یہی ہے تو کے کا مقدمہ کس نوعیت میں رکھا جائے جبکہ ایڈوکیٹ کا یہ کہنا ہے کہ یہ مقدمہ بہت مشکل اور بہت اہم ہے اور شروع ہی سے عدالت نے اس سے بڑی دلچسپی لی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا طرزِ عمل کیا ہوگا۔ اس کا ایک اشارہ تو اس میں مل گیا کہ پہلی دلیل ابھی تک پیش نہیں کی گئی اگرچہ مقدمہ مہینوں سے چل رہا تھا اور یہ کہ بقول ایڈوکیٹ کے ساری کارروائی ابھی ابتدائی مدارج میں تھی۔ ظاہر ہے کہ ان الفاظ کا منشا ملزم کو تھپکی دینا اور اسے بے بسی کی حالت میں رکھنا تھا کہ اچانک اسے فیصلہ سنا کر ششدر کر دیا جائے یا کم از کم یہ اعلان سنا دیا جائے کہ ابتدائی تحقیقات کا نتیجہ اس کے خلاف ہوا اور مقدمہ اعلیٰ حکام کو بھیج دیا گیا۔

کے کے لیے ذاتی طور پر مداخلت کرنا بہت ہی ضروری تھا۔ آج سردی کی صبح کو اسے انتہائی تکان کی جو حالت محسوس ہو رہی تھی جبکہ یہ سارے خیالات اس کے دماغ میں چکر لگا رہے تھے اسے لازمی طور پر یہی فیصلہ کرنا پڑا۔ شروع میں اس مقدمہ کو وہ جتنا حقیر سمجھا تھا وہ حق بجانب نہ تھا۔

صحیح طریق کار یہ ہے کہ آدمی اپنی خامیوں کی فکر میں نہ الجھا رہے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اچھی باتوں پر مضبوطی سے خیال جمالے۔ اس نقطۂ نظر سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایڈوکیٹ کے ہاتھ سے فوراً مقدمہ نکال لیا جائے۔ ایڈوکیٹ کو الگ کردینے کے بعد دلیل فوراً داخل کردی جائے گی اور افسروں پر روزانہ دباؤ ڈالا جائے گا کہ اگر ممکن ہو تو وہ اس پر توجہ کریں۔

لیکن اگرچہ کے کو یقین تھا کہ وہ یہ سب کرسکتا ہے مگر دلیل مرتب کرنے کے کام کی مشکل بے پناہ تھی۔ ابھی ہفتہ بھر سے زیادہ نہیں ہوا کہ کے کو یہ امکان نظر آیا تھا کہ وہ ذرا سے احساسِ ندامت کے ساتھ اپنی دلیل خود ہی مرتب کرسکتا ہے مگر اس میں جو مشکلات تھیں ان پر اس کی نظر کبھی نہیں گئی۔ اُسے یاد آیا کہ ایک دن سویرے جب وہ کام کے ہجوم میں دبا ہوا تھا اس نے دفعتاً سارے کاغذات الگ کردیے اور پنسل اور کاغذ اٹھا کر دلیل کا خاکہ مرتب کیا اور اسے ایڈوکیٹ کو اکسانے کے لیے اس کے حوالے کرنے کا ارادہ کرلیا مگر عین اس وقت منیجر کے کمرے کا دروازہ کھلا اور ڈپٹی منیجر قہقہہ لگاتا ہوا کمرے کے اندر آگیا۔ اس کی ہنسی دلیل کے متعلق نہ تھی۔ جس کا اسے حال نہیں معلوم تھا بلکہ ایک مضحکہ خیز قصہ کے متعلق جو اس نے ابھی شیئر بازار میں سنا تھا۔ اور جسے پوری طرح سمجھانے کے لیے نقشہ کھینچنے کی ضرورت تھی چنانچہ اس نے کے کے ہاتھ سے پنسل کاغذ جس پر وہ دلیل کا خاکہ بنانے والا تھا لے لیا اور اسی کاغذ پر جو نقشہ بنانا چاہتا تھا وہ بنا دیا۔

آج کے کے دماغ پر ندامت کے احساسات نہیں چھائے ہوئے تھے اور دلیل کو مرتب ہونا ہی تھا اگر اسے دفتر میں وقت ملا تو وہیں ترتیب دے گا ورنہ رات کو گھر پر اور اگر گھر کی راتیں کافی نہ ہوئیں تو وہ رخصت لے لے گا کسی چیز کو بیچ میں لٹکا رہنے دینا انتہائی حماقت ہے اور محض کاروباری بات نہیں بلکہ کوئی بھی معاملہ

ہو۔ کام ایسا تھا جس میں یقیناً ان تھک محنت کی ضرورت تھی۔ کسی کو ایسی بزدلی یا خوف کی طبیعت نہ رکھنی چاہیے کہ محض یہ سمجھ لے کہ ایک دلیل کا مرتب کر لینا ناممکن کام ہے۔ پھر اس نے سوچا کیا اس کو اپنی ساری توجہ اپنے کام میں لگانی چاہیے جبکہ ہر وقت ہجوم اور کام کی عجلت کا ہے اس لیے کہ سے جو ابھی آگے بڑھ رہا تھا اور خود ڈپٹی منیجر کا رقیب ہو رہا تھا اور جبکہ ایک بے شادی شدہ شخص کی حیثیت سے حصول عیش کے لیے اس کی شامیں اور راتیں کافی نہیں ہوتی تھیں کیا ایسے وقت اسے ایسے کام کو ہاتھ میں لے کر بیٹھ جانا چاہیے۔ ایک مرتبہ پھر اس کے خیالات نے اُسے اپنے اوپر ترس کھانے پر آمادہ کیا۔ تقریباً بالکل بلا ارادہ اور خیالات کی اس رو کو ختم کرنے کے لیے اس نے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی جو ملاقاتی کمرے میں سنائی دی۔ گھنٹی کا بٹن دباتے ہوئے اس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت گیارہ بجے تھے اس نے دو گھنٹے خواب کی باتوں میں ضائع کر دیے۔ یہ قیمتی وقت کا بہت بڑا حصہ تھا اور قدرتاً وہ اب بھی پہلے سے زیادہ ہی تھکا ہوا تھا۔ لیکن وقت بالکل ہی رائیگاں نہیں ہوا تھا اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا جو ممکن ہے کہ مفید ثابت ہو۔ ملازم کئی خطوط لے کر آیا اور دو ملاقاتی کارڈ ملنے والوں کے جو بڑی دیر سے انتظار کر رہے تھے۔ یہ دراصل بینک کے بہت ہی اہم مالک تھے جنھیں کسی حال میں انتظار نہیں کرانا چاہیے تھا۔ یہ لوگ ایسے نامناسب وقت میں کیوں آ گئے؟ اور دروازے کے پیچھے سے یہ بھی پوچھ سکتے ہیں کہ کے نے دن کا اتنا وقت اپنے ذاتی کام میں کیوں صرف کر دیا۔ اب تک جو ہوا تھا اس کی تکان سے اور آئندہ جو ہونے والا ہے اس کے انتظار میں کے پہلے آنے والے سے ملنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

یہ ایک زندہ دل پستہ قد آدمی تھا۔ ایک کاروبار دار جسے کے اچھی طرح سے جانتا تھا۔ اس نے کے کو ایک اہم کام کے درمیان خلل انداز ہونے پر معذرت کی

اور کے نے اپنی طرف سے اُسے اتنی دیر انتظار کرانے پر معذرت کی۔

بہرحال اس نے اپنی ہر جیب سے اعداد و شمار بھرے کاغذات نکال کر کے کی میز پر پھیلا دیے۔ مختلف اندراجات کی تشریح کی اور جلدی جلدی میں کبھی اسے جو غلطیاں نظر آئیں انھیں درست کیا اور ایک سال پہلے اس نے جو اسی طرح کا معاملہ کیا تھا وہ کے کو یاد دلایا اور اثنائے گفتگو میں یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ایک اور بینک نے اس معاملہ کے لیے بہت بہتر شرائط دیے ہیں اور پھر بے چینی سے کے کے تجربے کا انتظار کرنے لگا۔ دراصل کے نے ابتدا میں تو دلائل غور سے سنے تھے اور اس قسم کے اہم معاملہ میں اسے رغبت بھی معلوم ہوئی مگر بدقسمتی سے یہ صورت زیادہ دیر نہیں قائم رہی اور جلد ہی وہ غیر متوجہ ہو گیا اور گرچہ کارخانہ دار اپنے مطالبات جوش و خروش سے پیش کرتا رہا مگر کے صرف کبھی کبھی سر ہلا دیتا تھا اور بالآخر یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور وہ صرف کارخانہ دار کے گنجے سر کو کاغذات پر جھکے ہوئے دیکھتا رہا اور جی میں کہتا رہا کہ کب اس شخص کو احساس ہو گا کہ اس کی ساری لفاظی بالکل ضائع ہو رہی ہے۔ جب کارخانہ دار خاموش ہوا تو کے نے دراصل یہ سمجھا کہ اس وقفہ میں کے کو یہ صاف کہہ دینے کا موقع ہے کہ وہ معاملہ کی گفتگو کے لیے ٹھیک سے تیار نہیں ہے اور کارخانہ دار کے بشرے سے یہ معلوم کر کے کہ وہ معاملہ کرنے پر مصر ہے اور ہر اعتراض کا جواب دینے کے لیے تیار رہے گو یا بات چیت کا سلسلہ ابھی جاری رہے گا، کے کا دل بجھ گیا اور رخصت کی اجازت کے طور پر اپنا سر جھکا لیا اور پنسل سے کاغذ پر لکیریں کھینچنے لگا اور کبھی کبھی ٹھہر کر کسی ہندسہ کو غور سے دیکھ لیتا تھا۔ کارخانہ دار کو شبہ ہوا کہ کے اسکیم کی خامیاں تلاش کر رہا ہے یا شاید اعداد و شمار قابل اعتبار نہیں ہیں یا معاملہ طے کرنے میں یہ فیصلہ کن عناصر نہیں ہیں یا شاید اس نے کوئی بات پکڑ لی ہے۔ چنانچہ کارخانہ دار کے کے اور قریب آکر اس معاملہ

کی عام پالیسی کی تشریح کرنے لگا کے نے اپنے ہونٹ بھینچ کر کہا "معاملہ مشکل ہے اور
چوں کہ اب کاغذات جن پر وہ بحث کر سکتا تھا بند ہو چکے تھے اس لیے وہ کرسی کے
بازو کے اندر تھک کر بیٹھ گیا۔ اس دوران میں منیجر کے کمرے کا دروازہ کھلا اور ادھر
سے ڈپٹی منیجر برآمد ہوا۔ ایک دھندلی سی شکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی باریک
کپڑے میں لپٹا ہے۔ کے نے اس ہیولے سے کوئی دلچسپی نہیں لی بلکہ اس کے فوری
اثر کو دیکھا جس سے اسے بڑا اطمینان ہوا۔ کارخانہ دار ایک دم کرسی سے اٹھ بیٹھا
اور ڈپٹی منیجر کی طرف دوڑا۔ کارخانہ دار اور ڈپٹی منیجر نے ایک دوسرے سے مل کر ہاتھ
ملایا اور دونوں ساتھ کے کی میز کی طرف بڑھے۔ کارخانہ دار نے افسوس ظاہر کیا کہ
اسپیر صاحب اس کی تجاویز سے سرد مہری برت رہے ہیں جواب ڈپٹی منیجر کو دیکھ کر
پھر کاغذات پر جھک پڑے تھے۔ پھر جب یہ دونوں کے کی میز پر جھکے اور کارخانہ
دار نے اپنی اسکیم کے لیے ڈپٹی منیجر کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی تو کے کو ایسا محسوس
ہوا کہ جیسے دو بہت بڑی دیو پیکر ہستیاں اس کے سر پر اس کے لیے سودا بازی کر
رہی ہوں۔ اٹکل پچو میز پر سے ایک کاغذ اٹھایا اور اپنی ہتھیلی پر پھیلا کر اوپر اٹھایا۔
اور اپنا سر بھی اسی کی برابر اٹھایا۔ ایسا کرنے میں کوئی خاص مقصد اس کے پیش نظر نہ
تھا بلکہ یہ حرکت اس نے اس احساس کے ساتھ کی کہ یہی عمل وہ اس وقت کرے گا
جب وہ اس دلیل کو مکمل کرنے کا اہم کام ختم کرے گا جس سے اس کی پوری بریت ہو
جائے گی۔ ڈپٹی منیجر کی پوری توجہ اسی گفتگو کی طرف تھی اس نے کاغذات پر نظر ڈالی
اور بغیر پڑھے کے کے ہاتھ سے لے لیے۔ اس لیے کہ جو چیز اسپیر کو اہم معلوم ہوگی وہ
اس کے نزدیک بالکل اہم نہ ہوگی اور شکریے کے ساتھ کہا "مجھے سب باتیں پہلے ہی معلوم
ہیں" اور پھر چپکے سے انھیں میز پر پھر رکھ دیا۔ کے نے ڈپٹی منیجر کو غضبناک نظروں سے
دیکھا لیکن ڈپٹی منیجر نے اسے محسوس نہیں کیا یا اگر محسوس کیا تو اسے محض مذاق سمجھا اور

کئی بار زور سے قہقہہ لگایا۔ اس قہقہہ سے کارخانہ دار مضطرب ہوا لیکن اپنی
بچت کے لیے اس نے بھی قہقہہ لگایا اور ڈپٹی منیجر نے اسے اپنے دفتر میں بلایا کہ وہاں
باہم مل کر معاملہ طے کرلیں اور کارخانہ دار سے کہا "یہ بہت اہم تجویز ہے میں بالکل
متفق ہوں" اور کارخانہ دار ہی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "مجھے یقین ہے کہ اسپیسر
صاحب خوش ہوں اگر میں اس بوجھ کو ان سے لے لوں۔ اس معاملہ پر غور کرنے کی
ضرورت ہے اور اسپیسر صاحب آج کام کے بار سے دبے ہوئے ہیں۔ علاوہ بریں
کچھ لوگ ملاقاتی کمرے میں بڑی دیر سے ان کے منتظر ہیں"۔ کے کو اپنے اوپر اتنا
قابو تھا کہ اس نے ڈپٹی منیجر کی طرف سے رُخ پھیر کر صرف کارخانہ دار کو مسکراہٹ
کے ساتھ نظر جما کر دیکھا اور اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر ایک خوشامدی کلرک کی طرح
جھک گیا اور دونوں شخصوں کو کاغذات سمیٹ کر باتیں کرتے ہوئے جاتے اور پھر منیجر
کے کمرے میں غائب ہوتے دیکھتا رہا۔ دروازے ہی پر رک کر کارخانہ دار نے
کہا کہ وہ ابھی رخصت نہیں ہو رہا ہے بلکہ منیجر سے گفتگو کے نتیجہ سے اسپیسر صاحب
کو اطلاع دے گا اور ذرا سی ایک اور بات بھی ان سے کہے گا۔

اب کے تنہا تھا اور اس کا بالکل ارادہ کسی اور گاہک سے ملاقات کرنے
کا نہ تھا۔ چنانچہ وہ کھڑکی کی طرف گیا اور دہلیز پر بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھوں سے سٹکنی
پکڑ کر نیچے کے احاطے کی طرف دیکھا۔ برف پڑ رہی تھی اور آسمان صاف نہیں ہوا تھا۔
اسی طرح وہ دیر تک بیٹھا رہا اور جس بات کی اسے پریشانی تھی اس کا خیال
بھی نہ کیا، البتہ کبھی کبھی وہ پاس کے کمرے کی طرف دیکھ لیتا تھا جہاں غلطی سے اس نے
محسوس کیا کہ کوئی آواز آ رہی ہے۔ لیکن چونکہ کوئی اندر نہیں آیا اس لیے اسے پھر اطمینان
ہو گیا اور واش بیسن میں ٹھنڈے پانی سے اپنا منہ دھویا اور پھر سکون کے ساتھ کھڑکی پر اسی جگہ بیٹھ
گیا۔ اپنا مقدمہ خود اپنے ہاتھ میں لینے کا جو فیصلہ اس نے کیا تھا وہ اب پہلے سے زیادہ

سنگین معلوم ہونے لگا

بلا کسی خاص مقصد کے محض اپنی میز پر واپس جانے سے بچنے کے لیے اس نے کھڑکی کھولی۔ کھڑکی بڑی مشکل سے کھلی اسے دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر کھولنی پڑی۔ ویسے ہی اس بڑی کھڑکی سے کہر اور دھوئیں کا جھونکا آیا اور کمرہ جلے ہوتے کاغذ کی بدبو سے بھر گیا اور کچھ برف کے گالے بھی اندر آ گئے۔ کے کے پیچھے سے کارخانہ دار کی آواز آئی جو ڈپٹی منیجر سے گفتگو کر کے واپس آیا تھا اور کمرے میں اس طرح داخل ہوا کہ کے کو محسوس بھی نہ ہوا۔ اس نے کہا "بڑا خراب موسم ہے"۔ کے نے سر ہلا دیا اور خوفزدہ نظروں سے اس کے اٹیچی کیس کو دیکھا اور یہ ڈر ہوا کہ اب وہ سارے کاغذات نکالے گا اور کے کو اطلاع دے گا کہ گفتگو کا انداز کیا رہا۔ لیکن کارخانے دار نے کے کی نگاہ دیکھ کر صرف اٹیچی کیس کو تھپکی دی اور بغیر اسے کھولے ہوئے کہا "آپ یہ جاننا چاہتے ہوں گے کہ گفتگو کیسی رہی؟ آخری تصفیہ ہو گیا ہے جیسے کہ وہ بالکل میری جیب ہی میں ہو۔ آپ کا ڈپٹی منیجر بڑا دل کش آدمی ہے لیکن اس سے معاملہ کرنا آسان نہیں ہے"۔ یہ کہہ کر وہ ہنسا اور ہاتھ سے کے کو تھپکی دی تاکہ وہ بھی ہنسے۔ لیکن اب کے کو اس بات سے شبہ ہوا کہ اس نے کے کو کاغذات نہیں دکھائے اور اسے ہنسنے والی کوئی بات نہیں معلوم ہوتی۔ کارخانہ دار نے کہا "اسیسر صاحب۔ آج آپ پر موسم کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ آپ مضمحل معلوم ہوتے ہیں"۔ کے نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر کہا "ہاں دردِ سر اور خانگی تفکرات"۔ کارخانہ دار نے جو جلد باز آدمی تھا اور کسی کی بات خاموشی سے نہیں سن سکتا تھا کہا "ٹھیک ہے۔ ہم سب کو تفکرات پیش آتے ہیں"۔ کے نے دروازے کی طرف ایک قدم بڑھایا جیسے وہ کارخانہ دار کو رخصت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کارخانہ دار نے کہا "اسیسر صاحب ایک معمولی سی بات ہے جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اگرچہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس وقت موقع نہیں ہے کہ میں آپ کو اس سے

پریشان کروں لیکن پچھلی دو مرتبہ جب میں یہاں آیا تو کہنا بھول گیا اور اب اگر کچھ دن اور اسے نہ کہوں تو اس کی اہمیت بالکل جاتی رہے گی اور یہ افسوس کی بات ہوگی اس لیے کہ میری اطلاع شاید آپ کے مفید مطلب ہو"۔ کارخانہ دار اور قریب آگیا اور اپنی انگلی اس کے سینے پر آہستہ سے رکھ کر کہا "آپ ایک مقدمہ میں پھنسے ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟" کے نے گھبرا کر پوچھا "کیا ڈپٹی منیجر نے تم سے کہا؟" کارخانہ دار نے جواب دیا "بالکل نہیں۔ ڈپٹی منیجر کو اس کا حال کیا معلوم؟" کے نے پھر سنبھل کر پوچھا "پھر تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" کارخانہ دار نے جواب دیا "مجھے کبھی کبھی عدالت کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر میں آپ سے کہہ رہا ہوں" کے نے سر جھکا کر کہا "اتنے کثرت سے لوگ عدالت سے وابستہ معلوم ہوتے ہیں" اور کارخانہ دار کو میز کے پاس بٹھا دیا۔ اب دونوں پہلے کی طرح آمنے سامنے بیٹھے تھے اور کارخانہ دار نے گفتگو شروع کی "ہم ہمیشہ اچھے دوست رہے ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟" کے نے اپنی صبح کی بے رخی کی معذرت کرنی چاہی لیکن کارخانہ دار اسے سننے کو تیار نہ تھا اور لاٹھی اپنی بغل میں دبالی یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اسے جانے کی جلدی نہیں ہے اور گفتگو جاری رکھی "اچھا میں نے آپ کے مقدمہ کا حال ایک شخص مسمی ٹیٹوریلی سے سنا۔ یہ اس کا عرفی نام ہے۔ برسوں سے وہ وقتاً فوقتاً میرے دفتر میں آتا ہے اور اپنی بنائی ہوئی تصویریں لاتا ہے۔ اور میں اسے بطور خیرات کے کچھ دے دیتا ہوں۔ وہ قریب قریب بالکل محتاج ہے مگر اس کی تصویریں بُری نہیں ہوتیں، یہی دلدل جھاڑی وغیرہ کی۔ یہ کاروبار اسی طرح چلتا رہا اور کوئی دشواری نہیں ہوئی مگر ایک زمانے میں وہ زیادہ جلدی جلدی آنے لگا جس سے مجھے کچھ ناگواری ہوئی اور میں نے اس سے کہہ بھی دیا۔ بہرحال ہم میں بات چیت ہونے لگی اور مجھے حیرت تھی کہ وہ تصویروں کی آمدنی پر کیسے گزر کرتا ہے۔ لیکن یہ معلوم کرکے مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اس کی گزر اوقات واقعی تصویروں کے ذریعے سے ہے۔ اس نے کہا

کہ وہ ایک عدالت کے لیے کام کرتا ہے میں نے پوچھا کہ کس عدالت کے لیے تو اس نے مجھ سے اس عدالت کا ذکر کیا۔ آپ خود اپنے تجربہ سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس عدالت کے جو حالات اس نے بیان کیے اس سے مجھے کس قدر حیرت ہوئی۔ اس کے بعد سے جب کبھی وہ میرے پاس آتا ہے اس عدالت کی تازہ ترین خبریں سناتا ہے اور اس طرح مجھے اس عدالت کے طریق کار کا رفتہ رفتہ کافی علم ہو گیا۔ یہ ٹیٹو ریلی بکواس بہت کرتا ہے اور اکثر میں اسے روک دیتا ہوں اس لیے نہیں کہ وہ واقعی جھوٹا ہے بلکہ میرے جیسے کاروباری کے خود اپنے تفکرات اتنے کافی ہیں کہ اسے دوسروں کے تفکرات پر دھیان دینے کا موقعہ نہیں ملتا چنانچہ میں نے جی میں سوچا کہ یہ ٹیٹو ریلی شاید آپ کے لیے کچھ کارآمد ہو۔ وہ کئی ججوں کو جانتا ہے وہ اتنا بتا سکتا ہے کہ بااثر آدمیوں سے کس طرح رابطہ پیدا کیا جائے۔ مجھے آپ کے مقدمہ کے متعلق تشویش نہیں ہے مگر کیا آپ ٹیٹو ریلی سے جا کر ملنے کی زحمت گوارہ کریں گے؟ میری سفارش پر وہ جو کچھ بھی آپ کے لیے کر سکتا ہے ضرور کرے گا۔ بہر حال آپ جیسا مناسب سمجھیں کریں۔ یہ ہے میرا سفارشی خط۔ اور یہ ہے پتا۔"

کے نے جی میں خوش ہو کر خط لے لیا اور اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس سفارش سے اسے جتنا زیادہ سے زیادہ بھی فائدہ ہوتا اس کے مقابلہ میں یہ نقصان زیادہ ہی تھا کہ کارخانہ دار کو مقدمہ کا حال معلوم ہے اور مصور اس خبر کو مشہور کر رہا ہے۔ کارخانہ دار جو اب کمرہ سے باہر نکل رہا تھا اس کے شکریہ کے ضروری الفاظ مشکل ہی سے اس کی زبان سے نکل سکے۔ لیکن دروازہ پر اس نے کارخانہ دار سے ہاتھ ملایا اور کہا "میں اس شخص سے ملنے ضرور جاؤں گا یا خط لکھ کر اسے بلاؤں گا میں مصروف بہت ہوں۔" کارخانہ دار نے کہا "مجھے آپ پر اعتماد ہے کہ آپ ضرور بہترین حل نکال لیں گے اگرچہ میرا خیال ہے کہ آپ اپنے مقدمہ کی گفتگو کرنے کے لیے ٹیٹوریلی

جیسے شخص کو بینک میں بلانے سے احتراز کریں گے۔ علاوہ بریں یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آپ کا خط پڑے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ نے خوب غور کر لیا ہو گا کہ کیا کرنا مناسب ہے" کے نے سر ہلایا اور کارخانہ دار کے ساتھ چند قدم آگے ملاقاتی کمرے تک آیا۔ باوجود اپنے ظاہری اطمینان کے وہ خود اپنی حماقت کے تصور سے لرز گیا۔ ٹیٹوریلی کو لکھنے کا اس نے جو ارادہ ظاہر کیا تھا وہ محض یہ دکھانے کے لیے کہ کارخانہ دار کی سفارش کی اس کے دل میں وقعت ہے اور وہ مصور سے رابطہ پیدا کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کرتا لیکن کارخانہ دار نے جو خطرہ بتایا تھا اس کا بھی خیال تھا۔ کیا اس نے اپنی قوت فیصلہ اس حد تک کھو دی ہے اگر اس کے لیے یہ خیال کرنا ممکن تھا کہ ایک مشتبہ آدمی کو بینک میں بلا کر اس سے اپنے مقدمہ کے متعلق گفتگو کرے جبکہ ڈپٹی منیجر اور اس کے کمرے کے درمیان صرف ایک دروازہ حائل تھا تو کیا اس کا بھی قوی امکان نہیں ہے کہ وہ دوسرے خطرات کو بھی نظر انداز کر رہا ہے یا انھیں خطرات کو بے سوچے سمجھے مول رہا ہے اس کے آس پاس ہمیشہ کوئی آدمی متنبہ کرنے والا نہیں ہوتا اور یہی وقت ہے جب کہ اسے اپنی ساری دماغی قوت کو اپنے مقدمہ پر مرکوز کرنا تھا اور اسی وقت اسے اپنی استعداد کی بیداری پر شبہ ہو رہا ہے کیا دفتر کے کام کرنے میں اسے جو دشواری ہو رہی ہے اس کا اثر اس کے مقدمہ پر بھی پڑ رہا ہے؟ بہر نوع وہ کسی طرح یہ نہ سمجھ سکا کہ اس کے دل میں یہ خیال ہی کیسے آیا کہ وہ ٹیٹوریلی کو خط لکھ کر بینک میں بلائے۔

وہ ابھی تک اسی چکر میں تھا کہ ملازم نے اندر آ کر خبر دی کہ تین شخص ملاقاتی کمرے میں بنچ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور بڑی دیر سے کے سے ملنے کے منتظر ہیں۔ اب ملازم کی آواز سن کر یہ تینوں ایک دم کھڑے ہو گئے۔ لیکن کے نے ملازم سے اپنا اوور کوٹ لانے کے لیے کہا اور جب ملازم اسے اوور کوٹ پہنانے لگا تو اس

نے ان تینوں سے کہا " حضرات میں معافی چاہتا ہوں ۔ میرے پاس آپ لوگوں سے ملنے کا وقت نہیں ہے میں کہہ نہیں سکتا کہ میں کتنا مجبور ہوں مگر مجھے ایک بہت ضروری کام ہے اور مجھے فوراً یہاں سے چلا جانا چاہیے ۔ آپ لوگوں نے خود دیکھ لیا کہ پچھلے ملاقاتی نے میرا کتنا زیادہ وقت لیا ہے کیا آپ مہربانی کر کے ایسا کریں گے کہ کل یا اور کسی دن آ جائیں ؟ یا شاید ہم ٹیلیفون پر بات کر لیں یا پھر آپ بہت ہی مختصر الفاظ میں اپنا مقصد بتا دیں اور میں قطعی جواب بعد کو آپ کو لکھ بھیجوں ۔ حالانکہ بہتر یہی ہوگا کہ آپ کوئی اور وقت مقرر کر لیں " تینوں اصحاب ان تجاویز کو سن کر اتنے متحیر ہوئے کہ ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے اور زبان سے کچھ نہ کہہ سکے ۔ کے نے کہا " تو پھر یہ بات طے ہو گئی ؟ " اور ملازم کی طرف متوجہ ہو گیا جو اب اس کی ٹوپی لا رہا تھا ۔ کمرے کے کھلے ہوئے دروازے سے اس نے باہر کی طرف دیکھا تو برف اب اور زیادہ پڑ رہی تھی ، چنانچہ اس نے اپنے اوورکوٹ کے کالر کو اونچا کیا اور بٹن سے گردن کو اوپر تک کس لیا ۔

عین اس وقت ڈپٹی منیجر دوسرے کمرے سے برآمد ہوا اور کے کو اوورکوٹ پہنے موکلوں سے بات چیت کرتے دیکھ کر مسکرایا اور پوچھا " اسیسر صاحب کیا آپ باہر جا رہے ہیں ؟ " کے نے سیدھے کھڑے ہو کر جواب دیا ، " ہاں مجھے کام سے جانا ہے لیکن ڈپٹی منیجر موکلوں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا اور اس نے کے سے پوچھا " اور یہ موکل ؟ میرا خیال ہے کہ ان کو انتظار کرتے بہت دیر ہو چکی ہے " کے نے کہا ، " ہم نے آپس میں طے کر لیا ہے کہ کیا کرنا چاہیے " لیکن اب موکل رو کے نہیں رک سکتے تھے انھوں نے کے کو گھیر لیا اور احتجاج کیا کہ اگر ان کا کام اشد ضروری نہ ہوتا جس پر فوراً بات چیت کی تخلیہ میں ضرورت نہ ہوتی تو انھوں نے گھنٹوں انتظار نہ کیا ہوتا ۔ ڈپٹی منیجر نے منٹ دو منٹ ان سے بات کی اور

یہ دیکھتا رہا کہ کے ٹوپی ہاتھ میں لیے رک رک کر ہاتھ سے جھاڑتا رہا۔ پھر اس نے موکلوں سے کہا "حضرات اس کا بہت آسان حل ہے اگر آپ مجھ سے گفتگو کرنا پسند کریں تو میں بجائے اسپیر صاحب کے بخوشی حاضر ہوں۔ آپ کے معاملہ پر یقیناً فوراً توجہ کی ضرورت ہے ہم بھی آپ ہی کی طرح کاروباری لوگ ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کاروباری آدمی کے لیے وقت کتنا قیمتی ہوتا ہے کیا آپ مہربانی کرکے میرے ساتھ آئیں گے؟" یہ کہہ کر اس نے اس کمرے کا دروازہ کھول دیا جو خود اس کے ملاقاتی کمرے کا تھا۔

ڈپٹی منیجر کتنا ہوشیار تھا کہ کے کا جو مخصوص کام تھا اور اس نے مجبوراً چھوڑ دیا تھا اس میں دخل انداز ہو گیا لیکن کیا کے ایک اشد ضروری کام سے بھی زیادہ معاملے کو نظر انداز نہیں کر رہا تھا؟ اگرچہ وہ ایک مبہم بلکہ اسے یقین تھا کہ بالکل موہوم امید پر ایک گمنام مصور کی طرف دوڑ رہا تھا اس کے وقار کو بینک میں زبردست صدمہ پہنچا تھا۔ اس کے لیے شاید یہ بہت بہتر ہوتا کہ وہ اپنا اوور کوٹ پھر اتار دے اور دو موکل جو پاس کے کمرے میں ڈپٹی منیجر کی توجہ کا انتظار کر رہے ہیں انھیں مطمئن کر دے کے نے یقیناً یہی کیا ہوتا لیکن عین اس وقت خود ڈپٹی منیجر اس کے کمرے میں پہنچ گیا اور جو فائلیں خود اس سے متعلق تھیں انھیں ٹٹولنے لگا۔ کے سخت مشتعل ہو کر دروازے پر آ گیا اور ڈپٹی منیجر نے گھبرا کر کہا "اوہ، آپ ابھی گئے نہیں؟" اس نے کے کو غور سے دیکھا۔ اس کی پیشانی کی گہری لکیریں ضعیف العمری کا نہیں بلکہ اقتدار کا اظہار کر رہی تھیں اور وہ خود فائل کی تلاش میں لگ گیا اور کہا "میں ایک معاہدہ کی نقل تلاش کر رہا ہوں جو کارخانے کے نمائندہ کا خیال ہے کہ آپ کے کاغذات میں ہو گی۔ کیا آپ میری مدد نہیں کریں گے؟" کے ایک قدم آگے بڑھا مگر ڈپٹی منیجر نے کہا "شکریہ! مجھے نقل اب مل گئی" اور کاغذات کا ایک بھاری بلندہ جس میں مطلوبہ معاہدہ کی نقل کے علاوہ اور بھی بہت سے کاغذات تھے لے کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کے نے اپنے جی میں کہا "اس وقت تو میں اس کے برابر نہیں ہوں لیکن جب
میری ذاتی مشکلات ختم ہو جائیں گی تو سب سے پہلے اسی کو احساس ہو گا اور میں اسے مزا
بھی چکھا دوں گا" اس خیال سے ذرا تسلی پا کر کے نے ملازم کو جو بڑی دیر سے غلام گردش
کا دروازہ کھولے کھڑا تھا یہ ہدایت کی کہ کسی مناسب وقت پر منیجر کو اطلاع دے دے
کہ کے ایک کاروباری ضرورت سے باہر گیا ہے اور پھر اس بات سے خوش ہو کر
کہ اسے ایک موقع مل گیا ہے کہ وہ بالکل اپنے مقدمہ کے کام میں ذرا دیر کے لیے معروف
ہو جائے وہ بینک سے روانہ ہو گیا۔

وہ موٹر پر سوار ہو کر مصور کے مکان کے پتے پر روانہ ہو گیا۔ یہ مکان شہر کے
مضافات میں عدالت کے اجلاس کی جگہ سے بالکل دوسرے رخ پر تھا اور اس جگہ اور
زیادہ غریب لوگوں کے گھر تھے جو بالکل تاریک تھے اور سڑکیں موری کی کیچڑ سے بھری
ہوئی تھیں جو پگھلتی ہوئی برف کے اوپر سے بہہ رہا تھا۔ جس مکان میں مصور رہتا تھا اس کے
بڑے دروازے کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا اور دوسرے پٹ کے نیچے فرش میں ایک بڑا سا
سوراخ تھا جس سے ایک سخت بدبودار زرد رنگ کی سیال چیز بہ رہی تھی جس سے
گرم بھاپ نکل رہی تھی اور جس میں سے ایک چوہا کود کر دوسری نالی کی طرف بھاگ گیا
زینہ کے نیچے ایک بچہ پیٹ کے بل پڑا چیخ رہا تھا مگر دروازے کی طرف ایک ٹین کا کام
کرنے والے کی دکان کے شور میں بچے کی چیخ کی آواز دب گئی تھی۔ اس کارخانے کا
دروازہ کھلا ہوا تھا اور تین لڑکے کسی چیز کے گرد نیم حلقہ میں کھڑے ہوئے اسے ہتھوڑے
سے پیٹ رہے تھے۔ دیوار پر لٹکی ہوئی ایک بڑی ٹین کی چادر سے پیلی پیلی روشنی آ رہی
تھی جو کام کرتے ہوئے لڑکوں کے بیچ میں آ کر ان کے چہروں اور پیشبند کو چمکا رہی تھی
تیسری منزل پر پہنچ کر اسے اپنی رفتار دھیمی کرنی پڑی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔
منزلیں اور زینے دونوں غیر معمولی طور پر اونچے تھے اور مصور شاید سب سے اونچی

منزل کی برساتی میں رہتا تھا۔ فضا دم گھٹنے والی تھی ان تنگ زینوں کے لیے کوئی روشندان نہ تھا اور زینے دونوں طرف خالی دیواروں سے گھرے ہوئے تھے اور کہیں کہیں بہت اونچے پر ایک ذرا سی کھڑکی سی نظر آتی تھی جس وقت کے ذرا سانس لینے کے لیے رکا تو کئی نوجوان لڑکیاں ایک گھر میں سے دوڑ کر نکل آئیں اور قہقہہ لگاتی ہوئی کے کے پاس سے زینے پر چڑھ گئیں۔ کے نے آہستہ آہستہ ان کا پیچھا کیا اور ایک کو پکڑ لیا، جسے بظاہر ٹھوکر لگی تھی، ورنہ وہ پیچھے رہ گئی تھی اور جب وہ سب ساتھ اوپر چڑھ گئیں تو کے نے اس لڑکی سے پوچھا "کیا یہاں کوئی مصور ٹیٹوریلی نام کا رہتا ہے؟" یہ لڑکی جس کی ریڑھ کی ہڈی میں خرابی تھی اور جو بمشکل عمر میں تیرہ سال کی ہوگی، اس نے کے کو چپکے سے کہنی ماری اور جواب دیے بغیر اسے گھور کر دیکھا۔ اس نوعمری میں اسے آوارہ ہونے سے نہ اس کی ریڑھ کی ہڈی کی خرابی مانع ہوئی اور نہ اس کی کم عمری۔ وہ مسکرائی بھی نہیں اور بلا آنکھ جھپکائے ہوئے چالاک اور بے باک نظر سے کے کو گھورتی رہی۔ کے نے یہ ظاہر کیا کہ اس نے لڑکی کے رویہ کا کوئی اثر نہیں لیا اور پھر پوچھا "کیا تم مصور ٹیٹوریلی کو جانتی ہو؟" لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر پوچھا "آپ کو ٹیٹوریلی کی کیوں تلاش ہے؟" کے نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ ابھی وقت ہے کہ ٹیٹوریلی کے متعلق کچھ اور معلومات حاصل کر لے اور اس نے کہا "میں اس سے اپنی تصویر بنوانا چاہتا ہوں۔" لڑکی نے یہ الفاظ دہرائے "آپ اپنی تصویر بنوانا چاہتے ہیں؟" یہ کہہ کر اس نے اپنا منہ کھول دیا اور کے کو ہلکی سی چپت لگائی جیسے اس نے کوئی غیر معمولی، غیر متوقع یا بے تکی بات کہی ہو اور اپنے مختصر سے سکرٹ کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا اور جتنا تیز دوڑ سکتی تھی دوسری لڑکیوں کے پیچھے دوڑی۔ اگرچہ ان کی آوازیں دور جا کر مدھم ہوگئیں تھیں لیکن زینے کے اگلے ہی موڑ پر کے کو سب لڑکیاں مل گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کبڑی لڑکی نے انھیں کے کے مقصد کی

اطلاع دے دی تھی اور یہ سب انتظار کر رہی تھیں۔ یہ سب زینے کے دونوں طرف قطار باندھے کھڑی تھیں اور کے کے گزرنے کا راستہ دینے کے لیے دیوار سے چپک گئی تھیں اور اپنی اسکرٹ کو ہاتھ سے برابر کر رہی تھیں۔ ان سب کے چہروں سے دبی ہچپنا اور فریب ظاہر ہو رہا تھا جس نے یہ خیال ان کے دل میں ڈالا تھا کہ کے کو اپنے درمیان سے گزرنے دیں۔ ان لڑکیوں کی قطار اب کے کے پیچھے مل گئی اور قہقہے لگانے لگی اور آخری سرے پر کبڑی لڑکی کے کو راستہ بتانے کے لیے کھڑی تھی۔ اس کی عنایت سے کے ٹھیک دروازے کی طرف روانہ ہو گیا۔ کے نے بڑے زینے پر چڑھنے کا ارادہ کیا مگر لڑکی نے ایک بغلی زینے کی طرف اشارہ کیا جو ٹیٹوریلی کے کمرے کی طرف جاتا تھا۔ یہ زینہ بہت ہی تنگ اور لمبا تھا جس میں کوئی موڑ نہ تھا۔ اس لیے آخری سرے تک نظر آتا تھا اور یہ بالکل ٹیٹوریلی کے دروازے پر ایک دم ختم ہوتا تھا۔ باقی زینہ کے برخلاف اس کے دروازے پر ہلکی سی روشنی تھی جو دروازے کے اوپر ترچھی لگی تھی۔ دروازہ بغیر رنگے ہوئے تختوں کا تھا جس پر سرخ رنگ سے برش کی لہروں سے ٹیٹوریلی کا نام لکھا تھا۔ کے اپنی رہبر لڑکی کے ساتھ نصف زینے تک چڑھا ہو گا کہ اوپر سے کسی شخص نے جو شاید اتنے پیروں کی چاپ سن کر چوکنا ہو گیا ہو گا دروازہ کھولا اور دروازے میں ایک شخص صرف رات کی قمیص پہنے نظر آیا جس نے لڑکیوں کے ہجوم کو دیکھ کر " اوہ " کہا اور فوراً غائب ہو گیا۔ کبڑی لڑکی نے خوش ہو کر تالی بجائی اور دوسری لڑکیوں نے کے کے پیچھے ہجوم کر لیا اور اسے تیزی سے آگے بڑھنے پر اکسایا۔

ابھی وہ زینے کے آخری سرے پر چڑھ رہے تھے کہ مصور نے دروازہ چوپٹ کھول دیا اور جھک کر کے کو اندر بلایا۔ لڑکیوں کو اس نے بھگا دیا اور ایک کو بھی اندر نہ آنے دیا اگرچہ انھوں نے بڑی لجاجت کی اور اندر داخل ہونے کی کوشش کی اجازت

سے نہیں تو زبردستی۔ اکیلی کبڑی لڑکی چپکے سے اس کے بازو کے بیچ سے گھس آئی
مگر اس نے دوڑ کر پکڑ لیا اور اپنے سر کے گرد چکر دے کر نیچے دوسری لڑکیوں کے
بیچ میں پھینک دیا جو ڈری ہوئی کھڑی تھیں اور اگرچہ مصور دروازے سے ہٹ
آیا تھا مگر انھیں دہلیز کے اندر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کسے کی سمجھ میں نہ آیا کہ
یہ کیا ہو رہا ہے۔ لڑکیاں سب بے تکلف دوستانہ جذبات کے ساتھ آ رہی
تھیں۔ دروازے کے باہر لڑکیوں نے ایک دوسرے کے پیچھے گردنیں اور مختلف
مذاقیہ فقرے چلا چلا کر کہے جو کسے کی سمجھ میں نہیں آئے اور مصور نے جب کبڑی
لڑکی کو اچھال کر باہر کیا تو وہ بھی ہنس رہا تھا۔ اب اس نے دروازہ بند کر لیا
اور ایک بار پھر جھک کر کسے سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور تعارف کے
لیے کہا "میں ہی مصور ٹیوڈریلی ہوں۔" کسے نے دروازے کی طرف اشارہ کیا
جس کے پیچھے لڑکیاں کانا پھوسی کر رہی تھیں اور کہا "تم تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بہت
ہر دل عزیز ہو۔" مصور نے اپنے گریبان کا بٹن بند کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے
کہا "ارے یہ چھوکریاں!" وہ ننگے پیر تھا اور رات کی قمیص کے علاوہ صرف ایک
ڈھیلا ڈھالا پاجامہ پہنے تھے جس کے کمربند کے سرے ادھر ادھر لہرا رہے
تھے۔ اس نے کہا "یہ چھوکریاں سخت وبالِ جان ہیں وہ اپنی رات کی قمیص سے
الجھا ہوا تھا اس لیے کہ اوپر کا بٹن ٹوٹ گیا تھا اور ایک کرسی لا کر کسے سے بیٹھنے
کے لیے کہا۔ "میں نے ایک مرتبہ ایک لڑکی کی تصویر بنائی تھی ان میں سے کوئی
نہیں جنھیں آپ نے دیکھا ہے اور جب سے یہ میرے پیچھے پڑی ہیں۔ جب
میں یہاں ہوتا ہوں تو وہ میری اجازت کے بغیر اندر نہیں آ سکتیں مگر جب میں
باہر ہوتا ہوں تو ان میں سے کوئی نہ کوئی اندر آ جاتی ہے۔ انھوں نے میرے
دروازے کی کنجی بنوا لی ہے اور اسے ایک دوسرے کو دیتی رہتی ہیں۔ آپ

اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ کتنی وبالِ جان ہیں۔ مثلاً جب میں کسی خاتون کو اس کی تصویر بنانے کے لیے یہاں لاتا ہوں اور اپنی کنجی سے دروازہ کھولتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی لڑکی جیسے یہ کبڑی میز پر بیٹھی ہوئی میرے رنگ کے برش سے اپنے ہونٹ لال کر رہی ہے اور اس کی دوسری کتنی بہنیں جنھیں وہ دیکھ رہی تھی ساری جگہ پر پیر پھیلائے ہوئے کمرے کے ہر گوشے میں مسلط تھیں۔ یا جیسا کہ ابھی پچھلی رات ہی کو ہوا جو بالکل واقعہ ہے کہ میں رات کو بہت دیر سے واپس آیا اور یہی وجہ ہے کہ آپ مجھے اور اس کمرے کو ابتر حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ جس کی میں معافی چاہتا ہوں تو میں بہت دیر سے آیا اور اپنے بستر پر جانے لگا تو کسی نے میرے پیر پکڑ لیے۔ میں نے بستر کے نیچے دیکھا اور ان بلاؤں میں سے ایک کو کھینچ کر باہر لایا اگر مجھے اس تصویر خانے میں بلا کرایہ کے جگہ نہ ملی ہوتی تو میں مدت ہوئے یہاں سے چلا گیا ہوتا، عین اس وقت ایک چھوٹی سی آواز خوشامدانہ انداز میں دروازے کے پیچھے سے آئی "ٹیٹو ریلی صاحب! کیا اب ہم اندر آ سکتے ہیں؟" مصور نے کہا "نہیں" آواز پھر آئی "کیا میں بھی نہیں؟" مصور نے کہا "نہیں، تم بھی نہیں" اور دروازے کی طرف جا کر اسے مقفل کر دیا۔

اس دوران میں کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ کسی شخص کے ذہن میں یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ اس ذلیل چھوٹے سے گڈے کو تصویر خانہ کہے۔ آپ کسی رخ پر دو قدم بھی نہیں چل سکتے تھے۔ سارا کمرہ، فرش، دیواریں اور چھت محض لکڑی کے تختوں کا ایک بکس تھا۔ جس میں جگہ جگہ شگاف نظر آتے تھے۔ کمرے کے مقابل دیوار سے لگا ہوا ایک بستر تھا جس پر رنگا رنگ کے ٹکڑوں کی چادر تھی۔ کمرے کے بیچ میں تصویر بنانے کا تختہ تھا جس پر کرمچ چڑھی ہوئی تھی اور اس کے اوپر ایک قمیص تھی جس کی آستینیں فرش تک لٹک رہی تھیں۔ کمرے کے پشت پر ایک کھڑکی تھی جس

سکے اندر سے کہر کی وجہ سے ایک برف سے ڈھکے ہوئے پاس کے مکان سے آگے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

دروازے کے قفل میں کنجی لگنے کی آواز سن کر کے کو یاد آیا کہ وہ یہاں زیادہ دیر ٹھہرنے کے لیے نہیں آیا ہے۔ چنانچہ اس نے جیب سے کارخانہ دار کا خط نکالا اور مصور کو دے کر کہا "میں نے ان صاحب سے جو میرے دوست ہیں تمھارا ذکر سنا اور ان کے کہنے پر یہاں آیا ہوں" مصور نے جلدی جلدی خط پڑھا اور بستر پر ڈال دیا۔ اگر کارخانہ دار نے وضاحت کے ساتھ ٹیٹوریلی سے یہ کہہ کر اپنی شناسائی نہ ظاہر کی ہوتی کہ ٹیٹوریلی ایک غریب آدمی ہے جس کی گزر بسر کارخانہ دار کی خیرات پر ہے تو کسی کو واقعی یہ خیال ہوتا کہ ٹیٹوریلی کارخانہ دار سے واقف نہیں ہے یا کم از کم اسے یاد نہیں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے کے سے سوال کیا "کیا آپ تصویریں خریدنے آئے ہیں یا اپنی تصویر بنوانے؟" کے نے متحیر ہو کر اسے دیکھا۔ آخر خط میں کیا لکھا ہے؟ اس نے قدرتاً یہ قیاس کر لیا تھا کہ کارخانہ دار ٹیٹوریلی سے یہ کہے گا کہ وہ کسی اور مقصد سے نہیں آیا ہے بلکہ محض اپنے مقدمہ کا حال معلوم کرنے۔ اس نے اس شخص کے پاس اتنی جلد آنے میں سخت ناعاقبت اندیشی کی لیکن اسے کسی نہ کسی طرح کا معقول جواب دینا ہی تھا تو اس نے تصویر بنانے کے تختہ پر نظر ڈال کر کہا "تم اس وقت کسی تصویر پر کام کر رہے ہو؟" ٹیٹوریلی نے تصویر بنانے کے تختہ پر سے قمیص ہٹا کر اسے خط کے پاس بستر پر ڈال دیا اور کہا "ہاں، یہ ایک تصویر ہے۔ بہت اچھی تصویر مگر ابھی مکمل نہیں ہوئی۔" یہ تصویر ایک جج کی تھی۔ نیز یہ نمایاں طور پر اس تصویر سے مشابہ تھی جو اس نے ایڈوکیٹ کے گھر پر دیکھی تھی یہ ٹھیک ہے کہ یہ کوئی دوسرا جج تھا اس کی کالی گھنی ہوئی داڑھی تھی جو اس کے گالوں پر دونوں طرف پھیلی ہوئی تھی

علاوہ بریں وہ دوسری تصویر روغنی تھی اور یہ ہلکے اور مدھم طریقہ پر نیلے رنگ
سے کھینچی گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اور ہر چیز میں بہت مشابہت تھی۔ یہ جج
بھی ڈرامے کے انداز میں اپنی نشست سے اُٹھ ہی رہا تھا اور کرسی کے بازو کو مضبوطی
سے پکڑے ہوئے تھا۔ کے نے یہ کہنا چاہا "یہ تو کوئی جج ہوگا" مگر اس نے ذرا دیر کے
لیے خود کو روک لیا اور تصویر کے پاس جا کر اس کا تفصیل سے جائزہ لینے لگا۔ ایک
بڑی شکل تصویر کے بیچ میں کرسی کی اونچی پشت سے نکلی ہوئی تھی جسے کے شناخت
نہ کرسکا اور اس نے مصور سے پوچھا کہ یہ کس کی تصویر ہے۔ مصور نے جواب دیا "ابھی
اس میں کچھ کام باقی ہے۔" اور وہ میز پر سے ایک رنگین کھریا لے آیا اور اس
سے تصویر کے کچھ اور بیرونی خطوط کھینچے، مگر اب بھی کے اسے پہچان نہ سکا۔ آخر
مصور نے کہا "یہ انصاف کی تصویر ہے" کے نے کہا "اب میں نے اسے پہچان لیا
اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے اور یہ ترازو ہے لیکن تصویر کے پیروں میں پر
کیوں نہیں ہیں اور یہ پرواز نہیں کر رہی ہے؟" مصور نے جواب دیا "ٹھیک
ہے۔ لیکن مجھے ایسی ہی بنانے کی ہدایت ملی تھی۔ دراصل یہ انصاف اور فتح کی
دیوی کی ملی جلی تصویر ہے" کے نے مسکرا کر کہا "یہ تو یقیناً کوئی اچھا میل نہیں
ہے۔ انصاف کو بالکل ساکن کھڑا ہونا چاہیے۔ ورنہ ترازو لہرائے گی اور صحیح
فیصلہ ہونا ناممکن ہو جائے گا۔" مصور نے جواب دیا "مجھے اپنے گاہک کی ہدایت
کے مطابق بنانا تھا" کے اپنی بات سے مصور کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس
لیے اس نے کہا "بے شک تم نے تصویر اس طرح بنائی ہے جیسے وہ واقعی بلند
نشست پر بیٹھی ہو"۔ مصور نے جواب دیا "میں نے نہ اصل شکل دیکھی ہے اور
نہ بلند نشست۔ یہ سب محض گھڑی ہوئی بات ہے۔ مگر مجھے جیسی تصویر بنانے
کے لیے کہی گئی ویسی بنا دی" کے نے قصداً انجان بن کر پوچھا "کیا مطلب ہے بے شک

یہ ایک جج ہے جو انصاف کی کرسی پر بیٹھا ہے" مصور نے کہا "ٹھیک ہے۔
مگر یہ کسی طرح اونچے درجے کا جج نہیں ہے اور وہ اپنی ساری عمر ایسی نشست
پر نہیں بیٹھا ہے" کے نے کہا "لیکن پھر بھی تم نے اس کی تصویر بارعب شکل میں
بنائی ہے کیوں؟ وہ اس طرح بیٹھا ہے جیسے واقعی عدالت کا صدر ہو" مصور
نے کہا "ہاں یہ بڑے خود نما ہیں۔ یہ سب حضرات۔ لیکن اوپر کے افسران اجازت
دیتے ہیں کہ وہ اپنی تصویریں اس طرح کی بنوائیں۔ ان میں سے ہر ایک کو صاف
صاف ہدایت دی جاتی ہے کہ اپنی تصویر کس طرح کی بنوائیں۔ آپ اس تصویر سے
لباس اور نشست کی تفصیل نہیں معلوم کر سکتے۔ افسوس کہ ایسے کام کے لیے نیل کا رنگ
موزوں نہیں ہے" کے نے کہا "ہاں ٹھیک ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ تم نے
نیلا رنگ استعمال کیا" مصور نے کہا "میرے گاہک کی یہی خواہش تھی۔ اس کا منشا تھا
کہ تصویر ایک خاتون کی معلوم ہو" معلوم ہوتا تھا کہ تصویر دیکھ کر اسے جوش آ گیا۔ اس
نے اپنی قمیص کی آستینیں چڑھا لیں۔ کئی رنگین کھریا کے ٹکڑے اپنے ہاتھ میں لیے اور
کے کے رنگین کھریا کے باریک خطوط دیکھتے دیکھتے جج کے سر کے گرد ایک سرخی مائل
حلقہ نمایاں ہونے لگا جو تصویر کے کناروں پر پہنچ کر لمبی لمبی شعاعوں کی شکل میں ہو گیا
یہ حلقہ رفتہ رفتہ ہالہ کی شکل میں سر کے گرد ہو گیا گویا ایک امتیازی علامت کے
طور پر لیکن انصاف کی تصویر بدستور روشن رہی بجز ایک غیر محسوس سایہ کے۔ اس
روشنی سے تصویر نمایاں طور پر... آ گئی اور اس کی شکل نہ انصاف کی دیوی کی تھی
نہ فتح کی دیوی بلکہ ایک بولتی ہوئی شکار کی دیوی کی۔ کے اپنی مرضی کے خلاف
مصور کی سرگرمی کو محویت سے دیکھتا رہا اور آخر میں اپنے اوپر ملامت کی کہ وہ اتنی
دیر تک ٹھہرا رہا اور جس مقصد سے آیا تھا اس کی طرف اشارہ بھی نہ کیا۔ آخر اس
نے دفعتاً پوچھا "اس جج کا نام کیا ہے؟" مصور نے کہا "مجھے یہ بتانے کی اجازت

نہیں ہے" اور وہ تصویر پر جھک گیا اور حسین مہمان کی پذیرائی اس نے اتنے لحاظ سے کی تھی اس سے بظاہر بے اعتنا ہو گیا۔ کے نے پوچھا "میرا خیال ہے کہ تم عدالت کے معتمد ہو۔" مصور نے فوراً اپنی رنگین کھریا کے ٹکڑے رکھ دیئے اور سیدھے ہو کر اپنے ہاتھ ملے اور مسکرا کر کے کی طرف دیکھا اور کہا "آخر سچ بات سامنے آ گئی۔ آپ عدالت کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ آپ کے سفارشی خط سے معلوم ہوتا ہے لیکن آپ نے ابتداً اس طرح کی کہ میری تصویر کشی کا ذکر کر کے میری ہمدردی حاصل کر لیں۔ میں برا نہیں مانتا۔ آپ کو پتا نہیں کہ میری ہمدردی حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں۔" اس دوران میں کے نے کچھ معذرت کے الفاظ کہنا چاہے مگر اس نے جلدی سے کہا "اسے آپ معذرت نہ کریں۔ مزید برآں آپ نے یہ بالکل ٹھیک کہا کہ میں عدالت کا معتمد ہوں۔" وہ ذرا ٹھہر گیا تاکہ کے کو یہ موقع ملے کہ وہ اس بات کو ذہن نشین کر لے۔ عین اس وقت دروازے کے پیچھے لڑکیوں کی پھر آواز سنائی دی معلوم ہوتا تھا کہ وہ کنجی کے سوراخ کے سامنے جمع ہو گئیں تھیں تاکہ وہ اس سوراخ سے اور دروازے کی درازوں سے اندر دیکھ سکیں۔ کے نے معذرت کا خیال ترک کر دیا۔ اس نے پوچھا "کیا تمھاری حیثیت سرکاری طور پر تقرر کی ہے" مصور نے روکھے پن سے کہا "نہیں" گویا اس سوال سے اسے ندامت ہوئی ہے۔ لیکن کے کو فکر تھی کہ گفتگو جاری رہے تو اس نے کہا "دراصل ایسے غیر تسلیم شدہ عہدہ داروں کا سرکاری عہدہ داروں سے زیادہ اثر ہے۔" مصور نے پیشانی پر بل ڈال کر اور سر ہلا کر کہا "یہی صورت میری بھی ہے۔ کارخانہ دار نے کل مجھ سے آپ کے مقدمہ کا ذکر کیا تھا اور مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ صاحب کسی وقت میرے پاس آئیں تو۔ اور مجھے خوشی ہوئی کہ آپ اتنی جلد آ گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مقدمہ کی بڑی فکر ہے اور یہ بالکل تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیا آپ ذرا دیر

کے لیے اپنا اوور کوٹ اتار دیں گے؟" اگرچہ کے کا خیال یہاں ذرا ہی دیر ٹھہرنے
کا تھا لیکن اس استدعا سے وہ بہت خوش ہوا۔ وہ دیر سے کمرے کی فضا کو دم گھٹنے
والی محسوس کر رہا تھا۔ کئی مرتبہ اس نے حیرت سے کونے میں رکھے ہوئے ایک چھوٹے
برقی چولھے کو دیکھا تھا جو بظاہر کام نہیں کر رہا تھا پھر بھی کمرے کی امس کی وجہ اس کی
سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اس نے اپنا اوور کوٹ اتار دیا اور جیکٹ کے بٹن بھی کھول
دیے اور مصور نے معذرت کے طور پر کہا "مجھے ہلکی گرمی کی ضرورت ہے۔ یہ جگہ
بہت آرام دہ ہے۔ کیوں؟ اس بنا پر مجھے بڑا آرام ہے" کے نے اس کا کوئی جواب
نہیں دیا اس لیے کہ یہ ہلکی گرمی نہیں تھی جس سے وہ بےچین ہو رہا تھا بلکہ گھٹن اور
تکلیف کی فضا۔ کمرے میں مدت سے ہوا کا گذر نہ ہوا ہوگا۔ اس کی بےچینی اس وقت
بڑھ گئی جب مصور نے اس سے پلنگ پر بیٹھنے کی استدعا کی اور وہ خود کمرے کی تنہا
کرسی پر بیٹھ گیا جو تصویر بنانے کے تختے کے پاس تھی۔ کے بالکل پلنگ کے کنارے
بیٹھ گیا اور کنارے بیٹھنے کی وجہ مصور نے غلط سمجھی چنانچہ اس نے اصرار کیا کہ آرام سے
بیٹھیے اور واقعی نارضامند کے کو ڈھکیل کر پلنگ کی چادروں اور تکیوں کے بیچ میں بٹھا
دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی کرسی پر واپس گیا اور کے سے اپنا پہلا سنجیدگی کا سوال پوچھا
جس نے کے کو اور سب کچھ بھلا دیا۔ اس نے پوچھا "کیا آپ بے قصور ہیں؟" کے
نے کہا "ہاں" اور اس سوال کا جواب دینے میں اسے بڑی مسرت ہوئی خصوصاً اس
لیے کہ وہ ایک غیر سرکاری آدمی کو جواب دے رہا تھا اور اس لیے کسی برے نتیجہ
کا اندیشہ نہ تھا۔ ابھی کسی شخص نے اس سے ایسا صاف سوال نہیں کیا تھا۔ اپنی مسرت
کا مزید لطف لینے کے لیے اسے مزید کہا "میں قطعی بے قصور ہوں" مصور نے اپنا
سر جھکا لیا جیسے وہ غور کر رہا ہو اور پھر سر اٹھا کر کہا "یہ بات ہے۔ اگر آپ بے قصور
ہیں تو معاملہ بہت آسان ہے" کے کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ

یہ عدالت کا معتمد ہے لیکن باتیں بچوں جیسی جہالت کی کرتا ہے۔ کے نے کہا "میری بے قصوری سے معاملہ آسان نہیں ہوتا۔ مجھے بے شمار باریکیوں کے خلاف لڑنا ہے جن میں عدالت یقیناً الجھ کر رہ جائے گی۔ اور بالآخر بلا کسی بنیاد کے الزامات کا ایک بھاری پلندہ میرے سر پر لاد دیا جائے گا" مصور کو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کے نے اس کے خیالات کے تسلسل میں بلا وجہ خلل ڈال دیا ہو اور وہ بول اٹھا "ہاں، ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن پھر بھی آپ بے قصور تو ہیں؟" کے نے کہا "ہاں یہ ٹھیک ہے"۔ مصور نے کہا "اصل بات یہ ہے"۔ اسے دلیل سے معقول نہیں کیا جا سکتا تھا مگر با وجود اپنی قطعیت کے مصور کے الفاظ سے یہ بات صاف نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ بر بنائے یقین یہ کہہ رہا ہے یا محض بے توجہی سے۔ کے نے کہا "تم عدالت کو مجھ سے بہتر جانتے ہو، مجھے یقین ہے میں نے جو کچھ مختلف قسم کے اور ...... مختلف حیثیت کے لوگوں سے سنا ہے اس سے زیادہ نہیں جانتا لیکن سب یہی بات کہتے ہیں کہ الزامات محض بلا کسی بنیاد کے نہیں لگائے جاتے اور اگر ایک مرتبہ عدالت کسی پر الزام عاید کر دے تو اسے ملزم کے جرم کا قطعی یقین ہو جاتا ہے اور اس یقین کو دور کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ مصور نے ہاتھ ہلا کر کہا "سب سے بڑی مشکل؟ کسی مقدمہ میں کبھی عدالت کے اس یقین کو دور نہیں کیا جا سکتا۔ اگر میں تمام ججوں کی تصویریں ایک قطار میں ایک ہی تختہ سیاہ پر بنا دوں اور آپ اس کے سامنے اپنی صفائی پیش کریں تو آپ واقعی عدالت کے مقابلہ میں زیادہ امید کر سکیں گے"۔ کے نے اپنے جی میں کہا "میں سمجھا" اور وہ یہ بھول گیا کہ وہ محض مصور کے دل کی بات معلوم کرنا چاہتا تھا۔

اب دروازے کے پیچھے ایک لڑکی کی پھر آواز آئی "ٹیٹورلی۔ کیا یہ صاحب جلد نہیں جائیں گے؟" مصور نے سر اٹھا کر کہا "خاموش رہو۔ کیا تمہیں دکھائی نہیں

دیتا کہ میں ان صاحب سے باتیں کرنے میں مشغول ہوں ؟" لیکن لڑکی ٹلنے والی نہیں تھی۔ اس نے پھر پوچھا" کیا تم ان صاحب کی تصویر بنا رہے ہو ؟" اور جب مصور نے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے پھر کہا" خدا کے لیے ان کی تصویر نہ بناؤ۔ اسے بدصورت آدمی کی"۔ دوسری لڑکیوں نے مل جل کر بڑبڑاتے ہوئے اور شور مچا کر اس سے اتفاق ظاہر کیا۔ مصور اچھل کر دروازے پر پہنچا اور اسے ذرا سا کھولا۔ کے لڑکیوں کے ہاتھ جوڑ کر خوشامد اور التجا کو دیکھ رہا تھا۔ مصور نے غصہ میں کہا" اگر تم شور بند نہ کروگی تو میں تمھیں اٹھا کر زینہ کے نیچے پھینک دوں گا۔ جاؤ زینہ پر بیٹھو اور بالکل خاموش رہو"۔ بظاہر لڑکیوں نے فوراً اس کی تعمیل نہیں کی اس لیے کہ مصور کو تحکمانہ لہجہ میں چلا کر کہنا پڑا" اترو زینہ کے نیچے"۔ اس کے بعد خاموشی ہوگئی۔

مصور نے کے کے پاس پھر واپس آکر اس کے کان میں چپکے سے کہا" یہ لڑکیاں بھی عدالت ہی سے متعلق ہیں" کے نے مصور کے اس کہنے پر چونک کر کہا" کیا؟" اور اپنا منہ مصور کی طرف پھیر کر اسے گھورنے لگا۔ لیکن ٹیٹوریلی پھر جا کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور کچھ مذاق میں اور کچھ تشریح میں کہا" دیکھیے، یہاں ہر چیز عدالت سے متعلق ہے"۔ کے نے مختصراً جواب دیا" یہ تو ایسی بات ہے جس پر میں نے غور ہی نہیں کیا"۔ مصور کے عمومی تبصرہ نے لڑکیوں کی خلل اندازی کے متعلق اس کی تمام شکایت کی نفی کر دی۔ تاہم کے تھوڑی دیر تک بیٹھا دروازے کی طرف دیکھتا رہا جس کے پیچھے لڑکیاں زینہ پر اب خاموشی سے بیٹھی تھیں۔ ان میں سے ایک نے گھاس کا تنکا دروازے کی درازمیں داخل کر دیا تھا اور اسے اوپر نیچے ہلا رہی تھی۔

مصور نے اپنے پورے پیر کے کے سامنے پھیلا لیے اور اپنے پیر کے پنجوں سے فرش کھرچ رہا تھا اور کہا" معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک آپ کو عدالت کا پورا پورا

قصور نہیں ہوا ہے۔ لیکن چونکہ آپ بے قصور ہیں اس لیے آپ کو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے میں بجائے خود ہی آپ کو اس سے نکال لوں گا۔" کے نے پوچھا "یہ تم کیسے کروگے جبکہ تم نے خود ہی چند منٹ پہلے کہا تھا کہ عدالت پر ثبوت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔" مصور نے کہا "صرف اس ثبوت کا اثر نہیں ہوتا جو کوئی عدالت میں پیش کرے۔" اور اپنی انگلی کے کی طرف اٹھائی اس خیال سے کہ اس باریک امتیاز کو کے نے محسوس نہیں کیا اور پھر کہا "لیکن یہ دوسری بات ہے اگر کوئی پس پردہ کوشش کرے یعنی مشورے کے کمروں میں اور آگے کے برآمدہ میں یا مثلاً جیسے یہاں اسی تصویر خانہ میں" مصور کی یہ بات کے کو قابل اعتبار معلوم ہوئی حالانکہ دوسرے لوگوں سے اس نے جو کچھ سنا تھا اس کے یہ بالکل مطابق تھا۔ کے نے پوچھا "شروع شروع میں تم نے ججوں سے تعلقات کیسے قائم کیے؟" مصور نے جواب دیا "یہ تو بہت ہی آسان تھا۔ مجھے یہ تعلق ورثہ میں ملا تھا۔ مجھ سے پہلے میرے والد عدالت کے مصور تھے۔ یہی ایک عہدہ ہے جو ہمیشہ موروثی ہوتا ہے۔ اس میں نئے آدمیوں سے بالکل کام نہیں چلتا۔ مختلف درجے کے کارکنوں کے لیے اتنے پیچیدہ، مختلف اور سب سے بڑھ کر خفیہ قواعد مقرر کیے جاتے ہیں کہ ان کا علم صرف بعض خاندانوں ہی تک محدود رہنا چاہیے۔ مثلاً اس طرف ایک الماری ہے جس میں اپنے والد کی بنائی ہوئی تصویریں رکھتا ہوں جو میں کبھی کسی کو نہیں دکھاتا، اور جس شخص نے ان کا بغور مطالعہ کیا اسی کے لیے ججوں کی تصویریں بنانا ممکن ہے لیکن اگر یہ مجھ سے گم ہو جائیں تو بھی میرے دماغ میں اتنی معلومات محفوظ ہیں کہ کوئی نیا آدمی میری جگہ نہیں لے سکتا اس لیے کہ ہر جج کا یہ اصرار ہوتا ہے کہ اس کی تصویر پرانے اعلیٰ ججوں جیسی ہو اور یہ میرے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا" کے جو بینک میں خود اپنے عہدہ کا تصور کر رہا تھا بولا "تمھاری حیثیت تو قابل رشک ہے اور تمھاری جگہ ایسی ہے کہ کوئی اس پر حملہ کر ہی نہیں سکتا۔" مصور نے اپنے شانے

اونچے کرکے فخریہ انداز میں جواب دیا۔ "ہاں، کوئی بھی حملہ نہیں کرسکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں کبھی کبھی کسی غریب کی مقدمہ میں مدد کرنے کی جرأت کرسکتا ہوں۔" کے نے کہا "تو اب مدد کرو" جیسے اسے یہ محسوس ہی نہ ہوا ہو کہ اسے غریب آدمی کہا گیا ہو لیکن ٹیوڈریلی باتوں میں آنے والا نہ تھا۔ اس نے کہا "چونکہ آپ بالکل بے قصور ہیں اس لیے میں یہ طریق کار اختیار کروں گا۔

ٹیوڈریلی نے اپنا کرسی کے قریب کرلی اور آہستہ سے اس کے کان میں کہا "میں آپ سے پہلے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ کس قسم کی بریت چاہتے ہیں۔ بریت کے تین امکانات ہیں یعنی قطعی بریت، دکھاوے کی بریت یا غیر معینہ التوا۔ قطعی بریت یقیناً بہترین ہے مگر اس قسم کے فیصلے پر مجھے بالکل اختیار نہیں ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جس کا اس قسم کے فیصلہ پر ذرا بھی اثر ہو۔ اس میں فیصلہ کن عنصر صرف ملزم کی بے قصوری ہے۔ چونکہ آپ بے قصور ہیں اس لیے ممکن ہے کہ آپ اپنے مقدمہ کو صرف اپنی بے قصوری پر مبنی کریں۔ لیکن اس صورت میں نہ آپ کو میری مدد کی ضرورت ہوگی نہ کسی اور کی۔

اس صفائی کی توضیح نے پہلے تو کے کو ششدر کر دیا مگر پھر اس نے مصور ہی کی طرح دھیمی آواز میں کہا، "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ تو خود اپنی ہی تردید کررہے ہیں۔" مصور نے پشت کی طرف جھک کر تحمل کے ساتھ مسکرا کر پوچھا "وہ کیسے؟" مصور کی مسکراہٹ سے کے کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ مصور نہ صرف اپنی ہی بلکہ عدالت کے طریق کار کے تضاد کا بھی پردہ فاش کرے گا۔ لیکن کے کو ندامت نہیں ہوئی اور اس نے سلسلہ کلام جاری رکھا "تم نے پہلے یہ بیان کیا کہ عدالت ثبوت سے متاثر نہیں ہوتی اور بعد کو تم نے اس میں یہ ترمیم کی کہ اسے عدالت کے صرف عام اجلاس تک محدود کردیا اور اب تم واقعی کہتے ہو کہ بے قصور آدمی کو عدالت میں

کسی قسم کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی سے ایک طرح کا تضاد ظاہر ہوتا ہے لیکن
اس کے ماسوا تم نے شروع میں یہ کہا کہ ججوں پر شخصی مداخلت کا اثر ہو سکتا ہے۔
اور اب تم کہتے ہو کہ جسے تم نے قطعی بریت کا نام دیا ہے وہ شخصی مداخلت سے
حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ دوسرا تضاد ہے" مصور نے کہا ان متضاد باتوں کی توضیح
بہت آسان ہے۔ ہمیں دو چیزوں کے درمیان امتیاز کرنا چاہیے یعنی جو بات
قانون کی مقرر کردہ ہے اور جو میں نے ذاتی تجربے سے معلوم کیا ہے۔ آپ ان دونو
کو خلط ملط نہ کریں۔ قانون کی کتاب میں جو کہ میں کہہ سکتا ہوں میں نے پڑھی نہیں
بیشک ایک طرف تو یہ لکھا ہوا ہے کہ بے قصور آدمی ضرور بری ہو جائے گا لیکن دوسری
طرف یہ نہیں لکھا ہے کہ ججوں پر اثر ڈالا جا سکتا ہے لیکن میرا تجربہ اس کے بالکل
برعکس ہے۔ مجھے ایک مقدمہ بھی قطعی بریت کا نہیں ملا اور موثر مداخلت کے کئی
مقدمات ملے۔ یہ بیشک ممکن ہے کہ جتنے مقدمات کا مجھے علم ہے ان میں سے کوئی
بھی ایسا نہ ہو جس میں ملزم درحقیقت بے قصور ہو۔ لیکن کیا یہ قرین قیاس نہیں ہے؟
اتنے بہت سے مقدمات میں بے قصوری کا ایک بھی مقدمہ نہیں؟ بچپن میں بھی
جب میرے والد ان مقدمات کا حال بیان کرتے تھے جو انھوں نے سنے تھے تو
میں انھیں بغور سنا کرتا تھا۔ ان کے تصویر خانے میں جو جج آتے تھے وہ بھی ہمیشہ
عدالت کے قصے بیان کرتے تھے۔ ہمارے حلقہ میں موضوع گفتگو یہی ہے۔ مجھے خود
جب کبھی بھی عدالت جانے کا موقع ملتا ہے تو میں اس سے پورا فائدہ اٹھاتا ہوں۔
میں نے بکثرت مقدمات بڑے نازک مرحلوں پر سنے ہیں مجھے اعتراف ہے کہ مجھے
ایک مقدمہ بھی قطعی بریت کا نہیں ملا۔ کے نے اس انداز سے کہا جیسے وہ خود اپنے
آپ سے بات کر رہا ہو" ایک بھی مقدمہ قطعی بریت کا نہیں لیکن اس سے تو اس
عدالت کے متعلق میں نے پہلے جو خیال کیا تھا اس کی تصدیق ہوتی ہے یعنی ہر پہلو سے یہ

ایک بے مقصد عدالت ہے۔ تنہا ایک تعمیل کنندہ یہ سب کام انجام دے سکتا ہے۔"
مصور نے ناراضی کے ساتھ کہا "آپ کو چند باتوں پر عمومی حکم نہ لگا دینا چاہیے میں نے
صرف خود اپنا تجربہ بیان کیا تھا۔" کے نے کہا "یہ بالکل کافی ہے۔ کیا تم نے کبھی پہلے
زمانہ میں بریت کا ذکر کبھی سنا ہے؟" مصور نے جواب دیا "اسی بریت کے واقعات
ضرور ہوئے ہوں گے اگرچہ اس کا ثبوت بہت مشکل ہے۔ عدالت کے آخری فیصلے
کہیں لکھے نہیں جاتے۔ خود ججوں کے ہاتھ یہ نہیں آتے چنانچہ ہمیں پہلے زمانہ کے
مقدمات کا محض روایاتی علم ہے۔ ان روایات میں یقیناً بریت کی مثالیں ملتی ہیں۔
دراصل یہ بیشتر بریت ہی کے بارے میں ہیں۔ ان پر یقین تو کیا جا سکتا ہے مگر
انھیں ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ بہر نوع انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں کچھ
نہ کچھ صحت کا عنصر ضرور ہوگا۔ علاوہ بریں یہ بہت ہی دل کش ہیں۔ میں نے خود ایسی
روایات پر مبنی کئی تصویریں بنائی ہیں۔" کے نے کہا "محض روایات سے میری رائے
نہیں بدل سکتی اور میرا خیال ہے کہ ان روایات کی بنا پر عدالت سے کوئی اپیل
نہیں کر سکتا۔" مصور نے ہنس کر کہا "نہیں، یا کوئی نہیں کر سکتا۔" کے نے کہا "پھر
ان کا ذکر ہی بے کار ہے۔" اس وقت عارضی طور پر کے مصور کا ہم خیال ہونے پر آمادہ
نظر آتا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا "اچھا تو قطعی بریت کو چھوڑو۔ تم نے دو طرح کی اور
بریت کا بھی ذکر کیا تھا۔" مصور نے کہا "ہاں ظاہری بریت اور التوا۔ یہی دو اور
امکانات ہیں۔ لیکن قبل ازیں کہ ہم ان کی تفصیل بیان کریں آپ اپنا جیکٹ کیوں
نہ اتار دیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو گرمی بہت لگ رہی ہے۔" کے نے کہا "ہاں تقریباً
ناقابل برداشت گرمی۔" مصور نے سر ہلا کر یہ ظاہر کیا کہ اسے کے کی بے چینی کا پورا پورا
احساس ہے۔ کے نے پوچھا "کہ ہم وہ کھڑکی کھول سکتے ہیں؟" مصور نے کہا "نہیں
یہ صرف شیشے کی چادر ہے جو چھت میں جڑی ہے یہ کھل نہیں سکتی ہے۔ اب کے نے

چاروں طرف دوسرا دروازہ معلوم کرنے کے لیے نظر ڈالی۔ مصور اس کے منشا کو
سمجھ گیا اور کہا "دوسرا دروازہ آپ کی پشت پر ہے۔ میں اسے بند کر دیتا ہوں
تاکہ اس کے سامنے بستر رکھ دیا کروں" اب کے کوریڈار میں ایک چھوٹا سا دروازہ
نظر آیا۔ مصور نے کسی اعتراض کی پیش بندی کے طور پر کہا "دراصل یہ دروازہ
تصویر خانہ کے لحاظ سے بہت چھوٹا ہے مگر میں اپنی چیزیں جہاں مناسب سمجھتا ہوں
رکھ دیتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ جگہ بستر کے لیے موزوں نہیں ہے یعنی دروازے
کے بالکل سامنے مگر یہ جج جس کی میں تصویر بنا رہا ہوں ہمیشہ اسی دروازے سے
آتا ہے اور مجھے اس کی کنجی اس کے پاس رکھنا ہوتی ہے تاکہ اگر میں کہیں باہر ہوں
تو وہ تصویر خانہ میں بیٹھ کر انتظار کرے۔ چنانچہ وہ عموماً علی الصبح آتا ہے جب میں سوتا
ہوتا ہوں۔ اور خواہ میں کتنا ہی بے خبر سوتا ہوں بستر کے پیچھے کا دروازہ جب ایک
دم سے کھلتا ہے تو چونک کر جاگ جاتا ہوں۔ جس وقت وہ اتنے سویرے میرے
بستر پر آجاتا ہے اس وقت کی گالیاں اگر آپ سنیں تو ججوں کی جتنی بھی عزت آپ کی
نظر میں ہے وہ ختم ہو جائے۔ یہاں جتنے بھی دروازے ہیں ان میں سے کوئی بھی دھکے
مار کر کھولا جا سکتا ہے" اس تمام گفتگو کے دوران میں کے یہ سوچ رہا کہ وہ اپنی
جیکٹ اتارے یا نہ اتارے لیکن بالآخر اس نے یہ محسوس کیا کہ اگر اس نے جیکٹ
اتار دی تو وہ کمرے میں اور نہ ٹھہر سکے گا چنانچہ اس نے جیکٹ اتار دی مگر اسے اپنے
زانو ہی پر رکھا کہ ملاقات ختم ہوتے ہی اسے فوراً پہن سکے۔ وہ جیکٹ اتار بھی نہیں
چکا تھا کہ دروازے کے پیچھے سے ایک لڑکی چلائی "دیکھو اب تو اس نے
جیکٹ بھی اتار دی" اور کے نے سنا کہ ساری لڑکیاں دروازے پر جمع ہو کر اس
کی درازوں سے اندر جھانک رہی ہیں تاکہ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔
مصور نے کہا "وہ سمجھ رہی ہیں کہ میں آپ کی تصویر بنا رہا ہوں اسی لیے آپ نے

جیکیٹ اتار دی ہے۔ کے کو اس سے زیادہ خوشی نہیں ہوئی اس لیے کہ اگرچہ اس
کے جسم پر اس وقت نصف آستین کی قمیص تھی مگر وہ پہلے سے زیادہ بہتر نہیں محسوس
کر رہا تھا اور اس نے صرف اتنا کہا "میں سمجھا" اور پھر قریب قریب روکھے پن سے
کہا "تم نے کیا کہا تھا کہ دوسرے دو امکانات کیا ہیں؟" کے ان کے نام بھی بھول گیا
تھا۔ مصور نے کہا "دکھاوے کی بریت اور غیر معین التوا۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ
ان میں سے جو چاہیں منتخب کریں۔ میں ان دونوں میں سے کسی میں بھی آپ کی مدد کر
سکتا ہوں اگرچہ بلا کچھ زحمت اٹھائے ہوئے نہیں۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ
دکھاوے کی بریت میں تو طویل طویل وقفوں کے لیے سخت ہمہ تن توجہ کی ضرورت
ہے لیکن التوا سے آپ پر بوجھ کم پڑتا ہے لیکن پھر بھی مسلسل دباؤ ہوتا ہے اس
لیے پہلے ہم دکھاوے کی بریت کو لیتے ہیں۔ اگر آپ اس کا فیصلہ کریں تو مجھے ایک
کاغذ کے تختے پر آپ کی بے قصوری کا حلف نامہ تحریر کرنا ہوگا۔ اس حلف نامہ کا
مضمون مجھے اپنے والد سے ورثہ میں ملا ہے اور اس میں کوئی ہیر پھیر نہیں ہے۔ پھر
اس حلف نامہ کو لے کر میں ان ججوں کے یہاں جاؤں گا جنھیں میں جانتا ہوں مثلاً
شروع میں اس جج سے بات کروں گا جس کی تصویر اس وقت بنا رہا ہوں جب وہ
آج رات کو نشست دینے آئے گا۔ میں حلف نامہ اس کے سامنے رکھوں گا اور
اسے تفصیل سے بتاؤں گا کہ آپ بے قصور ہیں اور آپ کی بے قصوری کی میں خود
ہی ضمانت کروں گا۔ اور یہ ضمانت محض ضابطہ کی نہ ہوگی بلکہ پکی اور پابند کرنے والی ہوگی
مصور کی آنکھوں میں ذرا ملامت کی جھلک تھی کہ کے اس کے اوپر اتنی بڑی ذمہ داری
کا بوجھ ڈالے گا۔ کے نے کہا "یہ تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اور جج آپ کا یقین
کرے گا پھر بھی مجھے قطعی بریت نہیں دے گا؟" مصور نے جواب دیا "میں پہلے
ہی بتا چکا ہوں۔ علاوہ بریں یہ بالکل ہی یقینی نہیں ہے کہ ہر جج میری بات کا یقین

کرے گا۔ مثلاً بعض جج خود آپ کو بلانا چاہیں گے اور تب میں آپ کو اپنے ساتھ
لے کر ان کے پاس جاؤں گا۔ اگرچہ جب ایسا ہوگا تو آدھی جیت ہو جائے گی خاص
کر اس لیے کہ میں پہلے سے آپ کو بتاؤں گا کہ ہر جج کے سامنے کیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا
اصل دقت ان ججوں کے سامنے ہوتی ہے جو شروع میں ہی آپ کو رد کر دیں اور
ایسا ہونا یقینی ہے بیشک میں برابر ان کے پیچھے لگا ہوں گا اگرچہ ہمیں انھیں نظرانداز
کر دینا ہوگا لیکن ایسا ہم کر نہیں سکتے اس لیے کہ منفرد ججوں کی مخالفت کا نتیجہ پر اثر
نہیں پڑ سکتا۔ تو پھر اگر ہمیں حلف نامہ کی تائید میں ججوں کی کافی تعداد مل جائے تو
میں اسے لے کر اس جج کے پاس جاؤں گا جو درحقیقت آپ کا مقدمہ کر رہا ہے۔
ممکن ہے کہ میں نے اس کے دستخط بھی حاصل کر لیے ہوں تو سارا معاملہ معمول سے
زیادہ عجلت کے ساتھ طے ہو جائے گا۔ یقیناً یہ عجیب بات ہے مگر بالکل درست
کہ اس مرحلہ پر لوگوں کا اعتماد اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جتنا بریت کے بعد۔ اب
انھیں کچھ زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ دوسرے ججوں نے حلف نامہ پر بھی
دستخط کیے ہیں۔ ان کی ضمانت کی تقویت جج کو حاصل ہو گئی ہے اور اس لیے وہ بآسانی
بریت دے سکتا ہے اور اگرچہ اس کے بعد کچھ ضابطہ کی کارروائیاں رہ جائیں گی
مگر وہ یقیناً مجھے اور دوسرے دوستوں کو خوش کرنے کے لیے بریت دے دے گا۔
تب آپ آزاد آدمی کی طرح عدالت سے باہر آ سکتے ہیں۔" ک نے مشتبہ انداز
سے کہا "تب میں آزاد ہو جاؤں گا؟" مصور نے کہا "ہاں۔ لیکن دکھاوے کے طور
پر آزاد یا زیادہ صحیح الفاظ میں عارضی طور پر آزاد۔ اس لیے کہ ادنیٰ درجے کے
جج جن سے میری شناسائی ہے۔ انھیں آخری طور پر آزادی دینے کا اختیار نہیں ہے
یہ اختیار سب سے اونچی عدالت کو ہے جہاں تک آپ کی پہنچ ہے نہ میری اور نہ ہم میں
سے کسی کی۔ ہمیں معلوم نہیں کہ وہاں کامیابی کی کیا توقعات ہیں اور میں برسبیل تذکرہ

کہ سکتا ہوں کہ ہم بانتے بھی نہیں چاہتے، قصور سے بالکل بری کرنے کا اعلا حق ہمارے ججوں کو حاصل نہیں ہے لیکن انھیں اتنا حق ہے کہ الزام کا بوجھ آپ کے سر سے اتار لیں۔ یعنی جب اس طرح سے آپ کی بریت ہو جائے تو وقتی طور پر الزام آپ کے سر سے ہٹ جائے گا پھر بھی یہ آپ کے سر پر لٹکتا رہے گا اور جب کبھی اوپر سے حکم آئے گا تو پھر سے آپ پر عائد ہو جائے گا۔ چوں کہ عدالت سے میرا بہت قریبی تعلق ہے اس لیے میں آپ کو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ ضابطے کے طور پر قانونی عدالتوں کے دستور العمل میں قطعی بریت اور دکھاوے کی بریت کا امتیاز کیسے موثر ہوتا ہے۔ قطعی بریت میں مقدمہ کے متعلق سارے کاغذات بالکل رد کر دیے جاتے ہیں اور بالکل ہی غائب ہو جاتے ہیں۔ صرف مقدمہ کے کاغذات ہی نہیں بلکہ بریت کے احکام بھی اور ساری چیزیں ضائع کر دی جاتی ہیں۔ دکھاوے کی بریت کی یہ صورت نہیں ہوتی۔ کاغذات ویسے ہی محفوظ رہتے ہیں بجز اس کے کہ حلف نامہ ان میں شامل کر دیا جاتا ہے اور بریت کا اندراج اور اس کے وجوہ۔ یہ ساری مثل چالو رہتی ہے اور جیسا کہ سرکاری دستور العمل ہے وہ برابر گردش کرتی رہتی ہے اور اعلا عدالتوں کو جاتی ہے اور وہاں سے پھر نیچے کی عدالتوں میں آتی ہے، اور اسی طرح ادھر سے ادھر جاتی کبھی جلد جلد اور کبھی دیر دیر سے اور کبھی کہیں زیادہ دن رہتی ہے کہیں کم دن اور ان چکروں کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ایک غیر متعلق دیکھنے والا بعض اوقات یہ سمجھے گا کہ سارا مقدمہ فراموش کر دیا گیا ہے۔ سارے کاغذات ضائع ہو گئے ہیں اور بریت قطعی ہو گئی ہے لیکن جس کو عدالت سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ ایسا نہیں خیال کر سکتا۔ کسی دن خلاف توقع جج کاغذات اٹھائے گا انہیں غور سے پڑھے گا اور یہ دیکھے گا کہ الزام ابھی تک قائم ہے اور فوری گرفتاری کا حکم دے دے گا۔ یہ میں اس تصور کی بنا پر کہہ رہا ہوں کہ دکھاوے کی بریت اور گرفتاری کے درمیان کافی مدت گزر چکی ہو۔ یہ ممکن ہے اور ایسے مقدمات

میں نے دیکھے ہیں مگر یہ بھی ممکن ہے کہ بری شدہ آدمی عدالت سے سیدھا اپنے گھر
جائے اور وہاں وہ اپنی دوبارہ گرفتاری کے لیے افسران کو موجود پائے۔ ظاہر ہے
کہ اس وقت ساری آزادی ختم ہو جاتی ہے" کے نے تقریباً بے اعتمادی کے لہجے
میں کہا "اور مقدمہ پھر سے از سر نو شروع ہو جاتا ہے؟" مصور نے کہا "بیشک مقدمہ
از سر نو شروع ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی یہ ممکن ہے جیسا کہ پہلے ہوا تھا کہ دکھاوے
کی بریت حاصل کر لی جائے۔ ملزم کو پھر ساری کوششیں مقدمہ میں لگا دینی چاہییں
اور ذرا بھی دبنا نہ چاہیے۔" یہ آخری الفاظ شاید اس لیے کہے گئے تھے کہ کے کچھ
تھکی حالت محسوس کر رہا تھا۔ کے گویا مزید انکشافات کا پہلے سے اندازہ کرنا چاہتا
تھا "اس نے کہا "لیکن کیا اس دوسری بریت حاصل کرنے کی تدابیر پہلی بریت
سے زیادہ ممکن نہیں ہیں؟" مصور نے جواب دیا "اس معاملہ میں کوئی بات یقینی
طور پر نہیں کہی جا سکتی۔ آپ کا شاید یہ مطلب ہے کہ دوسری گرفتاری کا ججوں پر
یہ اثر پڑے کہ وہ نئے حکم نامے پر دستخط کرنے کے خلاف ہو جائیں۔ یہ بات نہیں ہے
جس وقت جج پہلی بریت کا اعلان کرتے ہیں، اسی وقت وہ دوبارہ گرفتاری کی پیش
بینی کر لیتے ہیں۔ اس لیے ایسا خیال مشکل سے ان کے سامنے آتا ہے لیکن ہزار ہا وجوہ
کی بنا پر ایسا ہو سکتا ہے کہ ججوں کا قانونی نقطہ نظر سے بھی مقدمہ کے متعلق مختلف
نقطہ نظر ہو جائے چنانچہ اس بنا پر دوسری بریت لازماً بدلے ہوئے حالات کے مطابق ہوگی
اور عام طور پر اس میں اتنی ہی سرگرم کوشش کی ضرورت ہوگی جتنی پہلی بریت حاصل
کرنے میں ہوئی تھی۔" کے نے تردید میں منہ پھیر کر کہا "لیکن یہ دوسری بریت بھی قطعی
نہیں ہوگی؟" مصور نے جواب دیا "یقیناً نہیں! دوسری بریت کے بعد تیسری گرفتاری
ہوگی اور تیسری بریت کے بعد چوتھی گرفتاری اور یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ دکھاوے
کی بریت کے معنی ہی یہی ہیں۔" کے نے کوئی جواب نہ دیا تو مصور نے پھر کہا "معلوم

ہوتا ہے کہ دکھاوے کی بریت آپ کو پسند نہیں ہے۔ التوا شاید آپ کے لیے زیادہ مناسب ہو۔ کیا میں آپ سے بتادوں کہ التوا کی کارروائی کیسے ہوتی ہے؟" کے نے اثبات میں سر ہلایا۔ مصور پاؤں پھیلائے کرسی پر بیٹھا تھا۔ قمیص کا گریبان کھلا ہوا تھا جس کے اندر ہاتھ ڈال کر وہ اپنا سینہ ٹٹول رہا تھا۔ اس نے کہا "التوا" اور یہ کہہ کر اس نے ایک لمحہ کے لیے آگے کی طرف دیکھا جیسے وہ پورے طور پر معقول کرنے والی تشریح کی تلاش میں ہو۔ "التوا کا مطلب یہ ہے کہ مقدمہ ابتدائی مرحلہ سے آگے کبھی نہ بڑھے۔ ملزم کے لیے یا خاص کر اس کے ایجنٹ کے لیے یہ ضروری ہے کہ عدالت سے مسلسل رابطہ قایم رکھے۔ اس سے بہت زیادہ جو کسی کی ضرورت ہے، آپ کسی وقت بھی مقدمہ کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ آپ مقررہ وقفوں سے اور نیز خاص خاص موقعوں پر جج سے ملتے رہیں اور اسے دوست بنائے رکھنے کی ہر طرح سے کوشش کریں۔ اگر آپ کی جج سے شناسائی نہ ہو تو آپ جن جن ججوں کو جانتے ہوں ان کے ذریعہ سے اثر ڈالنے کی کوشش کریں اور بہر حال ذاتی ملاقات کی کوشش پوری طرح جاری رکھیں اگر ان باتوں میں سے ایک بات بھی آپ نظر انداز نہ کریں تو آپ قطعیت کے ساتھ یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ آپ کا مقدمہ کبھی ابتدائی مرحلہ سے آگے نہیں بڑھے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کارروائی خارج کر دی گئی بلکہ صرف یہ کہ ملزم سزایاب ہونے سے قوی امید ہے کہ اسی طرح بچ سکتا ہے۔ دکھاوے کی بریت کے برخلاف التوا میں یہ فائدہ ہے کہ ملزم کا مستقبل کم غیر یقینی ہے وہ اچانک گرفتاری کے خوف سے محفوظ ہے اور اسے دکھاوے کی بریت سے جس تشویش کا سابقہ رہتا ہے اور جو بہت ہی تکلیف دہ ہے اس سے بچا رہے گا۔ اگرچہ ملزم کے لیے التوا میں بھی کچھ خرابیاں ہیں اور انھیں کم نہ سمجھنا چاہیے۔ یہ میں اس خیال سے نہیں کہتا کہ ملزم کبھی آزاد نہیں ہے۔ وہ دکھاوے کی بریت میں بھی آزاد نہیں ہے۔

اس کے سوا اور بھی نقائص ہیں جب تک معقول وجوہ پیش نہ کیے جائیں مقدمہ غیر
معین مدت تک التوا میں نہیں رہتا۔ اس لیے ضابطہ کی پابندی کے طور پر وقتاً
فوقتاً مختلف کارروائیاں کی جائیں گی۔ ملزم سے پوچھ گچھ ہوگی، شہادت لی جائیگی
وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے مقدمہ کو ہمیشہ چالو رکھنا ہے۔ بعض ججوں کے اجلاس پر آپ
اپنی حاضری کی تاریخیں بہت پہلے سے مقرر کر سکتے ہیں۔ ان تمام باتوں کا صرف
یہ مقصد ہے کہ باضابطہ ججوں کے اجلاس پر حاضری سے آپ کی حیثیت بطور ملزم
کے قائم ہو جائے" جس وقت یہ آخری الفاظ کہے جا رہے تھے اسی وقت کے
نے اپنی جیکٹ اٹھا کر اپنے کاندھوں پر ڈالی تھی اور کھڑا ہو گیا تھا۔ فوراً ہی دروازے
کے پیچھے سے ایک آواز آئی۔ "اب وہ کھڑا ہو رہا ہے"۔ مصور بھی اب کھڑا
ہو گیا تھا اور اس نے پوچھا "کیا آپ اب جا رہے ہیں؟ بیشک یہ اس کمرے
کی ہوا ہے جو آپ کو جانے پر مجبور کر رہی ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ مجھے آپ سے
بہت سی باتیں کہنا تھیں اور مجھے بہت اختصار کرنا پڑا مگر مجھے امید ہے کہ میری باتیں
کافی واضح رہی ہوں گی"۔ کے نے کہا "میں پھر جلد آؤں گا" اور دفعتاً ہمت کر کے
اس نے جیکٹ پہن لی اور کوٹ کندھوں پر ڈال لیا اور جلدی سے دروازے
کی طرف بڑھا۔ پیچھے سے لڑکیاں چیخ رہی تھیں۔ کے کو ایسے محسوس ہوا کہ جیسے وہ
دروازہ سے انھیں دیکھ رہا ہو۔ مصور جو اس کے پیچھے پیچھے آرہا تھا بولا "آپ کو
اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے ورنہ میں خود دریافت کرنے بینک آجاؤں گا"۔ کے نے
دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کھینچا جس کے پیچھے لڑکیاں لٹک رہی تھیں اس لیے کہ
وہ کھل نہ سکا اور کے نے کہا "ذرا اس دروازے کو کھول دو۔ کھور گے؟" مصور
نے پوچھا "آپ لڑکیوں سے پریشان نہ ہونا چاہیں گے کیوں؟ بہتر ہے کہ آپ اس
راستہ سے جائیں" اور اس نے بستر کے پیچھے والے دروازہ کی طرف اشارہ

کیا وہ دوڑ کر بستر کے پاس پہنچ گیا۔ لیکن مصور بجائے دروازہ کھولنے کے بستر کے نیچے گھس گیا اور وہاں سے پکار کر کہا "ذرا ایک منٹ ٹھہریے کیا آپ میری دو ایک تصویریں دیکھیں گے۔ شاید آپ انھیں خریدنا چاہیں" کے بداخلاقی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مصور نے دراصل اس کے معاملے سے دلچسپی لی تھی اور اس کی مزید امداد کا وعدہ کیا تھا وہ مصور کی تصویریں دیکھنے پر راضی ہو گیا۔ ٹیٹوریلی نے بستر کے نیچے سے چند بغیر فریم کی تصویروں کے تختے نکالے ان پر گرد کی اتنی موٹی تہہ جمع ہو گئی تھی کہ مصور نے جب سب سے اوپر کی تصویر کی گرد جھاڑی تو اس سے جو خاک اڑی اس نے کے کو تقریباً اندھا اور بے دم کر دیا۔ مصور نے ایک تصویر ہاتھ میں لے کر کہا "جنگلی منظر، جھاڑیوں کی قطار" اس میں دو خشک درخت ایک دوسرے سے فاصلے پر خشک گھاس کے درمیان کھڑے تھے۔ پس منظر میں مختلف رنگ کا غروب آفتاب کا سین تھا۔ کے نے کہا "بہت اچھا میں اسے خریدوں گا" مصور نے دوسری تصویر فرش پر سے اٹھائی۔ "یہ دو درخت ہیں، یہ گھاس ہے اور یہ غروب آفتاب" لیکن کے نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی اور کہا "بڑے اچھے مناظر ہیں۔ میں دونوں خریدوں گا۔ اور اپنے دفتر میں لٹکاؤں گا" مصور نے ایک تیسری تصویر نکال لی اور کہا "معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ منظر پسند ہے حسن اتفاق سے ایک اور ایسی ہی تصویر مل گئی ہے یہ بالکل اسی طرح کی تو نہیں ہے مگر جھاڑی کا منظر ہر ایک میں ہے" کے نے کہا "میں اسے بھی خریدوں گا۔ تینوں تصویروں کی کیا قیمت ہو گی؟" مصور نے کہا "ہم اگلی دفعہ طے کر لیں گے۔ آج آپ جلدی میں ہیں اور ہم ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ مجھے خوشی ہوئی کہ یہ تصویریں آپ کو پسند ہیں اور میں آپ کو وہ سب تصویریں دکھلاؤں گا جو بستر کے نیچے ہیں۔ یہ سب جھاڑیوں کے مناظر ہیں۔ میں نے درجنوں

ایسی تصویریں بنائی ہیں۔ کے نے کہا "انھیں باندھ دو۔ میرا ملازم کل آکر انھیں لے جائے گا" مصور نے کہا "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں آپ کے ساتھ ایک قلی کر دوں گا جو انھیں ابھی پہنچا دے گا" اور بالآخر اس نے بستر پر چڑھ کر دروازہ کھول دیا اور کہا "بستر پر پیر رکھنے کا خیال نہ کریں جو بھی یہاں آتا ہے وہ یہی کرتا ہے"۔ اور اس نے اپنا بھاری پیر بھولے ہوئے پردوں کے بستر کے بیچ میں رکھ دیا۔ لیکن جب اس نے کھلے ہوئے دروازہ سے باہر کی طرف دیکھا تو فوراً پیر پیچھے ہٹا لیا اور پوچھا "یہ کیا ہے؟" مصور نے خود ہی متعجب ہو کر پوچھا "آپ کو کس چیز سے حیرت ہوئی۔ یہ قانونی عدالت کے دفاتر ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہاں عدالت کے دفاتر ہیں؟ میرا تصویر خانہ قانونی عدالت کے دفاتر میں شامل ہے مگر عدالت نے اسے میرے استعمال کے لیے دے دیا ہے" اس کے سامنے سے ایک لمبی سی رہ گذر چلی گئی تھی جس میں سے ہوا کا جھونکا آرہا تھا جس کے مقابلہ میں تصویر خانہ کی ہوا بہتر تھی اس گذرگاہ میں دونوں طرف بنچیں لگی ہوئی تھیں بالکل اسی طرح جیسے اس عدالت میں جس کے پاس کے کا مقدمہ تھا، معلوم ہوتا تھا کہ ان تمام عدالتوں میں اندر کی ترتیب یکساں تھی۔ اس وقت موکلوں کی زیادہ آمدورفت نہ تھی۔ ایک شخص بنچ پر آدھا بیٹھا ہوا اور آدھا تکیہ لگائے بیٹھا تھا جو اپنا چہرہ اپنے بازوؤں میں چھپائے ہوئے تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ سو رہا ہے، ایک اور شخص دھندلکے میں گذرگاہ کے آخری سرے پر کھڑا تھا۔ کے نے بستر پر پیر رکھا اور مصور تصویریں لیے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے تھا انھیں فوراً ایک قانونی عدالت کا کارکن مل گیا۔ اب اس کے لباس میں سنہرے بٹن لگے ہوئے دیکھ کر کے نے اسے پہچان لیا اور مصور نے تصویریں اسے پکڑا کر ہدایت کر دی کہ انھیں لے کر وہ کے کے ساتھ جائے۔ وہ تقریباً دروازے

تک پہنچے ہی تھے کہ لڑکیاں دوڑ کر ان سے ملنے پہنچ گئیں چنانچہ کے اُن سے مڈ
بھیڑ کرنے سے بچ نہ سکا۔ لڑکیوں نے بظاہر تصویر خانہ کا دوسرا دروازہ کھلتے ہوئے
دیکھ لیا تھا اور دوڑتی ہوئی دوسرے زینے سے چکر کاٹ کر وہاں پہنچ گئیں۔ چونکہ
مصور کو لڑکیوں نے گھیر لیا تھا اس لیے اس نے ہنس کر کہا "میں اس سے آگے
آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ اگلی ملاقات تک کے لیے خدا حافظ" اور اس پر
غور کرنے میں زیادہ دن نہ لگائیے "سکے نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ سڑک
پر پہنچتے ہی اسے جو پہلی گاڑی نظر آئی اسے پکار لیا۔ اسے عدالتی کارکن سے کہنا
چھڑانا تھا جس کے سنہرے بٹن اس کی آنکھوں میں کھٹک رہے تھے۔ عدالتی
کارکن جوش میں اطاعت شعاری کے ساتھ کوچوان کے پاس پہنچ گیا لیکن کے
نے اسے نیچے اتار دیا۔ دوپہر دیر ہوئے گزر چکی تھی۔ جب کہ بینک پہنچا وہ
چاہتا تھا کہ تصویریں گاڑی ہی میں چھوڑ دے لیکن اسے یہ اندیشہ ہوا کہ کسی نہ
کسی دن اسے مصور کو ان کا حساب دینا ہو گا۔ چنانچہ وہ انھیں دفتر میں لیتا گیا
اور میز کی سب سے نچلی دراز میں رکھ کر مقفل کر دیا تاکہ کم از کم آئندہ چند
روز تک ڈپٹی منیجر کی نظر اُن پر نہ پڑے۔

آٹھواں باب

تجارتی سیاح - ایڈووکیٹ کی برطرفی

بالآخر کے نے یہ طے کر لیا کہ وہ اپنا مقدمہ ایڈووکیٹ کے ہاتھ سے نکال لے۔ اس کی معقولیت کے متعلق اس کے دل میں جو شبہات تھے وہ دس بجے رات سے پہلے ایڈووکیٹ کے مکان پر نہ پہنچ سکا۔

ایڈووکیٹ کے دروازے کی پہلی گھنٹی بجانے پر حسب معمول کوئی جواب نہ ملا کے نے اپنے جی میں کہا "لینی ہوتی تو وہ جلدی سے آجاتی"۔ کے نے جب دوبارہ گھنٹی کا بٹن دبایا تو اس نے آگے کے دروازے پر نظر ڈالی لیکن اس موقع پر دونوں دروازے بالکل بند تھے۔ بالآخر کے ایڈووکیٹ کے دروازے کی جھلملی سے آنکھیں نظر آئیں مگر وہ لینی کی نہ تھیں۔ کسی نے دروازے کی چٹخنی اٹھا دی لیکن دروازہ پھر بھی روکے رہا اور شاگرد پیشہ میں پکار کر کہا "یہ وہی ہے" اور پھر دروازہ کھول دیا۔ کے ہال کے اندر پہنچ گیا اور لینی کی ایک جھلک دیکھی اور وہ رات کی گاؤن پہنے دوڑی جا رہی تھی۔ کے نے لمحہ بھر کے لیے اس کی طرف دیکھا اور پھر گھوم کر یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ دروازہ کس نے کھولا تھا۔ یہ ایک سوکھا ساکھا چھوٹا سا آدمی تھا جس کی لمبی سی داڑھی تھی اور اس کے ایک ہاتھ میں موم بتی تھی۔ کے نے پوچھا "کیا تم یہاں ملازم ہو؟" اس آدمی نے جواب دیا "نہیں، میں اس گھر سے متعلق نہیں ہوں۔ میں صرف ایک موکل ہوں اور یہاں کام سے آیا ہوں" کے نے کہا "اس نیم آستین قمیص میں؟" یہ کہہ کر کے نے اس کے غیر رسمی لباس کی طرف

اشارہ کیا" اس شخص نے اپنی وضع پر موم بتی کی ہلکی روشنی میں نظر ڈالی گویا وہ پہلے سے اس سے واقف نہ رہا ہو اور کہا "ارے معاف کیجیے گا"۔ کیمنے خشک لہجہ میں پوچھا "کیا لیبنی تمہاری داشتہ ہے؟" وہ ٹانگیں ذرا پھیلائے ہوئے کھڑا تھا اور اپنی ٹوپی پیچھے کی طرف ہاتھ میں پکڑے تھا۔ محض ایک بھاری سبز کوٹ اسے اس سنکی چھوٹے سے آدمی پر فوقیت دے رہا تھا۔ اس شخص نے تردید میں اپنا ہاتھ منہ پر رکھ کر کہا "معاذاللہ۔ نہیں نہیں، آپ کا یہ کیا خیال ہے؟" کیمنے مسکرا کر کہا "صورت سے تو آپ ایماندار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ بہر حال میرے ساتھ آئیے" یہ کہہ کر اس نے اپنی ٹوڈی سے اشارہ کر کے اسے آگے چلنے کی تاکید کی۔ چلتے چلتے کیمنے نے پوچھا "آپ کا نام کیا ہے؟" چھوٹے سے آدمی نے پیچھے مڑ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا "میرا نام بلاک ہے۔ میں تجارتی سیاح ہوں" لیکن کے نے اسے کھڑا ہونے نہ دیا اور پھر پوچھا "کیا یہ آپ کا اصلی نام ہے؟" اس شخص نے جواب دیا "بیشک! آپ کو شک کیوں ہے؟" ایڈوکیٹ کے مطالعے کے کمرے میں پہنچ کر کے ٹھہر گیا اور دروازہ کھول کر اس شخص کو پکارا، جو عاجزی کے ساتھ غلام گردش کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ اس نے کہا "اتنی جلدی نہیں۔ یہاں روشنی دکھائیے" کے کا خیال تھا کہ لیبنی مطالعے کے کمرے میں چھپی ہو گی۔ اس نے تجارتی سیاح سے تمام گوشوں میں روشنی کرائی مگر کمرہ بالکل خالی تھا۔ جج کی تصویر کے پاس کے نے اُسے پتلون کے تسموں سے پکڑ لیا اور پیچھے گھسیٹ کر اوپر کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "آپ جانتے ہیں یہ کون ہے؟" اس شخص نے موم بتی اوپر اٹھائی اور آنکھیں جھپکاتے ہوئے تصویر کو دیکھا اور کہا "یہ ایک جج ہے" کے یہ دیکھنے کے لیے قریب کھڑا ہو گیا کہ تصویر کا اس پر کیا تاثر ہوتا ہے اور پوچھا "کیا بڑا جج ہے؟" اس شخص نے تصویر کو ادب سے دیکھا اور کہا "ہاں یہ بڑا جج

ہے" کے نے کہا " تمھیں کافی بصیرت نہیں ہے" یہ ادنا جج ہے " اس شخص نے بی نیچے رکھ کر کہا " اب مجھے یاد آیا۔ مجھ سے پہلے یہی کہا گیا تھا " کے نے دروازے کی طرف جاتے ہوئے اور سیاح کو آگے دھکیلتے ہوئے کہا " یقیناً میں کیسے بھول جاتا۔ بے شک آپ نے پہلے سنا ہوگا" باہر غلام گردش میں پہنچ کر کے نے کہا "میرا خیال ہے کہ آپ جانتے ہوں گے کہ لینی کہاں چھپی ہوئی ہے؟ سیاح نے کہا "چھپی ہوئی نہیں، وہ باورچی خانے میں ایڈوکیٹ کے لیے شوربا بنا رہی ہوگی" کے نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ لینی سفید بنیان پہنے چولھے کے پاس کھڑی تھی اور حسب معمول انڈے پرات میں ڈال رہی تھی جو گیس کی آنچ میں پک رہے تھے۔ لینی نے کے کو سلام کیا اور کے نے جواب دے کر تجارتی سیاح کو دور ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ اطاعت شعاری کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کے لینی کے پیچھے بہت قریب جا کر اس کے شانے پر جھک گیا اور پوچھا " یہ کون آدمی ہے؟" لینی نے اپنا خالی ہاتھ کے کے گرد حلقہ کیا اور دوسرے ہاتھ سے شوربا چلاتی رہی اور کہا " یہ ایک خستہ حال شخص ہے۔ ایک تجارتی سیاح جس کا نام بلاک ہے۔ ذرا اُسے دیکھیے تو"۔ دونوں نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ تجارتی سیاح اسی کرسی پر بیٹھا تھا۔ بتی اس نے بجھا دی تھی اور اپنی انگلیوں سے بتی کا گل جھاڑ رہا تھا۔ کے نے لینی کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی چمٹے کے اوپر کر دیا۔ اور کہا " تم رات کی گاؤن پہنے تھیں؟" لینی نے کوئی جواب نہ دیا۔ کے نے پھر پوچھا " کیا یہ تمھارا آشنا ہے؟" لینی نے شوربے کا چمچہ اٹھانا چاہا! مگر کے نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور کہا " میری بات کا جواب دو!" لینی نے کہا " مطالعے کے کمرے میں چلیے۔ میں آپ کو سب بتا دوں گی۔" کے نے کہا " نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم یہیں جواب دو" لینی نے اپنا ہاتھ اس کی بغل میں دے دیا اور اسے پیار کرنا چاہا مگر کے نے اسے ... دیا اور کہا

"اب میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے پیار کرو۔" لینی نے لجاجت اور صاف دلی سے
اس کے پاس جا کر کہا "جوزف! یقیناً آپ کو بالاک صاحب سے رقابت نہ ہوگی۔"
پھر اس نے تجارتی سیاح سے مخاطب ہو کر کہا "روڈی! اگر میری مدد کرو۔ دیکھو مجھ
پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ وہ موم بتی وہیں رکھ دو۔" اس نے فوراً لینی کا مطلب سمجھ لیا
اور کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو کس وجہ سے ہم سے رقابت ہے" کے
نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا "نہ ہی دراصل میری سمجھ میں آیا" اور لینی نے
ایک دم قہقہہ لگایا اور کسی کی توجہ ذرا دیر کے لیے دوسری طرف ہو جانے کے
موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ کے کے بازو سے لگ گئی اور آہستہ سے کہا "اسے اپنے
حال پر چھوڑ دیجیے۔ آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے۔ یہ ایڈوکیٹ
کے بہترین ہوٹلوں میں سے ہے اور کیا آپ آج ہی ایڈوکیٹ سے ملیں گے؟ آج
ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ پھر بھی اگر آپ چاہیں تو میں ان سے کہہ
دوں کہ آپ آئے ہیں۔ لیکن آج کی رات آپ یقیناً میرے ساتھ بسر کریں گے۔
پچھلی مرتبہ جب آپ یہاں آئے تھے اسے کتنے دن ہو گئے۔ ایڈوکیٹ صاحب
بھی آپ کو پوچھتے رہے۔ آپ کو اپنے مقدمہ سے بے توجہی کرنا ٹھیک نہیں ہے
اور آپ کے لیے میرے پاس کچھ خبریں بھی ہیں جو مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ لیکن پہلے آپ
اپنا کوٹ تو اتار دیں۔" اس نے کے کو کوٹ اتارنے میں مدد دی اور اس کی ٹوپی
لے کر دوڑتی ہوئی ہال میں انھیں ٹانگنے گئی اور پھر شوربے کا تاؤ دیکھنے جلدی سے
واپس آ گئی اور کے سے کہا "کیا میں ایڈوکیٹ صاحب کو آپ کے آنے کی اطلاع
دے دوں یا پہلے انھیں شوربا دے دوں۔" کے نے کہا "پہلے میری اطلاع
کر دو۔" پھر لینی کو جو اب غلام گردش میں پہنچ گئی تھی اس نے واپس بلایا اور کہا
نہیں، ایڈوکیٹ کو پہلے شوربا کھلا دو تاکہ انھیں مجھ سے بات کرنے کی طاقت آ جائے

جس کی انھیں ضرورت ہوگی۔" تجارتی سیاح جو ایک گوشہ میں بیٹھا تھا، اس نے وہیں سے چپکے سے کہا " تو آپ بھی ایڈوکیٹ کے موکلوں میں سے ہیں" گویا وہ ایک بیان کی توثیق کر رہا تھا۔ اس کے الفاظ کا برا اثر لیا گیا اور کے نے کہا "تم سے کیا مطلب؟" اور لینی نے کہا "تم چپ رہو" اور کے سے کہا "اندیشہ صرف یہ ہے کہ وہ شوربا پیتے ہی سو جائے گا، کھانے کے بعد سوجاتا ہے۔" کے نے کہا "میں جو بات اس سے کہوں گا اس سے وہ سو نہ سکے گا۔" لینی نے اس کے حکم کی لفظ بہ لفظ تعمیل کی۔ شوربے کا پیالہ لے کر کے کے پاس سے گذرتے ہوئے اس نے قصداً کے کو کہنی ماری اور آہستہ سے کہا" ایڈوکیٹ جیسے ہی شوربا پی چکے گا، آپ کی اطلاع کردوں گی تاکہ آپ جلد سے جلد میرے پاس آجائیں۔" کے نے کہا " اپنا کام کرو، اپنا کام کرو" لینی نے کہا" اتنی سخت کلامی نہ کیجیے۔" اور پھر رخ پھیر کر شوربے کا پیالہ، کشتی سب لیے ہوئے گزر گئی۔

کے نے اس سیاح کی طرف رخ کیا تو وہ فوراً گھبرا کر اچھل پڑا اور کھڑا ہو گیا۔ کے نے کہا" بیٹھے رہو" اور ایک کرسی گھسیٹ کر قریب کرلی اور کہا "تم تو ایڈوکیٹ کے پرانے موکل ہو؟ کیوں؟" سیاح نے کہا "جی ہاں، بہت پرانا موکل" کے نے پھر پوچھا" کتنے دنوں سے تمھارے مقدمے اس کے پاس ہیں؟" سیاح نے کہا " میں سمجھا نہیں کہ آپ کا مطلب کن مقدمات سے ہے۔ ایڈوکیٹ شروع ہی سے میرا وکیل رہا ہے جسے کوئی بیس برس ہوئے ہوں گے اور میرے ذاتی مقدمے میں جس کی طرف شاید آپ کا اشارہ ہو اس میں وہ شروع ہی سے میرا وکیل رہا ہے جسے اب پانچ برس سے اوپر ہو گئے۔ ہاں پانچ برس سے بہت زیادہ" اس نے ایک پرانی پاکٹ بک نکال کر اس کی تصدیق کی۔ میرا مقدمہ شاید اس سے بھی زیادہ دن کا ہے جتنا میں نے کہا۔ یہ میری بیوی کے انتقال کے بعد سے شروع ہوا

جسے یقیناً ساڑھے پانچ برس ہو گئے۔" کے نے اپنی کرسی اور قریب کر لی اور کہا "تو گویا ایڈووکیٹ معمولی مقدمات کی بھی پیروی کرتا ہے۔" کاروبار اور انصاف کا یہ تعلق کے کو غیر معمولی طور پر دلچسپ معلوم ہوا۔ سیاح نے کہا "بیشک" اور پھر دھیمی آواز میں کہا "لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ایڈووکیٹ کو بمقابلہ دیگر معاملات کے کاروباری معاملات کی زیادہ مہارت ہے۔" پھر بظاہر اسے ندامت ہوئی کہ وہ حد سے آگے بڑھ گیا ہے اور اس نے کے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ میرا حال نہ کھول دیں۔" کے نے اس کے زانو پر تھپکی دی اور کہا "نہیں میں کوئی خبر رساں نہیں ہوں۔" سیاح نے کہا "دیکھیے۔ وہ کینہ پرور آدمی ہے" کے نے کہا "تمھارے جیسے وفادار موکل کو یقیناً وہ ضرر نہیں پہنچائے گا۔" سیاح نے کہا "ہاں۔ ہاں۔ جب وہ ایک دفعہ برہم ہو جاتا ہے تو وہ کسی میں امتیاز نہیں کرتا۔ علاوہ بریں میں دراصل اس کا وفادار نہیں ہوں۔" کے نے پوچھا "یہ کیسے؟" سیاح نے مشکوک انداز میں کہا "شاید میرا یہ بتانا مناسب نہ ہو۔" کے نے کہا "تم کوئی اندیشہ نہ کرو۔" سیاح نے کہا "میں آپ سے کچھ بات بتاؤں گا مگر اس شرط پر کہ آپ بھی اپنا راز مجھ کو بتا دیں تاکہ ایڈووکیٹ کے سامنے ہم دونوں ایک دوسرے کے ضامن ہو جائیں۔" کے نے کہا "تم بڑے محتاط آدمی معلوم ہوتے ہو مگر میں تم سے اپنا ایک راز بتاؤں گا جس سے تمہارے سب شبہات دور ہو جائیں گے۔" "تو آپ ایڈووکیٹ کے کس طرح غیر وفادار ہوئے؟" سیاح نے پس و پیش کرتے ہوئے کہا جیسے وہ کوئی اپنی شرمناک حرکت ظاہر کر رہا ہو۔ "میں اس ایڈووکیٹ کے علاوہ اور ایڈووکیٹوں سے بھی مدد لیتا ہوں۔" کے نے کہا "یہ کوئی بڑی خطرناک بات نہیں ہے۔" سیاح نے اقبال کرنے کے بعد اطمینان کی سانس لی اور کے کے جواب کے بعد اسے اعتماد ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا "یہ خطرناک بات

سمجھی جاتی ہے اس کی اجازت نہیں ہے اور سب سے بڑھ کر اس کی اجازت نہیں ہے کہ جب کوئی کسی سرکاری ایڈوکیٹ کا موکل ہو تو وہ حاشیہ کے ایڈوکیٹ بھی رکھے اور یہی میں کر رہا ہوں۔ اس ایڈوکیٹ کے علاوہ میرے پانچ حاشیہ کے ایڈوکیٹ ہیں۔ کے اس تعداد سے حیرت زدہ ہو کر بول اٹھا " پانچ! اس ایڈوکیٹ کے علاوہ پانچ!" سیاح نے اثبات میں سر ہلا کر کہا " اور میں ایک چھٹے ایڈوکیٹ کی بھی کوشش کر رہا ہوں" کے نے پوچھا " لیکن تمہیں اتنے ایڈوکیٹوں کی کس لیے ضرورت ہے؟" سیاح نے کہا " مجھے ان میں سے ہر ایک کی ضرورت ہے" کے نے کہا " وہ کیسے؟ مجھے بھی تو بتاؤ؟" سیاح نے کہا " میں بخوشی بتاؤں گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں مقدمہ ہارنا نہیں چاہتا جیسا کہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں میں کوئی بھی ایسی بات نظر انداز نہیں کر سکتا جس سے مجھے ذرا بھی مدد مل سکے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی ساری املاک اپنے اس مقدمہ میں صرف کر دی چنانچہ میں نے اپنا سارا روپیہ کاروبار سے نکال لیا۔ میرے کاروباری دفاتر پہلے اس ساری عمارت میں پھیلے ہوئے تھے جس میں سے اب صرف ایک پچھلے کا کمرہ میرے پاس ہے اور صرف ایک مددگار کلرک۔ میرا کاروبار محض روپیہ نکال لینے کی وجہ سے نہیں ٹھپ ہو گیا بلکہ میری سرگرمیاں بھی ادھر سے ہٹ گئیں۔ جب آپ اپنے کسی معاملہ میں کامیابی کے لیے اپنی ساری توجہ صرف کر دیں تو آپ کسی اور طرف توجہ نہیں کر سکتے" کے نے بات کاٹ کر کہا تو تم خود بھی اس میں کام کرتے رہے ہو؟ ٹھیک یہی بات ہے جو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ سیاح نے کہا " اس کے متعلق کچھ زیادہ بات آپ کے کہنے کی نہیں ہے میں نے شروع میں سب کام اپنے آپ کرنے کی کوشش کی مگر مجھے دست بردار ہونا پڑا اس میں بڑی تھکن ہوتی ہے اور نتیجہ مایوس کن ہوتا ہے محض عدالت میں حاضری دینا اور بر

چیز پر نظر رکھنا کم از کم میرے لیے بہت زیادہ بوجھ ثابت ہوا۔ مگر آپ تو خود جانتے
ہیں کہ وہاں کی فضا کیا ہوتی ہے؟" کے نے پوچھا "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں بھی
کبھی وہاں گیا تھا؟" سیاح نے کہا "جس وقت آپ غلام گردش سے گزر رہے تھے
تو میں وہیں تھا۔" کے بالکل بوکھلا گیا اور وہ فوراً بول اٹھا "عجیب اتفاق ہے
تو تم نے مجھے دیکھا تھا؟ جب میں غلام گردش سے گزرا ہوں تو تم وہاں موجود تھے
ہاں میں ایک مرتبہ غلام گردش سے گزرا تھا۔" سیاح نے کہا "یہ کوئی ایسا اتفاق
نہیں ہے۔ میں تو ہر وقت ہی وہاں ہوتا ہوں" کے نے کہا "اس کے بعد یقین ہے کہ
مجھے بھی اکثر وہاں جانا ہوگا۔ اگرچہ مجھے یہ توقع نہیں ہے کہ جس اعزاز کے ساتھ پہلے
میرا استقبال ہوا تھا ویسا ہی آئندہ بھی ہوگا۔ میرے آنے پر ہر شخص کھڑا ہو گیا۔
شاید لوگوں نے مجھے جج سمجھا۔" سیاح نے کہا "نہیں آپ کے لیے نہیں بلکہ ملاقاتی
کارکن کے لیے ہم کھڑے ہو گئے تھے۔ ہمیں معلوم تھا کہ آپ ملزم ہیں۔ اس قسم کی
خبر بہت جلد پھیل جاتی ہے۔ چنانچہ آپ کے چہرے سے اندازہ کرکے لوگوں نے
کہہ دیا کہ آپ مجرم قرار پائے جائیں گے۔ اور بہت جلد ہی۔ آپ نے وہاں ایک
شخص سے بات کی تھی کیوں؟ اور اس نے آپ کی بات کا جواب بھی نہ دیا ہوگا
وہاں پر اداس ہو جانے کے بہت سے اسباب ہیں لیکن اس کے جواب دینے
کی ایک وجہ یہ ہوگی کہ آپ کے ہونٹ دیکھ کر اسے صدمہ ہوا ہوگا۔ بعد کو اس
نے کہا کہ اس نے آپ کے لبوں پر خود اپنی سزا پائی دیکھی؟" کے نے کہا "میرے
لبوں پر؟" اور جیب سے آئینہ نکال کر اپنے لبوں کو غور سے دیکھا اور کہا "میں
نے اپنے لبوں میں کوئی عجیب بات نہیں دیکھا۔ کیا تم کچھ دیکھتے ہو؟" سیاح
نے کہا "میں بھی کوئی عجیب بات نہیں دیکھتا۔ مطلق نہیں" کے نے کہا "کتنے وہمی
ہیں یہ لوگ؟" کیا یہ لوگ آپس میں بہت ملتے ہیں اور ایسے خیالات ایک دوسرے

سے ظاہر کرتے ہیں؟" سیاح نے کہا "مجھے خود ان سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ عموماً
ان کا اجتماع اکثر نہیں ہوتا اور یہ ممکن بھی نہیں۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے علاوہ
بریں ان کے مابین بہت کم مفادات مشترک ہیں۔ کبھی کبھی کوئی جماعت یہ خیال
کر لیتی ہے کہ انھوں نے مشترک مفاد معلوم کر لیا مگر انھیں جلد ہی اپنی غلطی معلوم ہو
جاتی ہے۔ عدالت کے خلاف اجتماعی عمل ممکن نہیں ہے۔ ہر مقدمہ کا فیصلہ اس کی
نوعیت پر ہوتا ہے۔ عدالت اس معاملہ میں بہت دیانتدار ہے اور اس لیے
مشترکہ عمل کا سوال ہی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی شخص خفیہ طور سے
کوئی بات حاصل کر لے لیکن ایسے لوگ وقت گزرنے ہی پر سن پاتے ہیں اور
کسی کو معلوم نہیں ہو پاتا کہ یہ کیسے ہوا چنانچہ کوئی حقیقی اتحاد نہیں ہے۔ لوگ غلام
گردش سے اندر باہر گزرتے رہتے ہیں لیکن آپس میں زیادہ بات چیت نہیں
ہو پاتی۔ اوہام پرستی کے عقائد قدیم روایات ہیں اور اسی طرح چلی آتی ہیں" کے
نے کہا "میں نے سب لوگوں کو غلام گردش میں دیکھا اور خیال کیا کہ ان کا وہاں
منڈلاتے رہنا کس قدر بے معنی ہے۔" سیاح نے کہا "بے معنی بالکل نہیں۔ بے
معنی بات صرف یہ ہے کہ کوئی شخص علاحدہ ہو کر کام کرنے کی کوشش کرے۔" سیاح نے
مزید کہا "مجھے وہ زمانہ اچھی طرح یاد ہے جب میرا مقدمہ بالکل اسی مرحلہ پر تھا جس
پر اس وقت آپ کا ہے۔ اس وقت میرے ساتھ صرف یہی ایڈوکیٹ تھا۔ میں اس
سے خاص طور پر مطمئن نہ تھا۔" کے نے اشتیاق کے ساتھ سر ہلا کر اپنے جی میں کہا "اب
مجھے سب باتیں معلوم ہو جائیں گی" جیسے کہ اس سے سیاح کی ہمت افزائی ہو گی کہ وہ
ساری ضروری باتیں بیان کر دے۔ سیاح نے کہا "میرا مقدمہ ٹھیک نہیں چل رہا
تھا۔ پوچھ گچھ ہوتی تھی اور میں ہر تفتیش پر موجود ہوتا تھا۔ میں نے شہادت مہیا کی اور
اپنی ساری حسابی کتابیں عدالت میں پیش کیں جس کی بالکل ضرورت نہ تھی جیسا کہ

مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ میں ایڈوکیٹ کے یہاں چکر لگاتا رہا۔ اس نے متعدد درخواستیں
پیش کیں ۔۔ "کے نے بیچ میں کہا "متعدد درخواستیں؟" سیاح نے کہا "ہاں" کے نے
کہا "یہی بات میرے لیے ضروری ہے اس لیے کہ میرے مقدمے میں وہ پہلی ہی درخواست
پر پس و پیش میں مبتلا ہے۔" سیاح نے کہا "درخواست کے ابھی تک بالکل تیار نہ ہونے
کے بہت سے معقول اسباب ہو سکتے ہیں۔ میں آپ سے بتا دوں کہ میری پہلی درخواست بعد
کو بالکل بے مصرف سمجھ کر رد کر دی گئی۔ ایک سبب مجھے عدالت کے ایک افسر کی مہربانی
سے معلوم بھی ہوا۔ درخواست تو بڑی فاضلانہ تھی مگر اس میں نتیجہ کے متعلق کچھ نہیں لکھا
تھا۔ اول تو اس میں لاطینی الفاظ کی بھرمار تھی جنھیں میں سمجھ نہ سکا اور پھر صفحے کے
صفحے عدالت سے اپیل کے اور پھر خاص خاص حکام کی خوشامد جن کا نام تو نہیں لیا گیا
تھا مگر ہر شخص جس کا ایسے معاملات سے تعلق ہو وہ شناخت کر سکتا تھا۔ اس کے بعد
خود ایڈوکیٹ کی اپنی تعریف جس کے دوران میں اس نے ملتجیانہ انکسار کے ساتھ عدالت
کو خطاب کیا تھا اور آخر میں، قدیم زمانے کے ان مقدمات کا تجزیہ تھا جو میرے مقدمے سے
مشابہت رکھتے تھے۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ تجزیہ جہاں تک میں اسے سمجھ سکا بہت
ہی احتیاط اور ہمہ گیری سے کیا گیا تھا۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں ایڈوکیٹ کے کام کی تنقید
کر رہا ہوں۔ بہرنوع یہ درخواست بہت سی درخواستوں میں سے ایک تھی۔ لیکن بہر نوع
اور اب میں اصل بات کی طرف آتا ہوں۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ میرا مقدمہ کچھ آگے بڑھا ہے"
کے نے پوچھا "تم کس قسم کی ترقی کی رفتار کے متوقع تھے؟" سیاح نے مسکرا کر جواب دیا
"یہ بہت اچھا سوال ہے۔ ان مقدمات میں ترقی کی رفتار بمشکل ہی نظر آتی ہے لیکن
اس وقت مجھے یہ معلوم نہ تھا۔ میں کاروباری آدمی ہوں۔ میں ٹھوس نتائج دیکھنے کا خواہاں
تھا۔ میرا خیال تھا۔ سارے معاملے کی بات چیت یا تو اوپر کے درجے میں جانا چاہیے اور
پانچویں کے درجے میں، اور انجام کی طرف۔ اس کے بجائے یکے بعد دیگرے محض رسمی گفتگو

ہوتی رہی بیشتر ایک ہی طرح کی جس کے جواب میں میں صرف دعائے مغفرت کر سکتا تھا ہفتہ میں کئی کئی بار میرے کاروباری دفتر میں یا میرے گھر پر یا جہاں میں ہوتا پیام پہ آتے رہتے اور یہ بات یقیناً تکلیف دہ تھی۔ اور ان سب باتوں کے علاوہ میرے کاروبار رد دوستوں اور خاص کر میرے عزیزوں میں افواہیں پھیلنے لگیں اور ہر طرف سے میرا ناک میں دم تھا لیکن اس کی مطلق کوئی علامت نہ تھی کہ عدالت قریب مستقبل میں میرے مقدمہ کے فیصلہ کی طرف توجہ کرے گی۔ چنانچہ میں نے ایڈوکیٹ کے پاس جا کر شکایت کی۔ انھوں نے مجھے ایک لمبا چوڑا تفصیلی جواب دیا اور میں جیسی کارروائی چاہتا تھا ویسی کوئی بھی کارروائی کرنے سے صاف انکار کیا اور کہا کوئی شخص عدالت پر یہ اثر نہیں ڈال سکتا کہ وہ سماعت کی تاریخ مقرر کرے اور اگر کوئی شخص عدالت کو یہ درخواست دے کر یہ اصرار کرے جیسا کہ میں چاہتا تھا تو وہ اس شخص کی اور ایڈوکیٹ کی تباہی کا باعث ہوگا۔ میں نے سوچا کہ یہ ایڈوکیٹ جو بات نہیں کرنا چاہتا یا نہیں کر سکتا وہ دوسرا ایڈوکیٹ کر سکے گا۔ چنانچہ میں نے دوسرے ایڈوکیٹوں کی تلاش کی۔ میں آپ سے یہ بھی بتا دوں کہ ان میں سے کسی نے بھی عدالت سے درخواست نہیں کی کہ میرے مقدمہ کی تاریخ مقرر کرے یا اس قسم کے فیصلہ کا انتظام کر سکے۔ یہ قطعی ناممکن ہے بجز ایک صورت کے جو میں بعد کو بیان کروں گا اور اس معاملہ میں ایڈوکیٹ نے مجھے غلط بات نہیں بتائی تھی اگرچہ مجھے دوسرا ایڈوکیٹ کرنے پر افسوس نہیں ہوا۔ میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر ہلڈ نے حاشیہ کے ایڈوکیٹوں کے متعلق آپ سے بہت باتیں کہی ہوں گی۔ انھوں نے ان ایڈوکیٹوں کو حقیر ترین افراد کہا تھا اور ایک طرح سے وہ ہیں بھی۔ بہر نوع ان کے متعلق کہنے اور اپنے اور اپنے رفیقوں سے ان کا امتیاز کرنے میں انھوں نے ہمیشہ ایک غلطی کی جو برسبیل تذکرہ آپ سے بتا دوں وہ ہمیشہ امتیاز کے لیے اپنے حلقہ کے ایڈوکیٹوں کو "بڑے ایڈوکیٹ" کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یقیناً جو شخص چاہے اپنے کو "بڑا" کہہ

سکتا ہے لیکن اس معاملہ میں عدالت کی روایت فیصلہ کرے گی۔ اور عدالت کی روایت جو حاشیہ کے ایڈوکیٹوں کے علاوہ چھوٹے اور بڑے دونوں قسم کے ایڈوکیٹوں کو تسلیم کرتی ہے ہمارا ایڈوکیٹ اور اس کے رفیق چھوٹے ایڈوکیٹوں میں شمار ہوتے ہیں اور جو واقعی بڑے ایڈوکیٹ ہیں جن کا میں نے ذکر سنا ہے مگر کبھی دیکھا نہیں وہ چھوٹے ایڈوکیٹوں سے اتنے ہی بلند ہیں جتنے یہ چھوٹے ایڈوکیٹ حاشیہ کے اور ایڈوکیٹوں سے " کے نے پوچھا " تو پھر بڑے ایڈوکیٹ کون ہیں اور وہ کہاں مل سکتے ہیں ؟ سیاح نے کہا " مجھے بالکل نہیں معلوم کہ بڑے ایڈوکیٹ کون ہیں " کے نے پوچھا " تو تم نے کبھی کسی بڑے ایڈوکیٹ کے پاس جانے کا خیال نہیں کیا ؟ " سیاح نے پھر مسکرا کر جواب دیا " زیادہ دیر تک نہیں۔ بدقسمتی سے ان کے خیال کو آپ کبھی دماغ سے نکال نہیں سکتے۔ خصوصاً رات کے وقت لیکن ... اس وقت مجھے فوری نتائج کی فکر ہوتی ہے اس لیے میں حاشیہ کے ایڈوکیٹوں کے پاس جاتا ہوں "

لینی اب شوربے کا پیالہ لے کر واپس آگئی تھی اور دروازے پر کھڑی تھی اور کہا " کس طرح تم اپنے سر جوڑے ہوئے بیٹھے ہو ؟ کے نے لینی کو آگاہ کرنے کے لیے کہا " ہمیں ایک دو لمحہ کے لیے اور بات کر لینے دو " سیاح نے لینی سے کہا " یہ مجھ سے میرے مقدمہ کی باتیں سننا چاہتے تھے " لینی نے کہا " اچھا سناؤ " لینی نے سیاح کے ہاتھ سے وہ موم بتی لے لی۔ جسے وہ برابر پکڑے ہوئے تھے اور اپنے پیش بند میں اپنا ہاتھ پونچھ کر اس کے پاجامہ پر گری ہوئی موم صاف کرنے لگی۔ کے نے بلا کچھ کہے لینی کا ہاتھ ہٹا دیا اور سیاح سے کہا " تم مجھ سے اپنے حاشیہ کے ایڈوکیٹوں کا حال بیان کر رہے تھے لینی نے کے کے ہلکی سی چپت لگائی اور موم صاف کرنے کا کام جاری رکھتے ہوئے کہا " آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں ؟ " سیاح نے گویا سوچنے کے لیے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر پھیرا اور کہا " ہاں حاشیہ کے ایڈوکیٹ " کے نے اس کی

مدد کرنا چاہی اور کہا "مجھیں فوری نتائج کی فکر تھی اس لیے تم حاشیہ کے ایڈوکیٹوں کے پاس گئے۔ سیاح نے کہا "ہاں ٹھیک ہے"۔ لیکن اس کے آگے کچھ نہیں کہا کے نے جی میں خیال کیا کہ شاید وہ لینی کے سامنے یہ باتیں نہیں کہنا چاہتا" چنانچہ اس نے باقی حالات سننے کے لیے اپنی بے قراری کو ضبط کر کے سیاح سے مزید اصرار نہیں کیا

اس نے لینی سے پوچھا "تم نے میری اطلاع کر دی ؟" لینی نے کہا "بیشک اور ایڈوکیٹ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اب بلاک کو چھوڑ دیجئے۔ اس سے آپ بعد کو بات کر سکتے ہیں۔ وہ یہیں ٹھہرا ہے"۔ کے نے پھر بھی ٹال کیا اور سیاح سے پوچھا "کیا تم یہیں ٹھہرے ہو ؟" لیکن پھر بھی بات لینی ہی نے شروع کی "وہ اکثر یہیں سوتا ہے"۔ کے نے زور سے پوچھا "یہاں سوتا ہے ؟" کے نے سوچا تھا کہ جب ایڈوکیٹ سے بات چیت جلد ختم ہو جائے گی تو وہ اس کے ساتھ باہر جائے گا اور سارے معاملہ کی مفصل تنہائی میں بات کرے گا۔ لینی نے کہا "ہاں ہر شخص آپ جیسا نہیں ہے جو زن کر جس وقت چاہے ایڈوکیٹ سے مل لے۔ آپ کو تو یہ بھی لحاظ نہ ہوا کہ ایڈوکیٹ جیسا بیمار آدمی گیارہ بجے رات کو آپ سے ملاقات کے لیے راضی ہو جائے گا۔ میں آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں میں کسی طرح کا شکریہ نہیں چاہتی ہوں اور نہ مجھے شکریہ کی ضرورت ہے بجز اس کے کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھ سے محبت کریں" کے نے جی میں کہا "تم سے محبت کروں ؟" اور پھر الفاظ جوڑنے کے بعد اسے خیال آیا "مگر میں تو اس سے محبت کرتا ہی ہوں"۔ پھر بھی اس نے لینی کا باقی فقرہ نظر انداز کرتے ہوئے کہا "وہ اس لیے مجھ سے ملاقات کرنے پر راضی ہو جاتا ہے کہ میں اس کا موکل ہوں۔ اگر میں اپنے وکیل سے ملاقات کے لیے کسی اور کی مدد کا ضرورت مند ہوتا تو میں ہر موقعہ پر خوشامد اور زمین بوسی کرتا"۔ لینی نے سیاح سے کہا "آج یہ کتنے برہم ہیں۔

کیوں ؟" کے نے جی میں کہا " اب میری باری ہے کہ مجھے غیر حاضر سمجھ کر بات کی جائے"
اور وہ سیاح سے بھی برہم ہوا جب اس نے لینی کو کج خلقی کی نقل کرتے ہوئے کہا "لیکن
ایڈووکیٹ بعض اور اسباب سے بھی ان سے ملنے پر راضی ہو جاتا ہے۔ ان کا مقدمہ
مجھ سے بہت زیادہ دلچسپ ہے۔ علاوہ بریں یہ ابھی ابتدائی حالت میں ہے اور
شاید اسے ازاں مرحلہ میں اور اس لئے ایڈووکیٹ اس کی پیروی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن آگے
چل کر تمھیں فرق معلوم ہو جائے گا۔" لینی نے ہنس کر سیاح کی طرف دیکھا اور کہا " ہاں
ہاں، کتنا بکی ہے یہ شخص ؟" اور پھر اس نے کے کی طرف رُخ کر کے کہا " آپ اس کی کسی بات
کا یقین نہ کریں۔ یہ آدمی تو اچھا ہے مگر اس کی زبان بہت زیادہ چلتی ہے۔ شاید یہی
وجہ ہے کہ ایڈووکیٹ کو اس کی برداشت نہیں ہے۔ خیال تو کیجیے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ
میں ایڈووکیٹ سے کہتی ہوں کہ بلاک آیا ہے مگر وہ تین تین دن تک ٹالتا رہتا ہے
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بلاک کو بلاتا ہے اور بلاک موجود نہیں ہوتا تو اس کا موقعہ نکل
جاتا ہے اور مجھے دوبارہ از سر نو اطلاع کرنی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں بلاک کو یہاں
سونے کی اجازت دے دیتی ہوں کیونکہ اب سے پہلے ایسا ہوا ہے کہ بلاک یہاں موجود
ہوا اور ایڈووکیٹ کو اس کی موجودگی کا علم بھی ہے مگر وہ اپنی رائے بدل دیتا ہے اور
ملنے سے انکار کر دیتا ہے " کے نے سیاح پر سوالیہ نظر ڈالی اور اس نے اثبات میں
سر ہلایا اور کہا " ہاں وقت گزرنے پر آدمی اپنے ایڈووکیٹ کا دست نگر ہو جاتا ہے "
لینی نے کہا " وہ محض شکایت کا روپ بھر رہا ہے ورنہ وہ یہاں خود ہی سونا چاہتا ہے
جیسا کہ اس نے اکثر مجھ سے کہا ہے " یہ کہہ کر وہ ایک چھوٹے سے دروازہ کی طرف
گئی اور اسے کھول کر کے سے پوچھا " آپ اس کے سونے کا کمرہ دیکھیں گے ؟" کے اس
کے ساتھ ہو لیا اور دہلیز پر سے ایک نیچی چھت کے کمرے کو دیکھا جس میں صرف ایک
تنگ بستر کی گنجائش تھی اور پلنگ کے پائے پکڑ کر بستر پر جانا ہوتا تھا "اس کے

سرے پر دیوار میں ایک طاقچہ تھا جس میں ایک موم بتی، دوات اور قلم، قاعدے
سے کاغذ کے ایک بنڈل کے گرد رکھے تھے جس میں شاید اس کے مقدمہ کے کاغذات
تھے۔ کے نے سیاح کی طرف دیکھ کر پوچھا "تو تم ملازمہ کے کمرے میں سوتے ہو؟" سیاح
نے جواب دیا "لینی نے یہی مجھے دیا ہے۔ یہ بہت تکلیف دہ ہے۔" کے نے اسے غور
سے دیکھا۔ شاید جو تاثر اس نے پہلے لیا تھا وہ درست تھا۔ سیاح یقیناً تجربہ کار تھا
اس کا مقدمہ برسوں سے چل رہا تھا لیکن اس تجربے کی اسے بہت بڑی قیمت
دینا پڑی۔ دفعتاً کے اس کی صورت سے بیزار ہو گیا اور لینی سے چلا کر کہا "اسے بستر پر
سلا دو۔" لینی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کا کیا مقصد ہے مگر کے چاہتا تھا کہ ایڈوکیٹ کے
پاس پہنچ جائے اور نہ صرف اسے بلکہ لینی اور سیاح کو بھی اپنے ذہن سے خارج کر دے
لیکن قبل ازیں کہ وہ ایڈوکیٹ کے کمرے میں پہنچے سیاح نے اس سے دھیمی آواز میں
کہا "اسیسر صاحب" اور کے نے غضب آلود نظر سے اسے دیکھا۔ سیاح نے ملتجیانہ
انداز سے اس کے پاس جا کر کہا "آپ اپنا وعدہ بھول گئے۔ آپ نے اپنا راز مجھ سے
بتانے کے لیے کہا تھا۔" کے نے اس کی طرف اور نیز لینی کی طرف دیکھا جو اسے مشتاق
نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور کہا "اچھا تو سنو اگرچہ اب یہ راز راز نہیں رہا ہے کہ میں
اس وقت ایڈوکیٹ کے پاس اس غرض سے جا رہا ہوں کہ اسے اپنے مقدمہ سے برطرف
کر دوں۔" سیاح نے مضطرب ہو کر کہا "برطرف کر دیں گے!" اور اپنی جگہ سے اچھل کر
باورچی خانہ کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ چلاتے ہوئے دوڑا "یہ ایڈوکیٹ کو برطرف
کر رہے ہیں۔" لینی نے کے کو پکڑنا چاہا مگر سیاح درمیان میں آ گیا۔ اس بیہودگی پر
لینی نے اسے ایک گھونسا رسید کیا اور اسی طرح گھونسا باندھے اس کا تعاقب کیا جو
اب بہت آگے ہو گیا تھا۔ قبل اس کے کہ لینی اسے پکڑ سکے وہ ایڈوکیٹ کے کمرے میں
پہنچ گیا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن لینی نے اپنا پیر دروازے

کی دراز میں اڑا دیا اور اسی دراز سے ہاتھ نکال کر کے کا بازو پکڑ کر اسے پیچھے گھسیٹ لیا۔ کے نے اس کی کلائی اس زور سے مروڑی کہ اسے منہ بسور کر اپنی گرفت ڈھیلی کر دینا پڑی۔ اسے اندر جانے کی جرات نہ ہو سکی اور کے نے دروازہ مقفل کر کے چٹخنی لگا لی۔

ایڈوکیٹ موم بتی کی روشنی میں ایک کاغذ پڑھ رہا تھا جسے اس نے میز پر رکھ دیا اور بستر پر بیٹھے بیٹھے عینک لگائی اور کے کو غور سے دیکھ کر کہا "میں تو تمہارا دیر سے انتظار کر رہا تھا۔" کے نے معذرت کے بجائے کہا "میں آپ کا زیادہ وقت نہ لوں گا چونکہ یہ جملہ معذرت کا نہ تھا اس لیے ایڈوکیٹ نے اسے نظر انداز کر دیا اور کہا "آئندہ میں تم سے اتنے نا وقت نہ ملا کروں گا۔" کے نے فوراً الٹ کر جواب دیا "یہی میرا بھی ارادہ ہے۔" ایڈوکیٹ نے اس پر سوالیہ نظر ڈالی اور کہا "بیٹھ جاؤ" کے نے کہا "آپ کہتے ہیں تو بیٹھا جاتا ہوں۔" یہ کہہ اس نے ایک کرسی رات کی میز کے پاس گھسیٹ لی اور بیٹھ گیا۔ ایڈوکیٹ نے کہا "میرا خیال ہے کہ میں نے تمہیں دروازہ مقفل کرتے ہوئے سنا۔" کے نے جواب دیا "ہاں لینی کی وجہ سے۔" ایڈوکیٹ نے پھر پوچھا "کیا وہ پھر تمہیں پریشان کر رہی تھی؟" کے نے کہا "پریشان کر رہی تھی؟" ایڈوکیٹ منہ بند کر کے ہنستا رہا یہاں تک کہ اسے کھانسی کا دورہ پڑا جس کے بعد وہ پھر منہ بند کر کے ہنسنے لگا اور کہا "ہاں میرا خیال ہے کہ تم نے ضرور محسوس کیا ہوگا کہ وہ تمہیں پریشان کرتی ہے۔" کے نے اعصابی اضطراب میں اپنا ہاتھ رات کی میز پر رکھ دیا تھا۔ ایڈوکیٹ نے اس پر تھپکی دی تو اس نے فوراً ہٹا لیا۔ ایڈوکیٹ نے کہا "تم اسے کوئی اہمیت نہ دو" اور چونکہ کے نے کوئی جواب نہ دیا اس لیے ایڈوکیٹ نے کہا "یہ ٹھیک ہے۔ ورنہ اس کی طرف سے مجھے معذرت کرنا پڑتی۔ اس کی یہ خاص عادت ہے جسے میں نے بہت دن ہوئے معاف کر دیا تھا اور اگر تم نے دروازہ مقفل نہ کیا ہوتا تو اس وقت بھی اس کا ذکر نہ کرتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ میرے

اس بیان سے تمھیں حیرانی ہو رہی ہے تو اس کی خاص عادت یہ ہے کہ وہ تقریباً سارے ملزموں میں دل چسپی دیکھ لیتی ہے وہ ہر ایک سے گھل مل جاتی ہے اور اس سے محبت کرنے لگتی ہے اور پھر وہ لوگ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اکثر وہ میرا دل بہلانے کے لیے اپنے یہ معاملات بیان کرتی ہے جب میں اس کی اجازت دیتا ہوں تمھیں اس سے جتنی حیرت ہو رہی ہے مجھے اتنی حیرت نہیں ہوتی۔ اگر ان چیزوں کی تمھیں شناخت ہے تو تم دیکھو گے کہ ملزم آدمی اکثر دلفریب ہوتے ہیں یہ عجیب کرشمۂ قدرت ہے اور قریب قریب قانون قدرت اس لیے کہ اگرچہ ملزم ہونے سے درحقیقت کسی کی ہیئت میں اتنا فرق نہیں ہو جاتا جو بالکل واضح ہو اور پہچانا جا سکے۔ ان کے مقدمات عموماً معمولی جرائم جیسے مقدمات نہیں ہوتے۔ اکثر ملزم اپنا معمولی کاروبار کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ کسی اچھے ایڈوکیٹ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں تو ان کے مفاد کو زیادہ نقصان نہیں پہنچتا۔ تاہم جن لوگوں کو ان معاملات کا تجربہ ہے وہ بڑے سے بڑے مجمع میں یکے بعد دیگرے تمام ملزموں کو شناخت کر سکتے ہیں۔ تم سوال کرو گے کہ ان کی شناخت کیا ہوتی ہے؟ مجھے اندیشہ ہے کہ میرا جواب تمھیں مطمئن نہ کرے گا۔ ان کی شناخت یہ ہے کہ ملزم لوگ ہمیشہ نہایت ہی دل فریب ہوتے ہیں، وہ جرم کے احساس کی وجہ سے دل فریب نہیں ہو جاتے۔ اس لیے کم از کم بحیثیت ایڈوکیٹ کے مجھے لازماً یہ کہنا چاہیے کہ وہ سب مجرم نہیں ہوتے اور ان پر انصاف کی جو سزا عائد کی جاتی ہے اس کے تصور ہی سے وہ پہلے سے دل فریب نہیں ہو جاتے اس لیے کہ وہ سب سزایاب نہیں ہوتے ان پر جو الزام لگایا جاتا ہے وہی ان کی دلفریبی میں اضافہ کر دیتا ہے۔ بےشک ان میں سے بعض بمقابلہ دوسروں کے زیادہ دل فریب ہوتے ہیں حتیٰ کہ بلاک جیسے بدبخت لوگ بھی۔"

ایڈوکیٹ کی تقریر ختم ہونے تک کے کو پھر سے پورے طور پر دل جمعی حاصل

ہو گئی تھی حتی کہ اس نے ایڈوکیٹ کے آخری الفاظ کی تائید میں صاف دلی کے ساتھ سر کو جنبش بھی دی، دوسری طرف وہ اپنے پرانے خیال کی توثیق بھی کر رہا تھا کہ ایڈوکیٹ ہمیشہ اس وقت کی طرح غیر متعلق عمومی باتیں کہتے ہیں تاکہ اس کی توجہ اصل معاملہ سے ہٹ جائے جو یہ ہے کہ اس کے مقدمے کو آگے بڑھانے میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ بظاہر ایڈوکیٹ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ کے اس وقت معمول سے زیادہ بر افروختہ ہے چنانچہ کے کو اپنی بات کہنے کا موقع دینے کے لیے ذرا دیر کو خاموش ہوا اور چونکہ کے نے کچھ نہیں کہا اس لیے اس نے پوچھا "کیا تم اس وقت رات کو کسی خاص کام سے آئے ہو؟" کے نے موم بتی کی روشنی کو ہاتھ سے آڑ کیا تاکہ وہ ایڈوکیٹ کا چہرہ اچھی طرح دیکھ سکے اور کہا "ہاں میں یہ کہنے آیا ہوں کہ آج کی تاریخ میں میں آپ کی خدمات کو برطرف کرتا ہوں" ایڈوکیٹ یہ سن کر تکیہ پر ہاتھ رکھ کر بستر پر تھوڑا سا بیٹھ گیا اور کہا "کیا میں تمہارا مطلب ٹھیک سمجھ رہا ہوں؟" کے گویا حفاظت کے طور پر سیدھا بیٹھ گیا اور کہا "ہاں، یہ ٹھیک ہے۔" ایڈوکیٹ نے ذرا توقف کے بعد کہا "اس تجویز پر ہم تبادلہ خیال کر سکتے ہیں۔" کے نے کہا "یہ تجویز نہیں بلکہ امر واقعہ ہے۔" ایڈوکیٹ نے کہا "ہو سکتا ہے مگر ممکن ہے کہ ہم بہت جلد بازی کر رہے ہوں۔" ایڈوکیٹ نے "ہم" کا لفظ اس لیے استعمال کیا کہ اس کا ارادہ کے سے بالکل ہی بے تعلق ہو جانے کا نہ تھا بلکہ اگر سرکاری طور پر ایجنٹ نہیں تو کم از کم کے کا مشیر رہنا تھا۔ کے نے آہستہ سے کھڑے ہو کر اور اپنی کرسی کے پیچھے جا کر کہا "یہ عجلت کا فیصلہ نہیں ہے۔ میں نے اس پر خوب غور کر لیا ہے بلکہ شاید ضرورت سے زیادہ وقت دے کر یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" "تو تم مجھے اپنی رائے ظاہر کرنے کا موقع دو۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی چادر الگ کر دی اور بستر کے سرے پر بیٹھ گیا۔ اس کے ننگے پیر جس پر سفید بال لہرا رہے تھے سردی سے کانپنے لگے۔ اس نے کے سے کہا کہ صوفے پر سے کمل اٹھا لائے

کے نے کمبل لا دیا اور کہا "آپ کو سردی کھانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے"۔ ایڈوکیٹ نے بستر کی رضائی اپنے شانوں سے لپیٹ لی اور کمبل پیروں پر ڈال لیا اور کہا "اس کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ تمہارے چچا میرے دوست ہیں، اور وقت کے ساتھ مجھے تم سے بھی الفت ہو گئی ہے۔ میں صفائی سے اس کا اقبال کرتا ہوں۔ یہ کوئی شرم کی بات نہیں ہے" بوڑھے آدمی کے جذبات کا یہ جوش کے کو بالکل گوارا نہ ہوا اس لیے کہ اگر وہ پہلے اتنی صفائی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اب صاف صاف کہنے پر مجبور ہو گیا اور جیسا کہ اس نے خود اعتراف کیا وہ کچھ گھبرا بھی گیا اگرچہ اس کے فیصلہ میں مطلق تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس نے کہا "میں آپ کے مشفقانہ رویہ کا ممنون ہوں اور مجھے اعتراف ہے کہ میرے فائدہ کے لیے جو کچھ آپ نے مناسب سمجھا اس کی امکانی کوشش کی مگر کچھ دنوں سے مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے کہ آپ کی کوششیں کافی نہیں ہیں۔ آپ مجھ سے عمر میں بہت بڑے ہیں اور مجھ سے بہت زیادہ تجربہ کار ہیں اس لیے یقیناً میں اپنی رائے خواہ مخواہ آپ پر عائد کرنے کی کوشش نہ کروں گا، اگر میں نے بلا ارادہ بظاہر ایسا کیا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں لیکن بقول آپ کے ایسا کرنے کی بہت بڑی ضرورت تھی اور مجھے یقین ہے کہ اب تک جو کچھ کیا گیا ہے اس سے بہت زیادہ توجہ کی میرے مقدمہ میں ضرورت ہے" ایڈوکیٹ نے کہا "میں سمجھ رہا ہوں تم بے قرار ہو رہے ہو" کے ذرا جھلایا اور اس لیے اپنے الفاظ میں زیادہ احتیاط نہ برت سکا اور کہا "میں بالکل بے قرار نہیں ہوں مگر آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ اپنی پہلی ہی ملاقات میں جب میں اپنے چچا کے ساتھ آیا تھا میں نے اپنے مقدمہ کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی، اگر مجھے وہ ماجرا یاد نہ دلایا گیا ہوتا تو میں بالکل ہی بھول جاتا۔ پھر بھی میرے چچا نے اصرار کیا کہ میں آپ کو بطور اپنے وکیل کے مقرر کروں اور انھیں خوش کرنے کے لیے میں نے اس کی تعمیل کی۔ شروع میں میں اپنے مقدمہ سے زیادہ پریشان نہ تھا جتنا آپ کو ایڈوکیٹ مقرر کرنے کے بعد سے ہو رہا ہوں۔

مجھے اس کا اعتراف ہے کہ آپ نے عدالت کا حال مجھ سے بیان کیا جو شاید مجھے کہیں
اور سے نہ معلوم ہو سکتا لیکن یہ محسوس کر رہا ہوں کہ یہ معاملہ خفیہ طور پر اس پر مسلط ہو رہا ہے
اور اس پر بہت اثر ڈال رہا ہے اس کے لیے اتنی ہی مدد کافی نہیں ہے۔" کہہ کر اس نے اپنی
کرسی پیچھے ہٹا لی تھی اور اپنی جیکٹ کے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ایڈوکیٹ
نے سکون کے ساتھ دھیمے لہجہ میں کہا "کبھی کوئی بات نہیں ہوتی۔ میرے کتنے ہی موکل
اپنے مقدموں میں اسی مرحلہ پر پہنچے اور بالکل ایسی ہی ذہنی کیفیت میں اور بالکل یہی
باتیں کہیں" کے نے کہا "تو شاید ان کا فیصلہ اتنا ہی درست تھا جتنا کہ میرا۔ اس سے
میری دلیل کی تردید نہیں ہوتی۔" ایڈوکیٹ نے کہا "میں تمہاری دلیل کی تردید نہیں
کرتا مگر میں یہ کہوں گا کہ مجھے یہ امید تھی کہ تم دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ معقولیت
کا اظہار کروگے اس لیے میں نے عدالت کے طریق کار اور خود اپنے طریق عمل پر اتنی
باریک باتیں تم سے بیان کیں جتنی اپنے کسی موکل سے نہیں کہی تھیں لیکن اس کے
باوجود میں صاف دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔ تم نے میرے لیے کوئی آسانی
نہیں پیدا کی۔" ایڈوکیٹ کے کے سامنے اپنے کو کتنا گرا رہا تھا اور اسے اپنے پیشہ کی وقعت کا
بھی لحاظ نہیں تھا جو اس معاملہ میں بہت زیادہ ذی حس ہوتا ہے وہ کس وجہ سے ایسا کر
رہا تھا اگر ظاہری حالات سے صحیح اندازہ کیا جا سکتا ہے تو بحیثیت ایڈوکیٹ کے وہ
بہت مقبول تھا اور دولت مند بھی کے کا کام ہاتھ سے نکل جانے یا اس سے جو فیس
ملتی اس کا نقصان کچھ ایسا زیادہ گراں نہ گزرتا۔ علاوہ بریں وہ بیمار بھی تھا اور اسے
خود بھی یہ توقع ہوتی کہ اس کے موکل ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ اس کے باوجود وہ اصرار
کے ساتھ چمٹا رہنا چاہتا تھا۔ کیوں؟ کیا اس کی وجہ کے کے چچا سے اس کی گہری دوستی
تھی یا وہ اس مقدمہ کو واقعی غیر معمولی سمجھتا تھا اور کے کی پیروی سے وقار حاصل کرنا
چاہتا تھا یا اس کا بھی امکان ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے عدالتی رفیقوں میں بیٹھ کر فخر کا اظہار

کرے؟" کے نے بہت غور کیا مگر اس کے چہرے سے کوئی اندازہ نہ ہو سکا۔ خیال ہو سکتا ہے
کہ اس نے کے پر اپنے الفاظ کا اثر دیکھنے کے لیے قصداً اپنا چہرہ ایسا بنا لیا ہو کہ اس سے
کوئی جذبہ ظاہر نہ ہو سکے۔ لیکن کے کی خاموشی کا اس نے جو مطلب سمجھا وہ ضرورت سے زیادہ
دل خوش کن تھا اس لیے اس نے مزید کہا "تم نے دیکھا ہوگا کہ اگرچہ میرا دفتر کافی بڑا ہے
مگر میں کوئی مددگار نہیں رکھتا۔ شروع دنوں میں ایسا نہ تھا کسی زمانے میں کئی قانون کے
طلبہ میری ماتحتی میں کام کرتے تھے مگر آج میں اکیلا کام کرتا ہوں یہ تغیر کچھ تو میری پریکٹس کی
نوعیت بدلنے کی وجہ سے ہوا اس لیے کہ اب میری زیادہ سے زیادہ یہ کوشش ہوتی
ہے کہ صرف ایسے ہی مقدمے لوں جیسا کہ تمہارا مقدمہ ہے اور کچھ وجہ یہ ہے کہ مجھ
میں ایک روز افزوں یقین پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ اگر میں ایسے مقدمات
کی ذمہ داری دوسروں کے سپرد کر دوں تو یقیناً میرے موکل گھاٹے میں رہیں گے اور
جو کام میں نے ہاتھ میں لیا ہے وہ خطرے میں پڑ جائے گا لیکن سارا کام اپنے سر لینے
کا نتیجہ جو ہونا تھا وہی ہوا۔ میرے پاس جو مقدمات آئے ان میں سے بیشتر مجھے رد کرنا پڑے
اور صرف وہی مقدمے لیے جو مجھے پسند آئے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اسی جوار میں
ایسے بدنصیب لوگوں کی کمی نہیں ہے جو میرے دسترخوان پر کے پھینکے ہوئے ٹکڑوں پر
ٹوٹ پڑیں جن میں ان کے آگے ڈال دوں اور پھر کام کے بوجھ نے میری صحت خراب کر دی
پھر بھی مجھے اپنے فیصلہ پر ندامت نہیں ہے شاید یہ اور بھی بہتر ہوتا کہ میں اس فیصلہ پر
اور سختی سے قائم ہو جاتا اور مزید مقدمات واپس کر دیا کرتا مگر جو اصول میں نے چند منتخب
مقدمات پر یکسوئی کے ساتھ توجہ دینے کا اختیار کیا ہے وہ نتائج کے لحاظ سے
کامیاب اور ضروری ثابت ہوا۔ ایک دفعہ میں نے معمولی قانونی حقوق کی پیروی کرنے والے
ایڈوکیٹوں اور ایسے مقدمات کے ایڈوکیٹوں کے درمیان فرق کی تفصیل بہت ہی خوبصورت
الفاظ میں پڑھی جو کچھ اس طرح کی تھی۔ ایک ایڈوکیٹ تو ایک نازک دھاگے کے ساتھ

لے کر اپنے موکل کو فیصلہ کے وقت تک لے چلتا ہے لیکن دوسرا ایڈوکیٹ اپنے موکل
کو پورا پورا کندھوں پر اٹھا کر لے چلتا ہے اور جب تک فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت
تک ذرا دیر کے لیے بھی نیچے نہیں اتارتا بلکہ اس کے بعد تک بھی۔ یہ بالکل ٹھیک ہے
لیکن یہ کہنا بالکل صحیح نہ ہوگا کہ میں اس اہم کام پر اپنی توجہ مرکوز کرنے پر بالکل ہی نادم
نہیں ہوں۔ جس وقت میری کوششوں کو غلط سمجھا جاتا ہے جیسا کہ تمہارے معاملہ میں
اس وقت اور بس اسی وقت مجھے کچھ افسوس ہوتا ہے"۔ اس تقریر سے معقول ہونے
کی بجائے کے اور زیادہ بے قرار ہو گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ ایڈوکیٹ کے لہجے ہی سے
پتہ چلتا ہے کہ اگر اس نے ذرا ڈھیل دی تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس لیے اس نے
کہا "اگر میں آپ کو بدستور اپنا وکیل بنائے رکھوں تو میرے مقدمہ میں کیا تدابیر اختیار
کرنے کا آپ کا ارادہ ہے؟ ایڈوکیٹ اس تحقیر کو بھی عاجزی کے ساتھ سہار گیا اور
جواب دیا "جو تدابیر میں نے پہلے ہی سے شروع کر دی ہیں انھیں کو جاری رکھوں گا"
کے نے کہا "مجھے معلوم تھا۔ پھر اس گفتگو کو جاری رکھ کر وقت ضائع کرنے سے
کیا فائدہ؟" ایڈوکیٹ نے کہا "میں ایک کوشش اور کروں گا" گویا قصور اس
کا نہیں کے کا تھا۔ پھر کہا "اصل میں میری صلاحیتوں کے متعلق تمہاری رائے جو اتنی
غلط ہو گئی ہے اور نیز عموماً جو تمہارا رویہ ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ تمہارے ساتھ
ضرورت سے زیادہ اچھا برتاؤ کیا گیا اگرچہ تم ملزم ہو یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ تمہارے
ساتھ بے پروائی کی گئی۔ ظاہرہ بے پروائی۔ اس بے پروائی کا یقیناً ایک سبب
ہے اکثر آزاد رہنے کے مقابلہ میں بندھا ہوا رہنا زیادہ محفوظ ہوتا ہے۔ لیکن میں
تمھیں دکھا دوں گا کہ دوسرے ملزموں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے جس سے تمھیں ایک
دو باتوں کا علم ہو جائے گا۔ اب میں بلاک کو بلاؤں گا۔ بہتر ہے کہ تم دروازہ کھول دو
اور بستر کے پاس کی میز کے قریب بیٹھ جاؤ"۔ کے نے ان ہدایات کی تعمیل کرتے ہوئے

کہا "بڑی خوشی سے" وہ معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا تھا لیکن مزید احتیاط کے لیے اس نے پھر کہا "آپ یہ تو سمجھ گئے ہیں کہ میں آپ کو خدمات سے سبکدوش کر رہا ہوں"۔ ایڈوکیٹ نے کہا "ٹھیک ہے لیکن ممکن ہے کہ اس بارے میں تم اپنا ارادہ بدل دو"۔ وہ بستر پر پھر لیٹ گیا اور رضائی اپنے گھٹنوں تک اوڑھ لی اور اپنا منہ دیوار کی طرف کر کے گھنٹی بجائی۔

لینی فوراً ہی موقع پر حاضر ہو گئی اور جلدی جلدی نظر دوڑا کر دیکھنا چاہا کہ صورتِ حال کیا ہے۔ اسے بظاہر یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ کے ابھی خاموشی سے ایڈوکیٹ کے بستر کے پاس بیٹھا ہے۔ اس نے مسکرا کر کے کو اشارہ کیا لیکن بے توجہی سے دیکھتا رہا۔ ایڈوکیٹ نے لینی سے کہا "جاؤ بلاک کو لے آؤ"۔ لیکن لینی نے بلاک کو لینے کے لیے جانے کے بجائے صرف دروازے تک جا کر آواز دی "بلاک تمھیں ایڈوکیٹ صاحب بلاتے ہیں"۔ اور چونکہ ایڈوکیٹ دیوار کی طرف منہ کیے ہوئے تھا اور لینی کی طرف کوئی توجہ نہیں کی تھی، اس لیے وہ کے کی پشت پر پہنچ گئی اور اس کی کرسی کے پیچھے جا کر اور اس کے کانوں کو آہستہ آہستہ انگلیوں سے کرید کر یا کنپٹی سہلا کر اس کی توجہ برابر ہٹاتی رہی۔ بالآخر کے نے اسے روکنے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس نے خفیف مزاحمت کے بعد خود کو اس کے حوالے کر دیا۔

بلاک آواز سن کر فوراً حاضر ہو گیا لیکن دروازے کے باہر ٹھٹک گیا اور یہ سوچنے لگا کہ وہ اندر جائے یا نہ جائے۔ اس نے اپنی پلکیں اوپر اٹھائیں اور سر اٹھا کر گویا دوسری بار آواز کا انتظار کرنے لگا۔ کے نے اسے اندر آنے کی جرأت دلا دی ہوتی مگر اس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ نہ صرف ایڈوکیٹ سے بلکہ گھر کے سارے آدمیوں سے قطع تعلق کرے اس لیے وہ بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ لینی بھی خاموش تھی۔ بلاک نے یہ دیکھ کر کہ کوئی اسے باہر نہیں نکال رہا ہے پریشان چہرہ بنائے ہوئے اور اپنے

دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کیے ہوئے آہستہ آہستہ اندر آ گیا اور واپسی کا راستہ محفوظ رکھنے کے لیے دروازہ کھلا ہوا چھوڑ دیا اس نے کسی کی طرف بالکل نہیں دیکھا بلکہ اپنی نظر ابھری ہوئی رضائی پر جمائے رہا جس کے اندر ایڈوکیٹ نظر بھی نہیں آ رہا تھا اس لیے کہ وہ دیوار کے اوپر تک ڈھک گیا تھا۔ بہرحال بستر کے اندر سے ایک آواز آئی "کیا یہ بلاک ہے؟" اس آواز سے گویا بلاک کو ایک زبردست دھکا لگا وہ کچھ آگے بڑھ آیا تھا۔ اب وہ اس طرح لڑکھڑایا جیسے کسی نے اس کے سینے پر گھونسا مارا ہو اور پھر پیچھے پر ضرب لگائی ہو اور عاجزی کے ساتھ جھک کر خاموشی سے کھڑا ہو گیا اور جواب دیا "کیا حکم ہے؟" ایڈوکیٹ نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو بڑے ناوقت آئے ہو۔" بلاک نے کہا جیسے ایڈوکیٹ سے نہیں بلکہ خود اپنے سے "کیا مجھے بلایا نہیں گیا؟" یہ کہہ کر ہاتھ آگے بڑھائے گویا اپنی حفاظت کے لیے اور واپس جانے کو تیار ہو کر۔ ایڈوکیٹ نے کہا "تمھیں بلایا گیا تھا۔ پھر بھی تم ناوقت آئے۔" ذرا وقفہ کے بعد اس نے پھر کہا "تم ہمیشہ ناوقت آتے ہو۔" جیسے ہی ایڈوکیٹ کی آواز سنائی دی بلاک نے بستر سے اپنی نظر ہٹائی اور دور کے گوشے میں جا کر آواز سننے کا انتظار کرنے لگا گویا ایڈوکیٹ کی نگاہ کا تیر اس کی برداشت سے باہر تھا لیکن اس کے لیے سننا بھی مشکل تھا اس لیے ایڈوکیٹ دیوار کے قریب منہ کیے ہوئے دھیمی آواز سے تیز تیز بول رہا تھا۔ بلاک نے پوچھا "کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں چلا جاؤں؟" ایڈوکیٹ نے کہا "خیر اب تم آ گئے ہو تو ٹھہرو۔" ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بلاک کی خواہش پوری کرنے کے بجائے ایڈوکیٹ نے اس کی پٹائی کرنے کی دھمکی دی ہو اس لیے کہ یہ شخص تھر تھر کانپنے لگا۔ ایڈوکیٹ نے کہا کہ کل اپنے دوست تیسرے جج سے میری ملاقات ہوئی اور باتوں باتوں میں میں نے تمھارے مقدمہ کا ذکر کر دیا۔ تم جاننا چاہتے ہو کہ اس نے کیا کہا؟" بلاک نے کہا "جی حضور" ایڈوکیٹ

نے فوراً جواب نہیں دیا۔ پھر ایڈوکیٹ نے اس سے پوچھا "تمھارا ایڈوکیٹ کون ہے؟"
بلاک نے کہا "جناب آپ ہیں" ایڈوکیٹ نے پھر پوچھا "اور میرے علاوہ؟"
بلاک نے کہا "آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں" ایڈوکیٹ نے کہا "پھر کسی اور کی
بات پر دھیان نہ دیا کرو" بلاک نے ان الفاظ کا پورا پورا اثر لیا اور غضب آلود
نظر سے کے کی طرف دیکھا۔ اور غصہ سے اپنا سر ہلایا۔ کے نے اپنی کرسی کی پیٹھ سے
ٹیک لگا کر کہا "اب میں کچھ نہ بولوں گا۔ مجھ سے مطلب نہیں" بلاک میں ابھی
کچھ خودداری باقی تھی۔ ایڈوکیٹ کی موجودگی میں زور سے چلا کر اور گھونسا دکھلا
کر کہا "تم مجھ سے اس طرح بات نہ کرو۔ یہ مجھے گوارہ نہیں۔ میری توہین کرنے سے
تمھارا کیا مطلب ہے اور پھر ایڈوکیٹ کے سامنے جو تمہیں اور ہمیں دونوں کو
محض اپنی عنایت سے اپنے کمرے میں آنے کی اجازت دیتا ہے۔ تمہیں کوئی فوقیت
حاصل نہیں ہے۔ تم بھی ملزم ہو تمھیں کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ تم بھی ملزم ہو۔
اگر تم اپنے کو شریف آدمی سمجھتے ہو تو میں بھی تمھاری طرح بڑا شریف آدمی ہوں اور تمھیں
مجھ سے اسی انداز میں بات کرنی چاہیے۔ کے نے ایک لفظ بھی نہیں کہا بلکہ بلا پلک
جھپکائے حیرت سے اس پاگل آدمی کو ایک ٹک دیکھتا رہا۔ پچھلے ایک گھنٹے کے اندر
اس شخص میں کتنا بڑا تغیر ہو گیا! کیا وہ اپنے مقدمہ کی وجہ سے اتنا گھبرایا ہوا ہے کہ
دوست دشمن میں تمیز نہیں کر سکتا۔ کیا وہ دیکھ نہیں رہا ہے کہ ایڈوکیٹ جان بوجھ
کر کے کے سامنے اپنا اقتدار جتانے کے لیے اسے ذلیل کر رہا ہے تاکہ اس طرح شاید
کے کو بھی اپنے آگے جھکا سکے؟ پھر بھی اگر بلاک اسے محسوس کرنے کی اہلیت نہیں
رکھتا یا وہ ایڈوکیٹ سے اتنا خوفزدہ ہے کہ وہ محسوس کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا تو یہ
کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اتنا چالاک یا اتنا بے باک ہو گیا کہ ایڈوکیٹ کو دھوکا دے
دے اور اس سے انکار کر دے کہ وہ دوسرے ایڈوکیٹوں سے بھی استفسار کرتا ہے؟

اور کتنی احمقانہ جسارت اس میں آگئی کہ وہ کسے کو یہ جانتے ہوئے برا بھلا کہے کہ کے اس کا ماننا کھول سکتا ہے؟ وہ اپنی احمقانہ جسارت میں ایک قدم اور بھی آگے بڑھا اور ایڈوکیٹ کے بستر کے پاس جا کر کے کی شکایت کی اور کہا "ایڈوکیٹ صاحب! آپ نے سنا اس شخص نے مجھ سے کیا کہا؟ میرے مقدمہ کے مقابلہ میں اس کا مقدمہ صرف چند گھنٹوں کا پرانا ہے اور پھر بھی اگرچہ میں پانچ برس سے اس مقدمہ میں پھنسا ہوں یہ مجھے صلاح دینے کی جسارت کرتا ہے۔ یہ مجھے گالی بھی دیتا ہے جانتا کچھ بھی نہیں اور مجھے گالی دیتا ہے۔ جس نے اس محدود عقل کے مطابق فرض، خدا ترسی، اور روایت کے تمام ضوابط کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ایڈوکیٹ نے کہا "کسی کی بات کا خیال نہ کرو اور جو بات تمہیں ٹھیک معلوم ہو اسی پر عمل کرو" بلاک نے گویا اپنے اعتماد کو مضبوط کرنے کے لیے کہا "بیشک" کن انکھیوں سے ایک طرف دیکھ کر بستر کے پاس گھٹنوں کے بل جھک گیا اور کہا میرے ایڈوکیٹ! میں گھٹنوں کے بل جھکا ہوں" لیکن ایڈوکیٹ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلاک نے احتیاط کے ساتھ ایک ہاتھ سے رضائی کو سہلایا۔ کمرے کی اس خاموشی میں لینی نے کہ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا "چھوڑیے مجھے تکلیف ہو رہی ہے میں بلاک کے پاس جاؤں گی" یہ کہہ کر وہ اٹھ گئی اور بستر کے ایک کونے پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس کے آجانے سے بلاک کو بڑی خوشی ہوئی اور وہ کچھ تیل جیسے موثر اشاروں کے ساتھ لینی کی خوشامد کرنے لگا کہ وہ اس کے معاملہ کی ایڈوکیٹ سے سفارش کرے۔ بظاہر اسے اس کی شدید ضرورت تھی کہ ایڈوکیٹ سے جو بھی اطلاع مل سکے وہ حاصل کرے لیکن اس کی ضرورت شاید اس لیے تھی کہ اس کے دوسرے ایڈوکیٹ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ لینی کو شاید ایڈوکیٹ کو پھسلانے کا ٹھیک طریقہ معلوم تھا۔ اس لئے اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا اور پھر اپنے لبوں کو سکیڑ لیا جیسے بوسہ دینے کے لیے بلاک نے فوراً اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور لینی

کے اشارے پر دوبارہ بھی کیا لیکن ایڈووکیٹ پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا۔ تب لینی
اپنے گٹھے ہوئے جسم کے خطوط نمایاں کر کے بوڑھے ایڈووکیٹ کے منہ پر جھک گئی اور
اس کے لانبے سفید بالوں کو سہلانے لگی۔ اس پر ایڈووکیٹ کے منہ سے جواب
نکلا اور اس نے کہا "مجھے اس سے کہنے میں تامل ہو رہا ہے۔" اور اس کے سر ہلانے
سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ لینی کے ہاتھ کے مس سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ بلاک
آنکھیں نیچی کیے سن رہا تھا جیسے اس پر یہ فرض عائد کیا گیا ہو۔ لینی نے پوچھا "آپ
کو تامل کیوں ہے؟" کے کو ایسا محسوس ہوا کہ گویا وہ سوچی سمجھی تقریر سن رہا ہو جو بار
بار دہرائی جا چکی تھی اور صرف بلاک کو اس سے دلچسپی ہو سکتی تھی کہ ہمیشہ اسے نئی سمجھ
کر لطف اندوز ہو۔ ایڈووکیٹ نے بجائے جواب دینے کے پوچھا "آج اس کا طرز عمل
کیسا رہا؟" لینی نے اس کا جواب دینے سے پہلے بلاک کی طرف دیکھا جس نے
دونوں ہاتھ جوڑ کر ملتجیانہ اس کی طرف بڑھا دیے۔ بالآخر اس نے سنجیدگی سے سر
ہلایا اور ایڈووکیٹ کی طرف رخ کر کے کہا "وہ بالکل خاموش اور مشغول رہا۔" ایک
سن رسیدہ کاروباری آدمی لمبی داڑھی سمیت ایک جرمن لڑکی کی خوشامد کر رہا ہے کہ
وہ اس کی سفارش کر دے۔ خانگی طور پر وہ کتنا ہی پوشیدہ رکھے لیکن اپنے ہم جنسوں
میں اسے اس کے جواز کی کوئی صورت نہ ملے گی۔ دیکھنے والے کے لیے بھی اس میں
ذلت تھی۔ گویا ایڈووکیٹ کے طریقے جن کا خوش قسمتی سے کے کو زیادہ دن سابقہ
نہیں ہوا تھا اتنے گراوٹ کے تھے کہ موکل ساری دنیا کو بھول کر اپنے مقدمہ کا خاتمہ
نظر آنے تک صرف اسی غلط راستے کے بھنور میں پھنسا رہے موکل موکل نہیں رہتا
بلکہ ایڈووکیٹ کا کتا ہو جاتا ہے۔ اگر ایڈووکیٹ اس شخص کو حکم دے کہ وہ پیٹ کے
بل چل کر بستر کے نیچے جائے اور کتے کی طرح بھونکنے لگے تو وہ اس کی بھی تعمیل
کرے گا۔ کے ساری باتیں تنقیدی بے تعلقی سے سنتا رہا جیسے اسے ساری کارروائی

کا معائنہ کرنے متعین کیا گیا ہو کہ وہ اس کی رپورٹ اپنے اعلیٰ افسر کو پیش کرے۔
اور اسے مسل کے لیے لکھ لے۔" ایڈوکیٹ نے پھر پوچھا "وہ سارے دن کیا کرتا رہا؟"
لینی نے جواب دیا "میں نے اسے ملازمہ کے کمرے میں بند کر دیا تاکہ وہ میرے کام
میں حارج نہ ہو اور اسی میں وہ عموماً رہتا ہے اور کبھی کبھی میں روشندان سے جھانک
کر دیکھ لیتی ہوں کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ وہ سارا وقت بستر پر ٹیکا ہوا وہی کتاب پڑھتا
رہا جو آپ نے اسے دی ہے اور جب وہ کھڑکی کی دہلیز پر کھلی ہوئی رکھی تھی اس
سے مجھے بالکل اطمینان ہو گیا اس لیے کہ کھڑکی ہوا کے رخ پر کھلتی ہے جس سے زیادہ
روشنی نہیں آتی۔ چنانچہ جس طرح بلاک پڑھنے میں مشغول رہا اس سے مجھے معلوم ہو گیا
کہ جس بات کا اسے حکم دیا جاتا ہے اس کی کتنی اطاعت شعاری کے ساتھ تعمیل کرتا
ہے۔" ایڈوکیٹ نے کہا "مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی۔ مگر جو کچھ وہ پڑھتا ہے کیا اسے سمجھتا
بھی ہے؟" لینی نے کہا "یہ تو میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن پڑھتا وہ بڑے غور سے
ہے اور دن بھر ایک ہی صفحہ کھولے رہتا ہے اور سطروں پر انگلی پھیرتا رہتا ہے
جب بھی اس نے اس کی طرف دیکھا تو وہ ٹھنڈی سانس لے رہا تھا جیسے پڑھنے میں
اسے بڑی محنت پڑ رہی ہو۔ بظاہر جو کتاب آپ نے اسے دی ہے اس کا سمجھنا بہت
مشکل ہے؟" ایڈوکیٹ نے کہا "ہاں یہ صحیفے کافی مشکل ہیں۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ
انھیں سمجھتا بھی ہے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسے کچھ اندازہ ہو جائے کہ اس کے
مقدمہ کی پیروی میں مجھے کتنی سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور یہ سخت جدوجہد
میں کس لیے کرتا ہوں؟ اس کا الفاظ میں اظہار سخت مضحکہ خیز ہے یہ میں بلاک کے
لیے کرتا ہوں اسے سمجھنا چاہیے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا وہ بلا وقفہ کے پڑھتا
ہے؟" لینی نے کہا "تقریباً بالکل بلا وقفہ کے۔ صرف ایک مرتبہ اس نے مجھ سے پانی
مانگا اور میں نے روشندان سے اسے پکڑا دیا اور قریب آٹھ بجے کے میں نے اسے

باہر نکال کر کچھ کھانے کو دیا" بلاک نے کے پر ایک اچٹتی نظر ڈالی جیسے وہ دیکھنا
چاہتا ہو کہ اس نیکی کے کارنامہ سے وہ متاثر ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی امیدیں پروان
کر رہی ہیں اس کے حرکات آپ اپنے مقید نہیں تھے اور وہ اپنے گھٹنے کھجا ادل بدل
رہا تھا اور اس وجہ سے یہ بات اور بھی نمایاں ہو گئی کہ ایڈووکیٹ نے اس کے بعد
جو الفاظ کہے ان سے اس پر سرد پانی پڑ گیا۔ ایڈووکیٹ نے کہا "تم اس کی اتنی تعریف
کیوں کر رہی ہو جس کی وجہ سے مجھے کہنے میں اور مشکل ہو رہی ہے اس لیے کہ جج کی رائے
کسی طرح نہ بلاک کے موافق تھی اور نہ اس کے مقدمہ کے۔" لینی نے کہا "موافق نہ
تھی، یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟" بلاک لینی کو ایک ٹک دیکھ رہا تھا گویا اسے یہ
امید تھی کہ لینی میں یہ صلاحیت ہے کہ جج نے بہت پہلے جو الفاظ کہے تھے انھیں
موافقت کی طرف موڑ دے۔ ایڈووکیٹ نے پھر کہا کہ "جج کی رائے موافق نہ تھی
بلکہ جب میں نے بلاک کا نام لیا تو وہ برہم ہو گیا اور کہا کہ بلاک کا نام نہ لو میں نے
کہا کہ وہ میرا موکل ہے" اس پر جج نے کہا "تم اس شخص کے لیے اپنی محنت ضائع کر رہے
ہو۔" میں نے پھر کہا "میرے خیال میں اس کا مقدمہ مایوس کن نہیں ہے" جج نے پھر
وہی بات دہرائی "تم اس کے لیے اپنی محنت ضائع کر رہے ہو۔" میں نے کہا کہ "میں
یہ نہیں سمجھتا۔ بلاک کو خلوص کے ساتھ اپنے مقدمہ کی فکر ہے اور اس میں منہمک رہتا
ہے۔ وہ مقدمہ کی روداد سے باخبر رہنے کے لیے تقریباً میرے گھر ہی پر رہتا ہے۔
اتنی سرگرمی عموماً دیکھنے میں نہیں آتی۔ یہ ضرور ہے کہ وہ ذاتی طور پر ذرا کریہہ المنظر
ہے، اس کے اطوار برے ہیں مگر بحیثیت موکل کے وہ قطعی ناقابلِ ملامت ہے۔"
میں نے "ناقابلِ ملامت" کہا تھا جو کھلا ہوا مبالغہ تھا اور اس پر جج نے کہا "بلاک
محض چالاک ہے۔ اس نے بہت تجربہ حاصل کر لیا ہے اور وہ موقع سے فائدہ
اٹھانے کا گر جانتا ہے۔ لیکن اس کی جہالت اس کی چالاکی پر فوقیت رکھتی ہے۔ تم

کیا سمجھتے ہو کہ اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا مقدمہ ابھی شروع ہی نہیں ہوا اور شروع کرنے کی گھنٹی ابھی بجی ہی نہیں تو وہ کیا کہے گا؟" بلاک اب لرزتے ہوئے پیروں سے کھڑا ہونے والا تھا کہ مزید تشریح کی التجا کرے مگر ایڈوکیٹ نے کہا "بلاک، خاموش بیٹھو" براہ راست بلاک سے ایڈوکیٹ نے سب سے پہلی یہی بات کہی تھی۔ ایڈوکیٹ کی آنکھیں پر دھواں چھا گیا اور اس نے زمین کی طرف دیکھا اس کی نظر کچھ تو مبہم تھی اور کچھ بلاک کی طرف جو پیچھے مڑ کر پھر گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ ایڈوکیٹ نے کہا: "جج کی یہ رائے یقیناً تمہارے لیے اتنی اہم نہیں ہے کہ ہر لفظ پر سہم نہ جایا کرو۔ اگر پھر تم ایسا کرو گے تو میں کبھی تم سے کوئی بات نہیں کہوں گا میں جیسے ہی کوئی بات شروع کرتا ہوں تم ٹکٹکی باندھ کر مجھے دیکھنے لگتے ہو جیسے تمہارا آخری فیصلہ آ گیا۔ تمہیں میرے موکل کے سامنے ایسا دطیرہ اختیار کرنا چاہیے اور تم میرے موکل کا مجھ پر سے اعتبار اٹھا رہے ہو۔ تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ ابھی تم زندہ ہو اور میری حفاظت میں ہو۔ تمہارا ہراس بالکل بے معنی ہے۔ تم نے کہیں نہ کہیں پڑھا ہو گا کہ ایک شخص کبھی کسی اتفاقیہ شخص کے موقع بے موقع اتفاقیہ لفظ سے مجرم بن جاتا ہے یہ تو بالکل ٹھیک ہے کہ اس میں مستثنیات بھی ہیں لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ تمہارے ہراس سے مجھے نفرت ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمہیں مجھ پر پورا بھروسا نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ بھی کہا وہ ایک جج کی رائے کی اطلاع تھی۔ تمہیں بخوبی معلوم ہے کہ ان معاملات میں اتنا بڑا اختلاف رائے ہوتا ہے کہ ان کی پراگندگی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اس جج کا خیال ہے کہ مقدمہ کی کارروائی ایک مقام سے شروع ہوتی ہے اور میرا خیال ہے کہ دوسرے مقام سے۔ یہ محض اختلاف رائے ہے اور کچھ نہیں۔ روایت یہ ہے کہ روداد کے ایک مرحلہ پر گھنٹی بجنی چاہیے۔ جج کے خیال میں اسی وقت مقدمہ کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس کے خلاف جو

دلائل ہیں وہ میں تم سے بیان نہیں کر سکتا اس لیے کہ وہ تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گے بس اتنا ہی کافی ہے کہ اس رائے کے خلاف بہت سے دلائل ہیں۔" بلاک اپنی گھبراہٹ میں بستر کے سامنے رکھے ہوئے جرمی کمبل کے بال نوچنے لگا۔ جج نے جو کچھ کہا تھا اس سے اس پر اتنا خوف طاری ہوا کہ اسے ایڈوکیٹ کا احترامانہ خوف بھی جاتا رہا۔ اور اس کے ذہن میں صرف خود اپنا خیال رہ گیا اور وہ جج کے الفاظ کو بار بار دہراتا اور انھیں ہر طرف سے ناپ تول رہا تھا۔ لینی نے بلاک کا گریبان پکڑ کر اسے ذرا اوپر اٹھا لیا اور تنبیہ کے انداز میں کہا: "بلاک کمبل کو چھوڑ دو اور ایڈوکیٹ کی بات سنو۔"

کے کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایڈوکیٹ نے کیسے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس کے اس کرتب سے کے اس کے قابو میں آ جائے گا۔ اگر ایڈوکیٹ منحرف کرنے میں پہلے ہی کامیاب نہیں ہو گیا تھا تو اس منظر نے اس کا قصہ قطعی طور سے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

نواں باب

گرجا گھر کے اندر

ایک اٹلی کا رفیق جو اس شہر میں پہلی مرتبہ آیا تھا اور جو با اثر لوگوں میں اپنے تعلقات کی وجہ سے بینک کے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا اسے کے نے اپنی نگرانی میں لیا اور شہر کے بعض صناعی کے مرکز اور تاریخی یادگاریں اسے دکھائیں

یہ ایسا کام تھا جس کے سپرد ہونے پر کے اپنا اعزاز تصور کرتا لیکن اس موقع پر جب کہ اس کی ساری توجہ بینک میں اپنا وقار قائم رکھنے پر مرکوز ہوتی تھی اسے اس خدمت کو قبول کرنے میں تامل ہوا۔ جتنے وقت وہ بینک سے باہر رہتا وہ اس کے لیے آزمائش کا وقت ہوتا۔ اسے لازمی یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ اسے راہ سے ہٹانے کی سازش ہے تاکہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے کام کی جانچ کی جائے یا کم از کم یہ کہ دفتر میں اس کے وجود کو لازمی نہیں سمجھا جاتا۔ ان میں سے اکثر کاموں سے وہ بآسانی انکار کر سکتا تھا مگر اسے اس لیے جرأت نہیں ہوتی تھی کہ اگر شبہ کی ذرا سی بھی بنیاد ہو تو اس کے انکار سے اس کی فکرمندی ظاہر ہو گی۔ چنانچہ اس وجہ سے وہ ظاہر ہے چوں وچرا ہر ایسے کام کو قبول کر لیتا تھا اور ایک دفعہ تو اسے سخت تھکا دینے والا دو دن کا سفر کرنا تھا جس سے اس نے ذرا بھی عذر نہ کیا حالانکہ اسے سخت نزلہ ہو رہا تھا جس میں وہ سردی کے موسم میں ہوا لگنے کے اندیشہ کا عذر کر سکتا تھا۔ جب وہ اس سفر سے واپس آیا تو شدید درد سر میں مبتلا تھا اور اسے معلوم ہوا کہ دوسرے ہی دن اسے اطالوی مہمان کی ہمراہی میں جانا ہوگا اس مرتبہ اسے انکار کر دینے کی سخت خواہش تھی خصوصاً اس لیے کہ کام کوئی خاص دفتری فرائض سے متعلق نہ تھا۔ پھر بھی یہ ایک رفیق کار کی اخلاقی خدمت کا فرض تھا۔ جسے یقیناً کافی اہمیت تھی اگرچہ خود اس کے لیے ایسی اہمیت نہ تھی۔ اس موقع پر مشکل یہ تھی کہ کوئی معقول عذر سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اطالوی زبان سے اس کی واقفیت بہت زیادہ تو نہ تھی پھر بھی کم از کم وہ کافی تھی اور فیصلہ کن بات یہ تھی کہ اسے ابتدا میں کچھ آرٹ سے واقفیت ہو گئی تھی جسے نامعقول طور پر غیر معمولی اہمیت دی جاتی تھی کچھ دنوں وہ محض کاروباری حیثیت سے آثار قدیمہ کی حفاظت کی ایک سوسائٹی کا ممبر رہا تھا۔ افواہ یہ تھی کہ اطالوی مہمان آرٹ کا مبصر تھا اور اگر یہ بات تھی تو اس کی ہمراہی کے لیے کے کا انتخاب بظاہر ناگزیر تھا۔

کے جب سات بجے سویرے اپنے دفتر پہنچا تو تیز بارش تھی اور ہوا چل رہی تھی۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا اس لیے کہ آدھی رات تک وہ تیاری کے لیے اطالوی زبان کی گرامر کا مطالعہ کرتا رہا تھا۔ وہ میز پر کام کرنے بیٹھ گیا مگر بدقسمتی سے عین اس وقت ملازم نے اطلاع دی کہ منیجر نے اسے یہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے کہ اسیر صاحب اپنے دفتر آ گئے یا نہیں اور اگر آ گئے ہوں تو ان سے استدعا کرے کہ براہ عنایت وہ ملاقاتی کمرے میں آ جائیں۔ اطالوی مہمان آ گئے ہیں۔ کے نے "بہت اچھا" کہا اور ایک چھوٹی سی ڈکشنری اپنی جیب میں رکھی اور سیر کرنے والے کی ضرورت کا البم جو اس نے مہمان کی خاطر خریدا تھا بغل میں دبایا اور ڈپٹی منیجر کے کمرے سے ہوتا ہوا منیجر کے کمرے میں پہنچ گیا۔ پھر جب کے ملاقاتی کمرے میں پہنچا تو منیجر اور مہمان دونوں اپنی آرام کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ منیجر یقیناً کے کو دیکھ کر خوش ہوا اور فوراً تعارف کرایا۔ اطالوی نے کے سے شفقت کے ساتھ ہاتھ ملایا اور ہنس کر کہا "سویرے بستر سے اٹھنے والا کوئی تو ہے"۔ کے نے پورے طور پر اس کا مفہوم نہ سمجھا اس لیے کہ یہ فقرہ غیر معمولی تھا جس کا مطلب فوراً کے کے ذہن میں نہیں آیا۔ اس نے چند اخلاقی رسمی الفاظ میں جواب دیا اور اطالوی پھر ہنس دیا اور اس دوران میں اپنی گھنی و ہیار رنگ کی مونچھوں پر تاؤ دیتا رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی مونچھوں میں خوشبو لگی ہوئی ہے اور ہر شخص کو یہ خواہش ہوتی تھی کہ قریب جا کر سونگھے۔ جب سب بیٹھ گئے اور ابتدائی گفتگو شروع ہوئی تو کے کو بڑی پریشانی ہوئی کہ وہ اطالوی کی باتیں پوری نہیں سمجھ سکتا تھا۔ جب وہ آہستہ آہستہ اور سکون کے ساتھ بولتا تھا تو پوری بات سمجھ میں آ جاتی تھی مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا اکثر اس کی زبان سے الفاظ کا سیلاب رواں ہوتا تھا اور وہ اپنے سر سے معنی خیز اشارے کرتا تھا جیسے وہ گفتگو کی روانی سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔ علاوہ بریں جب ایسی صورت ہوتی تھی

تو وہ عموماً ایسی بولی بولنے لگتا تھا جو کے کے خیال میں اطالوی نہ تھی مگر جسے منیجر بول بھی سکتا تھا اور سمجھ بھی سکتا تھا جس کی کے کو توقع بھی تھی اس لیے کہ یہ اطالوی جنوبی اٹلی کے اسی شہر کا باشندہ تھا جہاں منیجر کئی سال رہ چکا تھا۔ بہر نوع کے کو صاف معلوم ہو گیا کہ اس اطالوی سے ربط ضبط کا کوئی امکان نہیں ہے اس لیے کہ اس کی فرانسیسی زبان بھی سمجھنا اتنا ہی مشکل تھا اور اشارے کے لیے اس کے لبوں پر نظر رکھنا بیکار تھا اس لیے کہ اس کے لبوں کی حرکت کا گھنی مونچھوں کی وجہ سے پتا نہ چلتا تھا۔ آخر کار اطالوی نے اپنی گھڑی دیکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ منیجر سے رخصت ہو کر وہ کے کے سامنا قریب ہو گیا کہ اسے ہلنے کے لیے اپنی کرسی کو پیچھے ہٹانی پڑی۔ منیجر نے یقیناً کے کی آنکھیں دیکھ کر یہ اندازہ کیا کہ اس ناقابلِ فہم اطالوی کی وجہ سے کے سخت پریشانی میں پڑ گیا ہے تو اس نے ایسی ہوشیاری اور سہولت سے دخل دیا کہ معلوم تو یہ ہوا کہ وہ اسے کچھ مشورے دے رہا ہے لیکن دراصل اسے مختصراً وہ سب باتیں سمجھا دیں جو اطالوی بلا تکان کہتا رہا تھا۔ اس طرح کے کو معلوم ہوا کہ اطالوی کو کوئی ضروری کام ہے اور اس کے پاس وقت بہت کم ہے۔ وہ صرف گرجا کو تفصیل سے دیکھنے پر اکتفا کرے گا۔ ایسے عالم اور شفیق انسان کے ساتھ (کے کو وہ انھیں الفاظ کے ساتھ یاد کر رہا تھا) اسے گرجا دیکھنے میں بے حد خوشی ہو گی۔ اطالوی نے پہلے منیجر سے ہاتھ ملایا پھر کے سے اور پھر دوبارہ منیجر سے اور دونوں کو اپنے پیچھے لیے ہوئے اور اب ان کی طرف ذرا مڑ کر مگر الفاظ کا سیلاب بہاتے ہوئے دروازے کی طرف چلا گیا۔ کے دو تین منٹ منیجر کے پاس ٹھہرا جس کی طبیعت اس روز خاص طور پر ناساز معلوم ہوتی تھی۔ اس کے بعد کے کو اپنے کمرے میں جانے کے لیے رخصت کر دیا گیا۔ اب جتنا وقت اس کے پاس بچا تھا وہ اس نے ڈکشنری سے ایسے غیر معمولی الفاظ نقل کرنے میں صرف کیے جن کی گرجا گھر کے معائنے میں ضرورت ہو گی

لیکن ساڑھے نو بجے جب وہ چلنے کے لیے کھڑا ہوا تھا ٹیلیفون کی گھنٹی بجی لینی نے اسے سلام کیا اور اس کا مزاج پوچھا۔ کے نے جلدی سے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اُس سے بات کرنے کا اس کے پاس وقت نہیں ہے۔ اسے گرجا گھر جانا ہے۔ لینی نے پوچھا "گرجا گھر!" کے نے کہا "ہاں گرجا گھر" لینی نے کہا "گرجا گھر کس لیے؟" کے نے مختصراً تشریح کرنی چاہی لینی نے بات کاٹ کر کہا "وہ تم سے سخت محنت لے رہے ہیں" یہ ہمدردی جس کی اسے خواہش نہ تھی اور جس کی اسے توقع نہ تھی کے کے لیے ناقابلِ برداشت تھی اس نے رخصت کے دو الفاظ کہے لیکن ٹیلیفون بند کرنے پر بھی اس نے کہا کچھ تو اپنے آپ اور کچھ لینی سے جو بہت دور تھی اور سن نہ سکتی تھی "ہاں وہ مجھ سے سخت محنت لے رہے ہیں"۔

وہ ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے اسے البم کا خیال آیا جسے دینے کا اُسے موقع نہیں ملا تھا چنانچہ اب اس نے اسے اپنے ساتھ لے لیا اور اپنے زانو پر رکھ کر بیقراری کے ساتھ اسے راستہ بھر انگلیوں سے بجاتا رہا۔ بارش تو تھم گئی تھی مگر دن سرد، مرطوب اور اندھیرا تھا اور گرجا میں سب چیزیں نہ دیکھی جا سکیں گی اور ٹھنڈے پتھر پر کھڑے ہونے سے کے کا نزلہ اور زیادہ بڑھ جائے گا

گرجا کا احاطہ بالکل سنسان تھا۔ اسے یاد آیا کہ بچپن میں بھی اس کے لیے یہ چیز جاذب توجہ ہوتی تھی کہ اس تنگ احاطے کے مکانوں کی کھڑکیوں کی جھلملیاں ہمیشہ بند ہوتی تھیں اور آج کے جیسے دن میں تو یہ ضروری بھی تھا۔ گرجا بھی سنسان معلوم ہوتا تھا۔ ایسے وقت میں کوئی یہاں آتا ہی کیوں؟ کے گرجا کے تمام بغلی راستوں میں گیا مگر کہیں کوئی نظر نہ آیا صرف ایک بوڑھی عورت شال میں لپٹی ہوئی حضرت مریم کے بت کے سامنے جھکی ہوئی عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر

دور سے ایک لنگڑے پہرے دار کی دروازے سے باہر جاتے ہوئے جھلک دیکھی
کے ٹھیک وقت پر پہنچ گیا تھا۔ گرجا میں داخل ہوتے ہی دس کا گھڑیال بجا لیکن
اطالوی ابھی تک نہیں آیا تھا۔ وہ بڑے پھاٹک پر واپس گیا اور کچھ دیر وہاں کھڑے
ہوکر انتظار کیا اور پھر بارش میں ساری عمارت کا چکر لگایا کہ شاید اطالوی کسی بغلی
دروازے پر منتظر ہو لیکن کہیں پتہ نہ تھا۔ کیا منیجر نے تو غلط وقت نہیں بتایا؟ وہ
پھر گرجا کے اندر گیا اور وہاں قالین جیسی ایک چیز کا ٹکڑا ایک زینہ پر پڑا پایا جسے
وہ پیرے ایک بنچ کے پاس گھسیٹ لایا اور سلیپر اور کوٹ کو اپنے اوپر لپیٹ کر گریبان
اوپر اٹھا لیا اور بیٹھ گیا۔ وقت گزارنے کے لیے اس نے البم کھول کر اسے دیکھنا شروع
کر دیا لیکن اسے فوراً البم بند کر دینا پڑا۔ دور فاصلہ پر اس نے اونچی قربان گاہ پر
موم بتی کی روشنی کا ایک حلقہ دیکھا۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو اسے پشت پر ذرا ہی فاصلہ
پر ایک اور روشنی نظر آئی۔ ایک بڑی موٹی سی موم بتی ایک ستون پر جمی ہوئی ہے۔ یہ
دیکھنے میں تو بہت اچھی لگتی تھی۔ لیکن قربان گاہ کی چیزوں پر روشنی ڈالنے کے
لیے ناکافی تھی اس لیے کہ یہ بیشتر عبادت گاہ کے تاریک گوشوں میں لگی ہوئی تھیں
جن سے تاریکی اور گہری ہو جاتی تھی۔ اور کے کو جیبی ٹارچ کی روشنی کا اثر دیکھنے کا
اشتیاق ہوا اور وہ قریب کی ایک بغلی عبادت گاہ میں گیا اور چند زینے چڑھ کر کے
ایک پست جنگلے پر پہنچا اور اس پر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ ٹارچ کی جھلملاتی ہوئی روشنی
ناخواندہ مہمان کی طرح چکراتی رہی۔ پہلی چیز جسے کے نے کچھ کچھ قیاس سے دیکھی وہ ایک
مسلح محافظ سپاہی تھا جو تصویر کے بالکل کنارے کھڑا تھا وہ اپنی تلوار پر جھکا تھا
اور تلوار زمین پر ٹکی تھی۔ زمین پر بجز گھاس کے دو ایک تنکوں کے کچھ نہ تھا۔
معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی واقعہ کو جو اس کی نگاہ کے سامنے ہونے والا ہو بڑے غور
سے دیکھ رہا تھا۔ یہ عجیب بات تھی کہ وہ بجائے قریب آنے کے بے حس و حرکت

کھڑا دیکھ رہا تھا۔ شاید اسے وہاں محافظ کے طور پر کھڑا کیا گیا تھا۔ پھر اس نے
قربان گاہ کے باقی حصے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی تو اسے انکشاف ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ
کی قبر میں دفن کرتے ہوئے تصویر تھی۔ یہ اگرچہ حال میں بنائی گئی تھی مگر بالکل رسمی
تھی۔ اس نے ٹارچ جیب میں رکھ لی اور اپنی بیٹھنے کی جگہ پر واپس آ گیا۔

جب وہ گرجا کے وسط میں اپنی نشست کے پاس آیا جہاں وہ البم چھوڑ آیا
تھا تو اسے سماع خانے سے تقریباً بالکل ملا ہوا ایک ستون سے لگا ہوا ایک سادہ سادہ
سا سیاہ پتھر کا ممبر نظر آیا۔ یہ اتنا چھوٹا تھا کہ دور سے ایک خالی طاقچہ معلوم ہوتا تھا
جو کسی مجسمے کے رکھنے کے لیے ہو۔ وعظ کہنے والے کے لیے اتنی بھی جگہ نہ تھی کہ وہ جنگلے
سے کچھ پیچھے کی طرف ذرا قدم بڑھا سکے۔ پتھر کی چھتری کا خم بھی بہت نیچے آ کر اس
کو جھک گیا تھا۔ کوئی آرائش نہیں تھی۔

کے نے اسے دیکھا بھی نہ ہوتا اگر اس کے اوپر ایک روشن شمع نہ رکھ دی گئی ہوتی
جو عموماً اس بات کی علامت تھی کہ وعظ ہونے والا ہے۔ کیا واقعی اس وقت یہاں نماز
ہو گی؟ اس سنسان گرجا میں؟ کے نے ایک چھوٹے سے زینے کو دیکھا جو اوپر ممبر
کو جاتا تھا اور اوپر جاتے ہوئے جیسے ستون کو حلقے میں لیے ہوئے تھا۔ وہ اتنا
تنگ نظر آتا تھا کہ بجائے انسانوں کے استعمال کے لیے زینہ ہونے کے محض ستون
کی آرائش معلوم ہوتا تھا لیکن کے یہ دیکھ کر حیرت سے مسکرا دیا کہ نیچے واقعی ایک
پادری کی شکل موجود ہے جو اوپر چڑھنے کے لیے تیار ہے اور اپنا ہاتھ جنگلے پر
رکھے کے کو ایک ٹک دیکھ رہا ہے۔ پادری نے اپنے سر کو ذرا جنبش دی۔ کے نے
اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور سر خم کیا جیسا کہ اسے پہلے ہی کرنا چاہیے
تھا۔ پادری سہارے سے زینے پر چڑھا اور چھوٹے چھوٹے تیز قدموں سے منبر پر
پہنچ گیا۔

کے نے سوچا کہ یہی وقت ہے کہ اسے فوراً یہاں سے چلا جانا چاہیے اس لیے کہ اگر وہ اب نہ گیا تو نماز کے دوران میں وہ نہ جا سکے گا اور جب تک نماز ہوتی رہے گی اسے ٹھہرنا پڑے گا وہ چل دیا اور جب وہ وہاں پہنچا جہاں وہ بیٹھا تھا اور البم چھوڑ آیا تھا تو اس نے چلتے چلتے جلدی سے البم اٹھا کر ہاتھ میں لے لیا۔ وہ نشستوں کی تقریباً آخری قطار سے گزر چکا تھا اور اس کے دروازے کے درمیان جو کھلی جگہ تھی وہاں پہنچنے والا تھا کہ اس نے پادری کی پکار کی آواز سنی۔ یہ آواز منظر گرجا کے چاروں طرف گئی۔ ایک گرجدار اعلا تربیت یافتہ آواز۔ لیکن پادری جماعت کے سامنے وعظ نہیں کہہ رہا تھا۔ اس کے الفاظ غیر مبہم اور ناقابل نظرانداز تھے۔ وہ پکار رہا تھا: "جوزف کے!"

کے چونکا ہوا اور اپنے سامنے کی زمین پر نظر ڈالی۔ اس نے پیچھے پھر کر دیکھا کہ پادری کیا کر رہا ہے۔ پادری خاموشی سے منبر پر کھڑا ہوا تھا تاہم یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے کے کو پیچھے پھر کر دیکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اگر کے نے بالکل مڑ کر اس کا سامنا نہ کیا ہوتا تو یہ آنکھ مچولی کا کھیل ہوتا۔ چنانچہ اس نے پادری کا سامنا کیا جس نے اشارے سے قریب بلایا۔ اب چونکہ ٹال مٹول کا کوئی موقع نہ تھا اس لیے اس نے منبر کی طرف تیز لمبے لمبے قدم بڑھائے۔ نشستوں کی پہلی قطار تک پہنچ کر وہ رک گیا لیکن پادری کے خیال میں ابھی فاصلہ بہت زیادہ تھا اس لیے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور پہلی انگلی کو موڑ کر منبر کے بالکل پاس ایک جگہ کا اشارہ کیا۔ کے نے اس ہدایت کی بھی تعمیل کی اور جب وہ اس بتائی جگہ پر کھڑا ہوا تو اسے پادری کو دیکھنے کے لیے اپنا سر بہت پیچھے کو ہٹانا پڑا۔ پادری نے کہا "جوزف کے آپ ہی ہیں؟" اس نے اپنا ہاتھ جنگلے سے ہٹا کر ایک مبہم سا اشارہ کیا۔ کے نے کہا "ہاں"۔ پادری نے دھیمی آواز میں کہا "آپ ملزم ہیں؟" کے نے کہا "ہاں۔ یہی مجھ سے کہا گیا ہے۔"

پادری نے کہا "تو آپ ہی کی مجھے تلاش تھی۔ میں جیل خانے کا پادری ہوں" کے
نے کہا "بہت خوب!" پادری نے کہا "میں نے آپ سے کچھ بات کرنے کو آپ کو یہاں
بلا بھیجا تھا" کے نے کہا "مجھے اس کی خبر نہ تھی۔ میں تو یہاں ایک اطالوی کو گرجا
گھر دکھانے آیا تھا"۔ پادری نے کہا "یہ محض ضمنی بات ہے اور آپ کے ہاتھ میں
کیا ہے؟ کیا یہ دعاؤں کی کتاب ہے؟" کے نے کہا "نہیں۔ یہ اس شہر کے
قابلِ دید مقامات کی تصویروں کا البم ہے"۔ پادری نے کہا "اسے الگ رکھ
دیجیے"۔ کے نے اسے اتنی زور سے پھینکا کہ پھسل کر فرش پر دور چلا گیا اور
اس کے اوراق الجھ گئے۔ پادری نے پوچھا "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا مقدمہ
اچھا نہیں چل رہا ہے؟" کے نے کہا "میرا خود بھی یہی خیال ہے میں نے اپنی
امکانی کوشش کی مگر ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔ میری پہلی درخواست بھی ابھی
تک پیش نہیں ہوئی"۔ پادری نے پوچھا آپ کا کیا خیال ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟"
کے نے کہا "مجھے معلوم نہیں کہ کیا انجام ہو۔ کیا آپ کو کچھ معلوم ہے؟" پادری نے
کہا "نہیں۔ مگر میں نے سنا ہے کہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ آپ کو مجرم قرار دے دیا گیا ہے
آپ کا مقدمہ شاید ابتدائی عدالت سے آگے نہ بڑھے۔ خیال ہے کہ بدستور آپ
کا قصور ثابت ہوگیا ہے"۔ کے نے کہا "مگر میں مجرم نہیں ہوں۔ یہ غلط فہمی ہے۔ یہاں
ہم سب ایک سے انسان ہیں جیسا ایک آدمی ہے ویسا ہی دوسرا۔ پادری نے
کہا "یہ تو ٹھیک ہے لیکن سارے مجرم یہی کہتے ہیں" کے نے کہا کیا آپ بھی میرے
خلاف ہیں؟" پادری نے کہا "مجھے آپ سے کوئی مخالفت نہیں۔ کے نے کہا۔ آپ
کا شکریہ۔ مگر اور سب لوگ جن کا مقدمہ کی کارروائی سے تعلق ہے میرے خلاف
ہیں اور غیر متعلق لوگوں کو بھی میرے خلاف کر رہے ہیں۔ میرا حال دشوار سے دشوار
تر ہوتا جاتا ہے۔ پادری نے کہا۔ آپ مقدمہ کے واقعات کو غلط سمجھ رہے ہیں۔

فیصلہ ایک دم سے نہیں ہو جاتا۔ مقدمہ کی کارروائی رفتہ رفتہ فیصلہ کی صورت
اختیار کرتی ہے۔" کے نے اپنا سر جھکا کر کہا "تو یہ صورت ہے۔" پادری نے پوچھا
"اگلی کارروائی آپ کیا کرنے والے ہیں؟" کے نے کہا "میں مزید امداد حاصل
کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" یہ کہہ کر کے نے پادری کے چہرہ کی طرف دیکھا کہ
اس بیان کا اس پر کیا اثر ہوا۔ پھر کہا "کئی اور امکانات ہیں جن کو میں نے ابھی
تک آزمایا نہیں۔" پادری نے ناپسندیدگی کے لہجہ میں کہا "آپ بیرونی امداد
پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کر رہے ہیں، خاص کر عورتوں کی امداد پر۔ کیا
آپ کو نظر نہیں آتا کہ یہ مناسب قسم کی امداد نہیں ہے؟" کے نے کہا "عورتوں کا
ہمیشہ بڑا اثر رہا ہے۔ اگر کچھ عورتوں کو جن سے میں واقف ہوں اس پر آمادہ کر سکوں
کہ وہ میرے ساتھ مل کر کام کریں تو میں یقیناً کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس عدالت
میں جس کا سارا عملہ عورتوں کے پیچھے دوڑنے والا ہے۔ تحقیقاتی مجسٹریٹ اگر
دور سے بھی کوئی عورت دیکھ لے تو وہ اس کے پاس جانے کے اشتیاق میں اپنی
میز اور مدعا علیہ کو ٹھکرا دے۔" پادری جنگلے پر جھک گیا۔ کے نے پادری سے
پوچھا "کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟ ممکن ہے کہ جس عدالت کا آپ کام کرتے
ہیں اس کی نوعیت سے آپ واقف نہ ہوں۔" کوئی جواب نہ ملا۔ کے نے کہا "یہ
محض شخصی تجربات ہیں۔" پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ کے نے کہا "میں آپ کی توہین
کرنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔" اور اب منبر پر سے پادری چیخا "کیا آپ کو کچھ
بھی نظر نہیں آتا؟" یہ غصہ کی آواز تھی لیکن اسی کے ساتھ اس کا لہجہ ایسا تھا کہ جیسے
کوئی کسی کو گرتا ہوا دیکھ کر گھبرا جائے اور بلا ارادہ چیخ اٹھے۔

دونوں بہت دیر تک خاموش رہے۔ چاروں طرف پھیلی ہوئی تاریکی میں
کے پادری کے خد و خال کو نہ دیکھ سکا لیکن کے نے چھوٹے سے لیمپ کی روشنی میں

پادری کو اچھی طرح دیکھ لیا۔ وہ ممبر سے نیچے کیوں نہیں اترا؟ اس نے کوئی وعظ تو دیا نہ تھا۔ اگر پادری ممبر سے اتر آئے تو ممکن ہے کہ دونوں میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے
کے نے کہا "کیا آپ نیچے اتر کر یہاں نہیں آئیں گے؟ آپ کو وعظ تو دینا نہیں۔ پھر میرے پاس آ جائیے۔" پادری نے کہا "اب میں نیچے آ سکتا ہوں۔" اس نے کھونٹی سے لیمپ اتارا اور کہا "پہلے میں آپ سے دور ہی سے بات کرنا چاہتا تھا ورنہ میں آسانی سے مروت میں آ جاتا اور اپنا فرض بھول جاتا۔"

پادری نے زینے سے اترتے ہوئے اوپر سے مصافحہ کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا کے کے نے پوچھا "کیا آپ مجھے کچھ وقت دے سکیں گے؟" پادری نے کہا "جتنے وقت کی ضرورت ہو۔" اس نے چھوٹا لیمپ لے چلنے کے لیے کے کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ پادری کے چہرے پر اتنے قریب ہونے کے باوجود سنجیدگی تھی۔ کے نے کہا "آپ مجھ پر بڑے مہربان ہیں۔" دونوں بغلی راستے کے دھندلکے میں برابر برابر چلنے لگے۔ کے نے کہا "عدالت سے متعلق لوگوں میں آپ سب سے الگ ہیں۔ مجھے بہ نسبت اوروں کے آپ پر زیادہ بھروسا ہے۔ آپ سے میں زیادہ کھل کر بات کر سکتا ہوں۔" پادری نے کہا "دھوکا نہ کھائیے۔" کے نے کہا "میں دھوکا کیسے کھا رہا ہوں؟" پادری نے کہا "عدالت کے متعلق آپ کو دھوکا ہو رہا ہے۔ قانون کے پیش لفظ میں جو کچھ لکھا ہے" اس میں اس خاص قسم کے دھوکے کی یہ ... ... تشریح کی گئی ہے۔ قانون کے آگے ایک دربان پہرے پر کھڑا ہے ایک شخص گاؤں سے اس دربان کے پاس آتا ہے اور اس سے اندر جانے کی اجازت چاہتا ہے لیکن دربان کہتا ہے کہ وہ ابھی اندر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ دیہاتی پوچھتا ہے کہ بعد کو اسے اندر جانے کی اجازت مل جائے گی۔ دربان کہتا ہے "ممکن ہے مگر ابھی نہیں۔" چونکہ قانون کا دروازہ حسب معمول کھلا رہتا ہے اور دربان راستہ

سے ہٹ جاتا ہے۔ اس لیے دیہاتی دروازہ سے اندر جھانکتا ہے۔ دربان یہ دیکھ کر ہنس دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے "اگر تمھیں اندر جانے کی اتنی زبردست خواہش ہے تو بلا میری اجازت کے اندر چلے جاؤ۔ مگر یہ دیکھ لو کہ میں طاقتور ہوں اور سب سے کم درجہ کا دربان ہوں ایک ہال سے دوسرے ہال تک ہر دروازے پر پہرے دار ہیں ایک سے ایک طاقت ور۔ ان میں سے تیسرے درجہ کے دربان کی بھی یہ صورت ہے کہ میں اسے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا۔" یہ مشکلات تھیں جن کے پیش آنے کی دیہاتی کو توقع نہ تھی اس کا خیال تھا کہ قانون کا دروازہ ہر وقت ہر شخص کے لیے کھلا ہونا چاہیے اور جب وہ سمور کا لباس پہنے ہوئے دربان کو اور اس کی لمبی نوکیلی ناک اور اس کی لمبی تاتاری داڑھی کو زیادہ غور سے دیکھتا ہے تو وہ یہ طے کر لیتا ہے کہ جب تک اجازت نہ ملے اس وقت تک انتظار کر لینا چاہیے۔ دربان اسے ایک تپائی دیتا ہے اور دروازے کے پاس بٹھا دیتا ہے وہاں بیٹھے بیٹھے وہ دنوں اور برسوں انتظار کرتا ہے۔ وہ اجازت حاصل کرنے کی متعدد کوششیں کرتا ہے اور اپنے اصرار سے دربان کو پریشان کر دیتا ہے۔

دربان اکثر اس سے ذرا دیر باتیں کرتا ہے اس کے مکان کا اور دوسری چیزوں کا حال پوچھتا ہے مگر سوالات ہمیشہ غیر شخصی ہوتے ہیں جیسے بڑے آدمیوں کے پوچھنے کا انداز ہوتا ہے اور ہر مرتبہ آخر میں یہی کہتا ہے کہ ابھی جانے کی اجازت نہیں مل سکتی دیہاتی اپنے ساتھ سفر میں بہت سا سامان لایا تھا مگر وہ سب کچھ خواہ کتنا ہی قیمتی ہو امید میں دربان کو رشوت میں دے دیتا ہے۔ دربان یہ سب قبول کر لیتا ہے اور ہر تحفہ لے کر یہ کہتا ہے "میں اس لیے لے رہا ہوں کہ تم یہ نہ محسوس کر سکو کہ تم نے کوئی کوشش اٹھا رکھی ہے۔" ان تمام طویل برسوں میں دیہاتی مسلسل دربان کو دیکھتا رہتا ہے۔ دوسرے دربانوں کو وہ بالکل بھول جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہی

دربان اس کے اور قانون کے درمیان حایل ہے، پہلے سال وہ زور زور
سے اپنے برے مقدر کو کوستا ہے بعد کو جب وہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اپنے آپ ہی
بڑبڑاتا ہے۔ وہ بچوں جیسی حرکات کرنے لگتا ہے اور چونکہ اتنی طویل مدت تک دیکھتے
دیکھتے وہ دربان کے سمور کے لبادے کے جوؤں سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔
اس لیے وہ انھیں جوؤں سے التجا کرتا ہے کہ وہ دربان سے سفارش کریں کہ
وہ اپنی رائے بدل دیں۔ آخرکار اس کی آنکھوں کی روشنی کم ہو جاتی ہے اور
اسے یہ امتیاز نہیں رہتا کہ اس کے گرد کی دنیا تاریک ہو رہی ہے یا اس کی
آنکھیں اسے دھوکا دے رہی ہیں لیکن اسی اندھیرے میں اب اسے قانون
کے دروازے سے روشنی کی ایک لافانی لہر آتی معلوم ہوتی ہے اب اس کی
زندگی ختم ہو رہی ہے۔ لیکن مرنے سے پہلے جتنا تجربہ اسے یہاں کے قیام کے
دوران میں ہوا تھا وہ ایک سوال میں منجمد ہو جاتا ہے جسے اس نے اس وقت
تک کبھی دربان سے نہیں پوچھا تھا۔ چونکہ وہ اب اپنے اکڑے ہوئے جسم کو
حرکت نہیں دے سکتا تھا اس لیے وہ دربان کو اشارہ کرتا ہے اور دربان
اس کی بات سننے کے لیے جھک جاتا ہے اس لیے کہ دونوں کے درمیان فاصلہ
دیہاتی کی مخالفت میں بہت بڑھ جاتا ہے۔ دربان سوال کرتا ہے "اب تم
کیا جاننا چاہتے ہو؟ تمھیں تو تشفی نہیں ہوتی" دیہاتی کہتا ہے ہر شخص قانون
حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر یہ کیسی بات ہے کہ ان تمام برسوں میں میرے
سوا کوئی شخص داخل ہونے کی خواہش سے یہاں نہیں آیا؟" دربان کو محسوس
ہوتا ہے کہ اس شخص کی قوت ختم ہونے پر ہے اور اس کی سماعت ختم ہو رہی ہے
اس لیے وہ اس کے کان میں چیخ کر کہتا ہے "تمھارے سوا کوئی شخص اس
دروازے سے داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے کہ یہ دروازہ تمھارے ہی لیے

بنا تھا۔ اب میں اسے بند کر رہا ہوں۔

کے کو یہ قصہ بہت دل کش معلوم ہوا اور اس نے فوراً کہا "تو دربان نے دیہاتی کو دھوکا دیا۔" پادری نے کہا "بہت زیادہ جلدی میں رائے نہ قائم کرلیں ہر ایک رائے کو بغیر آزمائش قبول نہ کریں۔ میں نے آپ سے یہ قصہ بالکل صحیفے کے الفاظ میں ہو بہو بیان کیا ہے۔ ان صحائف میں دھوکے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔" کے نے کہا "لیکن یہ تو بالکل واضح ہے اور آپ نے پہلے اس کی جو تشریح کی تھی وہ بالکل ٹھیک تھی۔ دربان نے دیہاتی کو نجات کا پیغام صرف اس وقت دیا جب وہ اس کے لیے بیکار تھا۔" پادری نے کہا "اس کے پہلے اس سے یہ سوال پوچھا ہی نہیں گیا تھا اور آپ یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ وہ محض دربان تھا اور اسی حالت میں اسے اپنا فرض انجام دینا تھا۔" کے نے سوال کیا "آپ کس بنا پر یہ خیال کرتے ہیں کہ اس نے اپنا فرض انجام دیا۔ اس نے اپنا فرض تو انجام نہیں دیا۔ اس کا فرض تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ اس شخص کے سوا ہر اجنبی کو داخل ہونے سے روکے مگر جب دروازہ صرف اسی شخص کے لیے بنا تھا تو اسے اندر جانے دینا چاہیے تھا۔" پادری نے کہا "آپ کو لکھے ہوئے لفظ کا کوئی احترام نہیں ہے اور آپ قصہ کو بدل رہے ہیں۔ قصہ کے اندر قانون میں داخلے کے متعلق دربان کے دو اہم بیان ہیں۔ پہلا تو شروع میں اور اور دوسرا آخر میں۔ پہلا بیان ہے کہ وہ اس وقت اس شخص کو اندر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور دوسرا یہ کہ یہ دروازہ صرف اسی شخص کے لیے بنا تھا۔ اگر ان دونوں بیانوں میں کوئی تضاد ہوتا تو تمہارا خیال صحیح ہوتا اور دربان نے اس شخص کو دھوکہ دیا ہوتا۔ لیکن اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس کے برعکس پہلے بیان کے اندر دوسرے دوسرے بیان کا مفہوم موجود ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دربان ہر شخص کو یہ اشارہ کرنے میں کہ آئندہ اس کے داخل ہونے کی اجازت کا امکان ہے اپنے منصب

ت باہر ہو گیا تھا۔ اس وقت بظاہر اس کا فرض یہ تھا کہ وہ اسے داخل ہونے کی اجازت نہ دے اور واقعہ یہ ہے کہ بہت سے مفسرین کو اس پر حیرت ہے کہ دربان نے اس قسم کا اشارہ کیا اس لیے کہ دربان فرض کی انجام دہی میں بالکل ٹھیک ٹھیک ہے۔ ان تمام برسوں میں وہ ایک مرتبہ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا ہے اور بالکل آخر وقت سے پہلے وہ دروازہ نہیں بند کرتا ہے۔ وہ اپنے منصب کی اہمیت سے پوری طرح خبردار ہے، اس لیے کہ وہ کہتا ہے "میں طاقتور ہوں"۔ اسے اپنے اعلیٰ افسروں کا احترام ہے اس لیے کہ وہ کہتا ہے "میں ادنیٰ دربان ہوں"۔ وہ باتونی نہیں ہے اس لیے کہ وہ ان تمام برسوں میں صرف "غیر شخصی سوالات" کرتا ہے۔ اسے رشوت سے متاثر نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ وہ ہر تحفہ کو لیتے وقت کہتا ہے "یہ میں صرف اس لیے لے رہا ہوں کہ تمہیں یہ احساس نہ ہو کہ تم نے کوئی کوشش اٹھا رکھی۔" جہاں تک اس کے فرض کا تعلق ہے وہ رحم سے متاثر ہوتا ہے نہ غصہ سے اس لیے نہیں بتاتا کہ "اس شخص نے اصرار کر کرکے دربان کو پریشان کر دیا"۔ اور آخر میں اس کی ظاہری وضع قطع سے بھی اس کا با اصول ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ بڑی نوکیلی ناک اور لمبی سیاہ چھدری تاتاری داڑھی۔ کیا اس سے زیادہ وفادار دربان کا کوئی تصور کر سکتا ہے؟ لیکن دربان کے کردار میں کچھ اور عناصر ہیں جو کسی داخلہ چاہنے والے کے لیے مفید ہو سکتے ہیں اور جن سے کسی حد تک یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آئندہ داخلہ کے امکان کا اشارہ کرنے میں وہ اپنے فرض منصبی سے دور ہٹ جاتا ہے اس لیے کہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ذرا سادہ لوح ہے اور کچھ خود بین بھی۔ اپنی قوت اور دوسرے دربانوں کی قوت اور ان کی ہولناک ہیئت جسے وہ خود بھی نہیں برداشت کر سکتا، اس کے متعلق اس کے بیانات کو دیکھیے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بیانات بڑی حد تک صحیح ہیں لیکن جس صورت میں وہ انھیں بیان کرتا ہے۔ اس سے

ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی نظر سادہ لوحی اور غرور کی وجہ سے خلط ملط ہو گئی ہے۔ بعض مفسرین نے اس سلسلہ میں کہا ہے کہ "کسی معاملہ کی صحیح بصیرت اور اس کے متعلق غلط فہمی ایک دوسرے کی بالکل ہی نقیض نہیں ہیں" و نیز فرض کیا جا سکتا ہے کہ اس قسم کی سادہ لوحی اور غرور خواہ کتنی ہی کم کیوں نہ ساتھ پائے جائیں دربان کی دروازے کی حفاظت کو کمزور کر دیتے۔ یہ دربان کے کردار کی کمزوریاں ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ دربان طبیعتاً ہمدرد انسان معلوم ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے منصب کا وقار نہیں جتاتا۔ شروع ہی میں وہ اتنے مذاق پر آمادہ ہو جاتا ہے کہ داخلہ کی شدید ممانعت موجود ہونے کے باوجود وہ دیہاتی کو اندر جانے کی دعوت دیتا ہے۔ پھر گویا وہ اس شخص کو بھگاتا نہیں بلکہ جیسا ہمیں بتایا گیا ہے وہ اسے ایک تپائی دے کر دروازے کے پاس بٹھلا دیتا ہے۔ جس صبر کے ساتھ وہ ان متعدد برسوں میں دیہاتی کی التجاؤں کو انگیز کرتا ہے ان کی مختصر بات چیت، تحفوں کا قبول کر لینا اور دیہاتی کا اپنی بدنصیبی کو جس کا وہی ذمہ دار ہے اس کے سامنے زور زور سے کوسنا ان سب باتوں میں ہمیں ہمدردی کے بعض عناصر نظر آتے ہیں۔ ہر دربان کا یہ طرز عمل نہ ہوتا اور سب سے آخر میں دیہاتی کے ایک اشارے پر اتنا جھک جانا کہ اسے آخری سوال کرنے کا موقع مل سکے۔ دربان کو معلوم ہے کہ اب یہ سب ختم ہونے والا ہے پھر بھی اس کے ان الفاظ سے کہ "تمھیں کسی بات سے تسلی نہیں ہوتی" ہلکی سی بے صبری ہی ظاہر ہوتی ہے۔ بعض مفسرین اس مطالب کو اور آگے لے جاتے ہیں کہ ان الفاظ سے ایک طرح کی دوستانہ ستائش ظاہر ہوتی ہے اگرچہ اس میں شفقت کی جھلک بھی ضرور ہے۔ بہر نوع آپ نے دربان کی ہیئت کا جو تصور کیا ہے، اس سے وہ بظاہر مختلف ثابت ہوتا ہے۔" کے نے کہا "آپ نے قصہ کا مطالعہ زیادہ غور سے اور بہ نسبت میرے زیادہ مدت تک کیا ہے۔" تھوڑی دیر تک دونوں خاموش رہے۔ پھر کے نے کہا "تو آپ کا خیال ہے

کہ دیہاتی کو دھوکہ نہیں دیا گیا؟" پادری نے کہا "آپ میرا مطلب غلط نہ سمجھیں۔ اس معاملہ کے متعلق مختلف رائیں میں نے آپ پر ظاہر کردی ہیں۔ آپ ان پر ضرورت سے زیادہ توجہ نہ کریں۔ صحایف میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی اور تفسیروں میں اکثر مفسرین کی گھبراہٹ ظاہر ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں ایک تشریح ایسی بھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جس شخص کو دھوکہ ہوا وہ دراصل دربان تھا؟" کے نے کہا "یہ تو ایک دور از کار تشریح ہے۔ اس کی بنیاد کیا ہے؟" پادری نے جواب دیا "اس کی بنیاد دربان کی سادہ لوحی پر ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اسے قانون کی تہ نہیں معلوم ہے وہ صرف یہ جانتا ہے کہ اس کا رخ کدھر ہے۔ جہاں وہ ادھر سے ادھر گشت کرتا ہے قانون کی اندرونی شکل کے متعلق اس کے خیالات طفلانہ خیال کیے جاتے ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ خود دوسرے دربانوں سے خائف ہے جن سے وہ دیہاتی کو ڈراتا ہے۔ یقیناً وہ خود بہ نسبت دیہاتی کے ان سے زیادہ خائف ہے اس لیے کہ دیہاتی تو اندر کے خوفناک دربانوں کا حال سن کر بھی اندر جانے پر آمادہ ہے۔ مگر دربان کو اندر جانے کی بالکل خواہش نہیں ہے، کم سے کم جہاں تک ہم کو بتایا گیا ہے۔ دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ دربان پہلے ہی اندر جا چکا ہوگا اس لیے کہ وہ قانون کی ملازمت میں ہے۔ اور اس کا تقرر اندر ہی سے ہوا ہوگا، اس کی تردید اس دلیل سے کی جاتی ہے کہ اس کا تقرر اندر سے آئی ہوئی آواز پر ہوا ہوگا اور یہ کہ بہرصورت وہ زیادہ اندر نہ جا سکا ہوگا، اس لیے کہ تیسرے دربان کی ہیئت کو وہ ناقابلِ برداشت بتاتا ہے۔ علاوہ بریں ان تمام برسوں میں اس نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جس سے اندر کے حال کی واقفیت ظاہر ہوتی ہو بجز ایک بات کے جو اس نے دربانوں کے متعلق کہی۔ ممکن ہے کہ اسے اندر جانے کی ممانعت کی گئی ہو مگر اس کا بھی ذکر نہیں ہے ان وجوہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دربان کو اندر کی حالت اور اہمیت

کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم ہے اور اس لیے وہ دھوکے کی حالت میں ہے لیکن اسے
دیہات سے آنے ہوئے آدمی سے اپنے تعلق کے بارے میں بھی دھوکہ ہے اس
لیے کہ وہ اس آدمی کا محکوم ہے مگر یہ جانتا نہیں۔ برعکس اس کے وہ اس آدمی کو اپنا
ہی محکوم سمجھتا ہے جیسا کہ بہت سی تفصیلات سے ظاہر ہوا ہوگا جو ابھی آپ کے ذہن
میں ہوں گی۔ لیکن قصہ کے متعلق اس نظریہ کے بموجب یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے
کہ دربان دراصل اس آدمی کا محکوم ہے۔ اول تو ایک پابند آدمی آزاد آدمی کا محکوم
ہوتا ہے اور دیہات کا آدمی دراصل آزاد ہے وہ جہاں چاہے جا سکتا ہے صرف قانون
کا دروازہ اس کے لیے بند ہے اور اس کی ممانعت صرف ایک شخص یعنی دربان کی طرف
سے ہے۔ جب وہ دروازے کے پاس تپائی پر بیٹھ جاتا ہے اور اپنی زندگی کے
باقی دن وہیں گذار دیتا ہے تو وہ اپنی مرضی سے ایسا کرتا ہے۔ قصہ میں کسی مجبوری کا
ذکر نہیں ہے لیکن دربان اپنی ملازمت کی وجہ سے پابند ہے۔ وہ دیہات میں جانے
کی جرأت نہیں کر سکتا۔ نہ ہی وہ بظاہر قانون کے اندرونی حصے میں جا سکتا ہے چاہے
اس کی یہ خواہش بھی ہو۔ علاوہ بریں اگرچہ وہ قانون کی ملازمت میں ہے مگر اس کی
ملازمت صرف اس دروازے پر ہے یعنی وہ صرف اس آدمی کے کام میں ہے جس کے
لیے دروازہ بنا ہے۔ اس بنا پر بھی وہ دیہاتی کا محکوم ہے۔ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ
برسوں تک یعنی اس وقت تک جب تک کہ انسان کو بھرپور زندگی تک پہنچنے میں
لگیں اس کی ملازمت ایک طرح سے محض رسمی تھی اس لیے کہ اسے ایک شخص کے آنے
کا انتظار کرنا تھا یعنی ایک ایسے شخص کا جو اپنی زندگی کے پورے شباب پر ہو اور اس
لیے اسے اپنی ملازمت کا اصل مقصد حاصل کرنے کے لیے بہت دنوں انتظار کرنا پڑا
اور اس کے علاوہ اسے اس شخص کی مرضی پر منحصر ہونا پڑا اس لیے کہ یہ شخص اپنی مرضی ہی پر
آیا۔ لیکن اس کی ملازمت کا خاتمہ بھی اس شخص کی زندگی کی میعاد پر منحصر تھا چنانچہ آخر

تک وہ اس شخص کا محکوم ہی رہا اور سارے قصہ میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے
کہ بظاہر دربان کو ان سب باتوں کا بالکل احساس نہ تھا۔ لیکن من حیثیہ یہ بات
ایسی اہم نہیں ہے اس لیے کہ اس تفسیر کے بموجب دربان ایک اس سے بھی اہم تر
معاملہ میں دھوکے میں ہے جو اس کے منصب سے متعلق ہے۔ مثلاً وہ آخر میں قانون
کے اندر داخلہ کے بارے میں کہتا ہے "میں اب اس دروازے کو بند کر رہا ہوں"
لیکن قصہ کے آغاز میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ قانون کے اندر جانے کا دروازہ ہمیشہ
کھلا رہتا ہے۔ یعنی ہر وقت بلا لحاظ آدمی کی زندگی یا موت کے تو پھر دربان اسے
بند کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ دربان کے اس بیان کا جو اصل مقصد ہے اس کے
متعلق اختلاف رائے ہے۔ کیا اس کا یہ کہنا کہ وہ دروازہ بند کرنے جا رہا ہے محض
جواب دینے کی خاطر تھا یا اپنے احساس فرض کو واضح کرنے کے لیے یا اس شخص کو اس
کی زندگی کے آخری لمحات میں رنجیدہ و مغموم کرنے کے لیے لیکن اس بارے میں اتفاق
رائے کی کوئی کمی نہیں ہے کہ دربان دروازہ بند کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ بہتوں کو
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم آخری وقت دربان دانش مندی میں بھی دیہاتی
کا محکوم ہے اس لیے کہ دیہاتی قانون کے دروازہ سے روشنی کی ایک لہر آتے ہوئے
دیکھتا ہے اگرچہ دربان اپنے منصب کی حیثیت سے دیوار کی طرف پیٹھ کیے کھڑا ہوگا
نہ ہی وہ یہ کہتا ہے جس سے ظاہر ہو کہ اس نے کوئی تبدیلی دیکھی۔ "کے" نے پادری کے
بیان سے کئی فقرے دھیمی آواز میں دہراتے ہوئے کہا۔ بہت ہی معقول استدلال ہے
یہ استدلال بہت معقول ہے اور مجھے اب اس سے اتفاق ہے کہ دربان دھوکے میں
تھا لیکن اس سے میں اپنے سابقہ خیال سے دست بردار نہیں ہوا اس لیے کہ دونوں
نتائج کسی حد تک ہم پلہ ہیں۔ دربان خواہ تیز نظر تھا یا دھوکے میں اس سے معاملہ
طے نہیں ہوتا۔ میں نے کہا تھا کہ دیہاتی دھوکے میں رہا تو اس کے دھوکے سے دیہاتی

بھی متاثر ہوگا۔ اس سے دربان یقیناً فریبی نہیں ثابت ہوتا بلکہ ایسا سادہ لوح انسان کہ اسے فوراً اس کے عہدہ سے برطرف کر دینا چاہیے۔ آپ یہ نہ بھولیں کہ دربان کے دھوکے میں ہونے سے خود اسے تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا مگر دیہاتی کو بے حد نقصان ہوتا ہے۔" پادری نے کہا "اس پر کئی اعتراض ہیں۔ بہتوں کا یہ کہنا ہے کہ اس قصہ سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دربان کے متعلق کوئی فیصلہ کرے۔ ہماری نظر میں خواہ وہ کیسا ہی معصوم ہو پھر بھی وہ قانون کا ملازم ہے۔ یعنی وہ قانون سے متعلق ہے اور اس لیے انسانی فیصلہ سے بے نیاز ہے۔ اس صورت میں کسی کو یہ یقین کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی کہ دربان دیہاتی کا محکوم ہے چونکہ وہ اپنی ملازمت کا پابند ہے اس لیے قانون کے دروازے پر بھی وہ کسی شخص سے جو دنیا میں آزاد ہے اس کے مقابلہ میں بہت آزاد ہے۔ دیہاتی محض قانون کا متلاشی ہے اور دربان پہلے ہی سے اس سے وابستہ ہے قانون ہی نے اسے اس جگہ پر مقرر کیا ہے۔ اس کی دیانت داری پر شبہ کرنا خود قانون پر شبہ کے مساوی ہوگا۔" کے نے اپنا سر نفی میں ہلا کر کہا "میں اس نقطۂ نظر سے متفق نہیں ہوں اس لیے کہ اگر کوئی اسے تسلیم کرے تو اسے دربان کی کہی ہوئی ساری ہی باتوں کو سچ ماننا پڑے گا۔ لیکن آپ نے خود پوری طرح ثابت کر دیا ہے کہ یہ کس حد تک ناممکن ہے۔" پادری نے کہا "نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر بات سچ مان لی جائے اسے محض ضروری سمجھ کر ماننا چاہیے۔" کے نے کہا "یہ ایک افسوسناک نتیجہ ہوگا۔ اس کا مطلب ایک عالمگیر اصول کو جھٹلانا ہوگا۔"

کے نے قطعیت کے طور پر یہ بات کہی اگرچہ یہ اس کا آخری فیصلہ نہ تھا وہ بہت تھکا ہوا تھا اور قصے سے جتنے نتائج نکلتے تھے ان سب پر نظر نہیں ڈال سکتا تھا اور جس سلسلۂ خیال کی طرف اس کا رخ تھا اس سے وہ نامانوس تھا یعنی ایسے غیر محسوس مسائل سے بحث جو بجائے اس کے عدالتی حکام کے مابین بحث کے لیے زیادہ

موزوں تھے۔ سادے سے قصہ کے واضح حدود اب گم ہو گئے تھے اور وہ اسے اپنے دماغ سے نکال دینا چاہتا تھا اور پادری نے جو اب بہت ہی نازک احساسات کا اظہار کر رہا تھا اسے اس کی اجازت دے دی اور اس کے تبصرہ کو خاموشی سے قبول کر لیا اگرچہ بلاشبہ وہ اس سے متفق نہ تھا۔

دونوں کچھ دیر خاموشی سے ادھر ادھر ٹہلتے رہے، کے پادری کے برابر چل رہا تھا اس کے ہاتھ میں جو لیمپ تھا وہ بہت دیر ہوئی گل ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ کسی بزرگ کے نقرئی مجسمہ کی روشنی اس کے بالکل سامنے جھلکتی ہوئی نظر آئی لیکن فوراً ہی تاریکی میں گم ہو گئی۔ کے نے بالکل ہی پادری کے دست نگر ہونے سے بچنے کے لیے پوچھا "کیا اب ہم بڑے دروازے کے قریب نہیں پہنچے ہیں؟" پادری نے کہا "ابھی ہم اس سے بہت دور ہیں۔ کیا اب آپ فوراً جانا چاہتے ہیں؟" اس نے فوراً جواب دیا "بیشک مجھے اب جانا چاہیے۔ میں ایک بینک کا اسسٹنٹ منیجر ہوں لوگ میرا انتظار کر رہے ہوں گے، میں یہاں صرف باہر سے آئے ہوئے ایک کاروباری دوست کو گرجا دکھانے آیا تھا۔" پادری نے اپنا ہاتھ کے کی طرف بڑھا کر کہا "تو آپ جائیں؟" کے نے کہا "مگر اس اندھیرے میں تنہا مجھے راستہ نہ ملے گا۔" پادری نے کہا "بائیں طرف مڑ کر دیوار تک چلے جائیے اور پھر اسی دیوار کے سہارے برابر چلے جائیے آپ کو دروازہ مل جائے گا۔" پادری کے کو چھوڑ کر دو ایک قدم پیچھے چلا گیا تھا مگر کے نے زور سے پکارا "براہ کرم ذرا ٹھہریے۔" پادری نے کہا "میں ٹھہرا ہوں۔" کے نے پوچھا "کیا آپ کو اب مجھ سے کچھ اور کام نہیں ہے؟" پادری نے کہا "نہیں۔" کے نے کہا "ابھی تھوڑی دیر ہوئے آپ مجھ پر اتنے مہربان تھے اور اتنی باتیں مجھے تفصیل سے بتائیں اور اب آپ مجھے اس طرح رخصت کر رہے ہیں جیسے آپ کو میری مطلق پرواہ نہیں رہی۔" پادری نے کہا "مگر آپ کو تو اب جانا

ہے: کے نے کہا "ہاں ٹھیک ہے۔ آپ سمجھ لیں کہ میں مجبور ہوں" پادری نے کہا "آپ پہلے یہ سمجھ لیں کہ میں جو کچھ ہوں اس کے لیے مجبور رہوں"۔ کے نے کہا "آپ جیل خانے کے پادری ہیں"۔ اور ٹوٹتا ہوا پھر پادری کے قریب پہنچ گیا۔ پادری نے کہا "کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں عدالت سے متعلق ہوں، تو میرا آپ پر کوئی دعویٰ نہیں ہے، عدالت آپ کو پابند نہیں کرتی۔ جب آپ جاتے ہیں وہ آپ کا استقبال کرتی ہے اور جب آپ رخصت ہوتے ہیں تو وہ چھوڑ دیتی ہے۔"

دسواں باب

خاتمہ

کے کی اکتیسویں سال گرہ سے ایک دن پہلے نو بجے رات کو جب کہ سڑکوں پر سناٹا چھا جاتا ہے دو آدمی اس کے مکان پر آئے۔ پیلے اور موٹے لمبے کوٹ اور اونچی ٹوپیاں پہنے جن میں بظاہر لوچ نہ تھا۔ اگلے دروازے پر اس رسمی بحث کے بعد کہ کون پہلے جائے، انھوں نے کے کے دروازے پر بعض رسوم تفصیلی طور پر دہرائیں۔ کے کو ان کے آنے کی پہلے سے اطلاع نہ تھی وہ بھی سیاہ کپڑے پہنے آرام کرسی پر دروازے کے پاس بیٹھا تھا اور آہستہ آہستہ ایک دستانہ چڑھا رہا تھا جو اس کی انگلیوں پر تنگ تھا، جیسے وہ کچھ مہمانوں کا منتظر ہو۔ کے فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور آنے والوں کو متعجب ہو کر غور سے دیکھا اور پوچھا "تو آپ میرے لیے تعینات ہوئے ہیں؟" دونوں نے جھک کر سلام کیا اور ٹوپی لیے ہوئے ہاتھ سے ایک دوسرے کو اشارہ کیا۔ کے نے اپنے جی میں کہا کہ اسے تو دوسرے لوگوں کا انتظار تھا۔ وہ کھڑکی کی طرف گیا اور ایک

دفعہ پھر اندھیری سڑک پر نظر ڈالی۔ سڑک کے دوسری طرف بھی تمام کھڑکیوں میں اندھیرا
تھا۔ اکثر کھڑکیوں پر پردے پڑے تھے۔ ایک مکان کی روشن کھڑکی کے پاس سلاخوں
کے پیچھے کچھ لڑکے کھیل رہے تھے اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے ایک دوسرے کو
پکڑنے کی کوشش کرتے تھے اگرچہ اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتے تھے۔ کے نے اپنے جی
میں کہا "میرے لیے انھوں نے دسویں درجے کے پرانے ایکٹر بھیجے ہیں" اور پھر اپنے
تاثر کی تصدیق کے لیے ان پر پھر نظر ڈالی اور کہا "وہ مجھے سستے داموں ختم کر دینا چاہتے
ہیں۔" پھر وہ دفعتاً ان آدمیوں کی طرف مڑا اور پوچھا "تم لوگ کس تھیٹر میں کام کرتے
ہو؟" ایک نے حیرت سے کہا "تھیٹر؟" اور آنکھ کے گوشے سے دوسرے کی طرف اشارہ
کیا کہ وہ کچھ مشورہ دے۔ دونوں گونگے آدمیوں جیسی حرکت کر رہے تھے جیسے وہ کسی
فطری کمزوری پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ کے نے اپنے جی میں کہا "یہ تو
جواب نہیں دینا چاہتے" اور پھر اپنی ٹوپی لینے چلا گیا۔

ابھی وہ زینے ہی پر تھے کہ دونوں آدمیوں نے کے کو اپنے بازوؤں میں لینے
کی کوشش کی اور کے نے کہا "ذرا ٹھہرو۔ سڑک آ جانے دو۔ میں مزاحمت تو نہیں کروں
گا" مگر سڑک تک دروازے سے باہر آتے ہی انھوں نے کے کو اس طرح جکڑا کہ اس
کے پہلے کبھی اسے ایسا تجربہ نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے اپنے شانے کے کے بالکل پشت
پر کر لیے اور اپنی کہنیاں جھکانے کے بجائے ہاتھوں کو پورا پھیلا دیا اور اس کے
ہاتھوں کو باضابطہ، ناقابلِ شکست گرفت میں جکڑ لیا۔ کے بامزاحمت ان کے بیچ میں
چلنے لگا۔ تینوں آپس میں اس طرح جڑے ہوئے تھے کہ اگر ایک کو دھکا لگتا تو تینوں
ایک ساتھ گر پڑتے۔ اس قسم کا جوڑ صرف بے جان اشیا میں ہو سکتا تھا۔

سڑک کی روشنی میں کے نے غور کر کے ان لوگوں کی شناخت کرنے کی کوشش
کی۔ کے نے ان کی بری تنومند صورتوں کو دیکھ کر اپنے جی میں کہا "شاید یہ ادنیٰ سنتے

ہیں۔" ان کے چہروں کی تکلیف دہ صفائی سے اسے سخت نفرت ہوئی۔ یہ صاف نظر آتا تھا کہ صاف کرنے والے ہاتھوں نے ان کی آنکھوں کے گوشوں کی بھی صفائی کی ہے، اوپر کے لبوں کو رگڑا ہے اور ٹھوڑی کی شکنوں کو برابر کیا ہے

کے کو جب یہ احساس ہوا تو وہ رک گیا جس کی وجہ سے یہ دونوں بھی رک گئے وہ ایک کھلے ہوئے سنسان احاطہ کے کونے پر کھڑے تھے جس میں پھولوں کی روشوں کی آرائش تھی۔ کے نے کہا "دنیا بھر کے لوگوں میں سے انھوں نے تمھیں کیوں منتخب کرکے بھیجا؟" یہ سوال کے بجائے ایک چیخ تھی۔ بظاہر ان لوگوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ وہ اپنے کھلے ہاتھ کو لٹکائے کھڑے ہوئے منتظر رہے جیسے بیمار کا تیماردار مریض کے آرام کے وقت منتظر ہو۔ کے نے... آزمائشاً کہا "میں اب اور آگے نہیں جاؤں گا۔" ان لوگوں نے اپنی گرفت مضبوط رکھی اور کے کو وہاں سے آگے دھکیلنے لگے۔ کے کو اب ایک مکھی کی یاد آئی جو مکھی مار کاغذ سے الگ ہونے کے لیے یہاں تک جدوجہد کرتی ہے کہ اس کے پیر ٹوٹ کر رہ جاتے ہیں۔ اس نے جی میں کہا "ان لوگوں کو آسانی نہ ہوگی۔"

عین اس وقت انھیں مس برسٹنر نظر آئی جو ایک نشیبی سڑک سے چھوٹے سے زینہ کے ذریعہ سے احاطہ پر چڑھ رہی تھی۔ کے کے لیے کوئی اہمیت نہ تھی کہ آیا وہ واقعی مس برسٹنر ہے یا کوئی اور لیکن مشابہت بہت زیادہ نمایاں تھی۔ اسے دفعتاً احساس ہوا کہ مزاحمت بے سود ہے۔ یہ کوئی بڑی بہادری نہ ہوگی اگر وہ مزاحمت سے اپنے ہمراہیوں کو مشکل میں ڈال دے اور زندگی کے آخری لمحہ میں اسے مزاحمت کی جدوجہد کا نتیجہ نظر آئے۔ اس نے چلنا شروع کر دیا۔ اب انھوں نے اسے آگے کرکے رہبر بنا لیا اور وہ آگے جاتی ہوئی مس برسٹنر کے رُخ پر چل پڑا۔

اس دوران میں مس برسٹنر ایک بغلی سڑک پر مڑ گئی مگر اب کے کو اس کی

ضرورت نہیں رہی اور اس نے خود کو اپنے ہمراہیوں کی ہدایت کا پابند کر دیا۔ اب تینوں نے پوری مطابقت کے ساتھ ایک پل چاندنی کی روشنی میں پار کیا اور دونوں ہمراہی کے کی خفیف سی حرکت کا اتباع کرنے لگے اور جب سکے ذرا ایک نیچی دیوار کی طرف مڑا تو وہ بھی ساتھ ساتھ ملے ہوئے مڑ گئے۔ خندق کا پانی جو چاندنی کی روشنی میں چمکتا اور لہریں لیتا تھا اسے درمیان کے ایک جزیرے نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس جزیرہ پر درختوں اور جھاڑیوں کے جھنڈ تھے جو ایک دوسرے سے ملے جُڑے اُبھرے تھے جیسے سب آپس میں جوڑ دیئے گئے ہوں۔ درختوں کے نیچے تنگ تنگ راستے تھے جو اس وقت نظر نہیں آتے تھے اور جا بجا آرام دہ بنچیں رکھی تھیں، جن پر سکے کئی گرمیوں کی فصلوں میں آرام سے لیٹ چکا تھا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں کی اطاعت شعاری سے نادم ہو کر کہا "میں یہاں بالکل ہی ٹھہر جانا نہیں چاہتا" سکے کے پیچھے اس کے ہمراہی اس غلط جگہ پر ٹھہر جانے پر ایک دوسرے پر آہستہ آہستہ ملامت کر رہے تھے اور پھر تینوں چل پڑے

وہ کئی ابھرے ہوئے ڈھلوان راستوں سے گزرے جن پر پولیس کے آدمی ذرا ذرا دیر کے بعد گشت کر رہے تھے، کبھی تو بہت فاصلے پر اور کبھی بہت ہی قریب۔ ایک گھنی مونچھوں والا اپنے تیغ کے دستے پر ہاتھ رکھے ہوئے قصداً جماعت کے پاس آیا۔ سکے کے ہمراہی رک گئے۔ پولیس مین نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھول دیا تھا۔ مگر سکے دونوں کو زبردستی آگے گھسیٹ لے گیا۔ وہ پیچھے پھر پھر کر دیکھتا رہا کہ پولیس مین تعاقب تو نہیں کر رہا ہے۔ جیسے ہی وہ ایک موڑ پر پہنچا پولیس مین اس سے فاصلہ پر ہو گیا تو اس نے دوڑنا شروع کر دیا اور اس کے دونوں ساتھی بھی ہانپتے ہوئے اس کے ساتھ دوڑے چنانچہ وہ جلد ہی شہر کے باہر آ گئے جہاں شہر سے متصل ہی بلا وقفہ کھلے ہوئے کھیت شروع ہو جاتے تھے ایک پتھر کی کان سنسان اور اجاڑ ایک

بالکل تیسری مکان کے قریب تھی۔ یہاں دونوں شخص ٹھہر گئے۔ اب انھوں نے کِے پر
سے اپنی گرفت ہٹا لی اور کِے خاموشی سے منتظر کھڑا رہا۔ دونوں ساتھیوں نے اپنی
اونچی ٹوپیاں اتاریں، جیب سے رومال نکال کر پیشانی کا پسینہ پونچھا اور پتھر کی
کان کا معائنہ کرنے لگے۔ چاند ہر چیز پر اپنی سادگی اور سکون سے روشنی ڈال رہا تھا
معلوم ہوتا ہے کہ ان کارکنوں کو مشترکہ سپردگی میں یہ کام دیا گیا تھا انھیں ٹھیک
ٹھیک ہدایتیں نہیں دی گئی تھیں اس لیے کہ اگلا کام پہلے کیسے کرنا چاہیے اس کے
متعلق ان میں اتفاق رسم کی بات چیت ہوئی ان میں سے ایک شخص کِے کے پاس
آیا اور اس کا کوٹ، واسکٹ اور آخر میں قمیص تک اتار دی۔ کِے غیر ارادی طور پر تھر تھر
کانپنے لگا جس پر اس شخص نے اس کی پیٹھ پر ہلکی سی اطمینان دلانے والی تھپکی دی۔ پھر اس
نے کپڑوں کو لپیٹ کر احتیاط سے ایک تہہ بنا کر رکھ لیا گویا آئندہ ان کا پھر کام ہو۔ رات
کی ہوا کافی سرد تھی اس لیے کِے کو سردی سے بچانے کے لیے اس نے کِے کا بازو پکڑا اور اسے
تھوڑی دیر ادھر ادھر ٹہلایا اور اس دوران میں اس کے ساتھی نے موزوں جگہ تلاش کرنے
کے لیے پتھر کی کان کو چاروں طرف دیکھا اور جب یہ جگہ مل گئی تو اس نے اپنے ساتھی کو اشارہ
کیا اور وہ کِے کو وہاں لے گیا۔ یہ جگہ ایک ڈھلوان چٹان کے پاس تھی جہاں ایک اکھڑی
ہوئی گول چٹان پڑی تھی۔ دونوں نے مل کر کِے کو زمین پر لٹا دیا اور اس چٹان سے ٹیک لگا کر
اس کا سر چٹان کے اوپر رکھ دیا۔ باوجودیکہ انھوں نے ہر طرح کوشش کی اور کِے نے اپنی رضا
مندی بھی ظاہر کی لیکن اس کی نشست کا انداز بل کھایا ہوا اور غیر فطری معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ
ایک نے دوسرے سے کہا کہ کِے کو اپنی نشست خود ہی درست کرنے دو مگر اس سے بھی صورت
حال پر کوئی اصلاح نہ ہوئی۔ بالآخر انھوں نے کِے کو اسی حال میں چھوڑ دیا پھر ان میں سے
ایک نے اپنا لبادہ کھول کر ایک نیام میں سے جو اس کی واسکٹ کی پیٹی سے لٹکی ہوئی تھی ایک
دو دھارا قصائی کا چھرا نکالا اور اسے لے کر چاندنی کی روشنی میں اس کی دھار کو بغور دیکھا
اب پھر وہی نفرت انگیز اخلاقی رسوم کا چکر شروع ہوا۔ ایک نے چھرا کِے کے اوپر سے

دوسرے کو دیا اور اس دوسرے نے کے کے سر پر سے پہلے کو دیا۔ کے کو صاف صاف یہ معلوم ہوا کہ اس سے یہ توقع تھی کہ چھرا جو اس کے سر پر سے ادھر ادھر منتقل ہو رہا تھا اسے لے کر خود اپنے سینہ میں بھونک لے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنا سر جو ابھی آزاد تھا دوسری طرف پھیر کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ ایسے نازک موقع پر مناسب عمل نہ کر سکا وہ ان افسران کو ان کے فرض سے سبکدوش نہ کر سکا۔ اس کی اس آخری ناکامی کی ذمہ داری خود اسی پر تھی کہ اس کام کے لیے جتنی ہمت کی ضرورت تھی وہ اس میں باقی نہیں رہی تھی پتھر کی کان کے پاس جو مکان تھا اس کی سب سے اوپری منزل پر دفعتاً اس کی نگاہ پہنچ گئی اور ایک کمرے کی کھڑکی روشنی کی ہلکی سی چمک میں ایک دم سے کھلی۔ ایک انسانی صورت جو اتنی دور اور اتنی بلندی پر مبہم اور غیر مادی معلوم ہوتی تھی دفعتاً آگے کو بڑھی اور اپنے دونوں ہاتھ اور بھی آگے پھیلا دیے۔ یہ کون تھا؟ کوئی دوست؟ کوئی اچھا آدمی؟ کوئی ہمدردی کرنے والا؟ کیا یہ تنہا ایک شخص تھا؟ یا سب کے سب وہاں تھے؟ کیا مدد کرنے ہی والی ہے؟ کیا اس کے موافق کچھ دلائل تھے جو پہلے نظرانداز ہو گئے ہوں؟ بیشک یہی ہو گا۔ منطق تو بلاشک اپنی جگہ قایم رہنے والی تھی لیکن وہ ایسے شخص کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی جو زندہ رہنا چاہتا ہو۔ وہ جج کہاں ہے جسے اس نے کبھی دیکھا نہ تھا؟ وہ ہائی کورٹ کہاں ہے جس کے اندر وہ کبھی گیا نہ تھا؟ پھر اس نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے اور اپنی سب انگلیاں پھیلا دیں۔

لیکن اس کے ہمراہیوں میں سے ایک کا ہاتھ کے کے گلے پر پہنچ گیا اور دوسرے نے چھرا اس کے سینہ میں بھونک کر دو بار ہلایا۔ آنکھوں میں ختم ہوتی ہوئی روشنی سے بھی کے نے ان دونوں کو اپنے سامنے گال سے گال بھڑا کے آخری منظر کا تماشا کرتے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا "کتے کی موت!" گویا اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کی شرمناکی اس کے بعد بھی زندہ رہے۔

آخری بات

میں نے سمجھا بجھا کر اور چالاکی سے کافکا کی تمام وہ تصنیفات حاصل کر لیں جو اس کی زندگی میں شائع ہو چکی تھیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی تخلیقات میں کوئی مسرت نہیں محسوس کرتا تھا۔ اکثر اور کافی مدت تک وہ اپنی تخلیقات سے بہت خوش ہوتا رہا اگرچہ وہ ہمیشہ انھیں "گھٹیا" ہوئی کہتا رہا۔ جس کسی کو یہ موقع ملا ہے کہ وہ ایک مختصر حلقہ میں کافکا کو اپنی نثری تحریر موزوں روانی اور ڈرامائی جوش کے ساتھ ایسی خودروی سے جو کسی ایکٹر کو حاصل نہیں ہوئی پڑھتے سنا ہے اسے فوراً یہ تاثر ہوا ہے کہ اس کی تخلیقات میں تخلیق کی مسرت اور جذبہ کارفرما ہے۔ اپنی تصنیفات کی اشاعت سے اس کی رضامندی اول تو بعض ایسے افسوسناک تجربات کی بنا پر ہوئی جنھوں نے اسے اپنے کارناموں کو خود ہی مٹانے اور اپنی تخلیقات کے متعلق تشکیک کا رویہ اختیار کرنے پر مجبور کیا لیکن دوسری طرف یہ اس بنا پر غیر متعلق طور پر پیدا ہوئی کہ اس نے کبھی اس کا اقرار نہیں کیا مگر وہ اپنی تمام تصنیفات پر بلند ترین مذہبی معیار عائد کرتا تھا اور قدرتاً وہ ہمیشہ اس معیار کے حاصل کرنے میں ناکام رہا جو خود اس کی پراگندہ خیالی کا زائیدہ تھا۔ وہ اس دلیل کو قبول نہیں کرتا تھا کہ اس کی تصنیفات سے دوسرے حقیقت، قدرتی معیار اور روحانی کمال کے متلاشیوں کو مدد ملے گی اس لیے کہ وہ خود بے حد اشتیاق اور استقلال کے ساتھ ایسے طریق زندگی کا متلاشی تھا کہ وہ دوسروں کو مشورہ دے سکے۔ جب کہ خود اسے مشورہ کی ضرورت تھی۔

اپنی تصنیفات کے متعلق کافکا کا منفی رویہ میرے نزدیک اسی بنا پر تھا وہ ہمیشہ اس کی شکایت کرتا تھا کہ جب کوئی لکھنے کے کام میں مشغول ہو تو غلط قسم کے ہاتھ اس کی طرف بڑھتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ جب وہ کوئی چیز لکھ چکتا تو شائع کراتا تو دراصل وہ اپنی آئندہ تحریر میں راہ سے بھٹک جاتا۔ کتاب کے شائع ہونے سے پہلے بہت سی مزاحمتوں پر قابو حاصل کرنا پڑتا تھا۔ باوجود اس کے خوبصورت جلد دیکھ کر اسے مسرت ہوتی تھی اور کبھی وہ اس کے تاثر سے لطف اندوز ہوتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ خود اپنے اوپر اور اپنی تصنیفات پر ناراض رسانہ نظر ڈالتا تھا۔ مگر کبھی بغیر

طنز کے نہیں اگرچہ طنز ہمدردانہ ہوتا تھا۔

فرانز کافکا کے کاغذات میں اس کا وصیت نامہ کبھی نہیں ملا۔ اس کی میز پہ دوسرے کاغذات کے انبار کے نیچے ایک تہ کیا ہوا روشنائی سے لکھا ہوا خط میرے نام کا ملا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

میرے عزیز ترین دوست ماکس۔ یہ میری آخری درخواست ہے۔ جو کچھ میں اپنے پیچھے چھوڑ رہا ہوں (یعنی کتابوں کی الماریوں میز کی درازوں گھر کی اور نیز دفتر کی لکھنے کی میز پہ) یا جو کچھ بھی مل جائے اور آپ کو مل سکے) خواہ وہ نوٹ بک کی شکل میں ہو یا مسودے یا خط کی شکل میں یا خود میرے اپنے یا دوسروں کے خاکوں کی شکل میں وغیرہ وہ سب بغیر پڑھے ہوئے آخری صفحے تک جلا دیئے جائیں نیز میری تمام تحریریں اور یادداشتیں جو آپ کو یا دوسرے لوگوں کو ملیں جنہیں آپ میرے نام سے استدعا کرکے حاصل کرلیں۔ جو خطوط آپ کو نہ دیئے جائیں وہ بھی جن لوگوں کے پاس ہیں براہ کرم احتیاط سے جلا دیئے جائیں۔

آپ کا مخلص
فرانز کافکا

مزید غور سے تلاش کرنے پر ایک زردی مائل کاغذ کا پرچہ ملا جو بظاہر بہت پہلے کا تھا اس پر پنسل سے لکھا تھا۔

عزیز دوست ماکس۔ شاید اس دفعہ میں اچھا نہ ہوسکوں گا۔ مجھے جو پھیپھڑے کا بخار ہے اس کے ایک ماہ بعد یقین ہے کہ نمونیا ہو جائے گا اور میرے لکھ دینے پر بھی اس سے نجات نہ مل سکے گی اگر اس کا کچھ اثر ہوتا ہے تو ایسی صورت میں میری تمام تحریروں کے متعلق یہ آخری وصیت ہے۔

اپنی تمام کتابوں میں جن کتابوں کا میں شمار کرتا ہوں وہ صرف یہ ہیں:۔ دی ججمنٹ دی اسٹوکر، میٹا مارفوسس، پینل کالونی، کنٹری ڈاکٹر اور دوسری مختصر کہانی ہنگر آرٹسٹ (میڈی ٹیشن کی چند کاپیاں جو موجود ہیں وہ چھوڑ دی جائیں۔ میں انھیں پورا کرنے کی زحمت کسی کو نہیں دینا چاہتا لیکن کسی کی دوبارہ اشاعت نہ ہونی چاہیے) جب میں کہتا ہوں کہ صرف یہی پانچ کتابیں اور مختصر کہانی شمار میں ہیں تو میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ انھیں باربار چھاپا جائے اور آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کیا جائے۔ برخلاف اس کے اگر یہ بالکل ناپید ہوجائیں تو میری خواہش بھی یہی ہے۔ بس چونکہ یہ موجود ہیں

تو اگر کوئی شخص انھیں رکھنا چاہے تو رکھ لے، مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔
لیکن اس کے علاوہ جو کچھ بھی میں نے لکھا ہے (رسالوں اور اخباروں میں چھپے ہوئے مضامین، مسودے اور خطوط) بلا کسی استثنا کے جہاں تک بھی دستیاب ہو سکیں یا جن لوگوں کو بھیجے گئے ہیں اُن سے مل سکیں (ان میں سے اکثروں کو تم جانتے ہو۔ ان میں سے خاص خاص لوگ یہ ہیں ..... اور ..... کے پاس جو نوٹ بک ہے اسے یقیناً نہ بھول جاؤ) یہ سب بلا استثناء اور بغیر پڑھے ہوئے (اگر تم پڑھ لو تو مجھے اعتراض نہ ہوگا اگرچہ میں پسند یہی کروں گا کہ تم بھی نہ پڑھو اور بہر صورت کوئی اور انھیں نہ پڑھے) یہ سب بلا استثنا جلا دینا چاہیے اور جس قدر جلد ممکن ہو تمھیں یہ کرنا چاہیے۔ یہی تم سے میری التجا ہے۔

فرانز

ان قطعی ہدایات کے باوجود میں سوختنی کا عمل نہیں کروں گا۔ جس کا میرے دوست نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے اور میرا یہ تہیہ کئی وجوہ کی بنا پر ہے۔

بعض وجوہ تو ان میں ایسے ہیں جن کا میری ذات سے تعلق ہے لیکن بعض ایسے بھی ہیں جنھیں مشتہر کیا جا سکتا ہے اور جن سے میرے اس فیصلہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

خاص وجہ تو یہ ہے۔ ۱۹۲۱ء میں جب میں نے نیا مشغلہ اختیار کیا تو میں نے اپنے دوست سے کہا کہ میں نے وصیت کی ہے جس میں اپنے دوست سے استدعا کی ہے کہ میرے مختلف کاغذات ضائع کر دیے جائیں یاتی مدون کیے جائیں وغیرہ۔ جواب میں کافکا نے مجھے اس نوٹ کا اوپری حصہ دکھلایا جو روشنائی سے لکھا ہوا تھا اور جو بعد کو اس کی لکھنے کی میز میں ملا تھا اور کہا "میری وصیت بالکل سہل سی ہوگی جس میں تم سے یہ استدعا ہوگی کہ ہر چیز نذرِ آتش کر دو۔" مجھے اب تک اپنے جواب کے الفاظ یاد ہیں، "اگر سنجیدگی سے تمھارا ایسا کرنے کا خیال ہے تو میں اسی وقت تم سے بتائے دیتا ہوں کہ میں کسی ایسی استدعا کی تعمیل نہیں کروں گا۔" ساری گفتگو مزاحیہ انداز کی تھی جیسا ہم دونوں میں معمول تھا۔ لیکن ہم دونوں نے جو کچھ ایک دوسرے سے کہا اس کی پشت پر ہمیشہ ہم دونوں نے سنجیدگی کا پہلو سمجھ لیا۔ فرانز کو معلوم تھا کہ میرا انکار بالکل سنجیدگی کا ہے اور آخر میں اگر اس کی یہ خواہش ہوتی کہ اس کی اس ہدایت کی تعمیل ہو تو وہ میرے سوا کسی اور کو عامل بنا دیتا۔

دیگر وجوہ یہ ہیں: پنسل سے لکھے ہوئے نوٹ میں جو ہدایتیں تھیں ان کی تعمیل خود فرانز نے نہیں کی تھی اس لیے کہ بعد کو اس نے خاص طور پر میڈی پبلش کے کچھ

حصوں کو ایک اخبار میں شائع کرنے کی اجازت دی تھی اور اپنی تین دوسری کہانیوں کے شائع کرنے کی جھجک خود اس نے ہنگر آرٹسٹ کے ساتھ ایک جلد میں جمع کرکے ایک اشاعتی ادارے کو دے دیا۔ علاوہ بریں یہ دونوں یادداشتیں اس وقت لکھی گئی تھیں جب میرے دوست کا تنقیدی رجحان پورے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ لیکن اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اس کی افتاد طبع نے ایک غیر متوقع بہتر رخ اختیار کر لیا تھا، ایک نیا خوشگوار اور مثبت رخ جس نے اس کی خود سے نفرت اور تشکیک کو ختم کر دیا تھا۔ نیز ان کی اشاعت کے متعلق اب میرا فیصلہ اس لیے اور آسان ہو گیا کہ مجھے وہ ساری جدوجہد یاد آگئی جو کافکا سے اس کی ہر شائع شدہ تصنیف حاصل کرنے میں پیش آئی تھی اور بعض اوقات سخت اصرار کے بعد اور پھر بعد کو وہ ان کی اشاعت سے رضامند بھی ہو گیا تھا اور کسی حد تک اس سے خوش بھی ہوا تھا۔ آخر میں یہ کہ اس کے انتقال کے بعد کی شائع شدہ کتاب میں بہت سے ذاتی دلایل باقی نہیں رہ گئے تھے۔ مثلاً کافکا کا یہ عذر کہ اس کی تصنیف کی اشاعت اس کی مستقبل کی تصنیف کو گمراہ کر دے گی یا اس سے ماضی کے تکلیف دہ تجربات کے تصورات سامنے آ جائیں گے۔ کافکا نے جو کچھ کہا اور نیز اس کے اس خط سے جو اس نے مجھے لکھا یہ ظاہر ہو جاتے گا کہ اس کی اپنی تصنیفات کی اشاعت کی ناپسندیدگی اس کے خانگی معاملات سے بہت قریبی تعلق رکھتی تھی۔ اس نے مجھے لکھا تھا "...... میں ناولوں کو شامل نہیں کروں گا۔ ان پرانی کوششوں کا کریہہ کرنے سے کیا حاصل؟ محض اس لیے کہ اتفاق سے ابھی تک وہ سوخت نہیں کی جا سکیں؟ .... دوبارہ جب میں آؤں تو مجھے امید ہے کہ یہ سب جلائی جا چکی ہوں گی ایسے ..... ابتر تصنیفات کے اجزا کو از سر نو زندہ کرنا کون سی عقل کی بات ہے؟ جب ان منتشر اجزا سے کوئی مکمل چیز بن سکے اسی وقت وہ قابل توجہ ہو سکیں گے اور مجھے ایسا سینہ مل سکے گا جسے میں ضرورت کے وقت پڑھ سکوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ یہاں اس کا امکان نہیں ہے اور ان سے مجھے کوئی امید نہیں ہے۔ پھر میں ان چیزوں کو کیا کروں؟ چوں کہ یہ مجھے مفید نہیں ہو سکتیں تو کیا میں یہ گوارا کروں کہ یہ مجھے نقصان پہنچائیں؟ جیسا کہ ان کے بارے میں مجھے جو کچھ علم ہے اس کی بنا پر یقیناً یہی ہوگا؟

اس ناول دی ٹرائیل (پراسرار مقدمہ) کا مسودہ میں اپنے گھر لے آیا اور جلد ہی

اسے مرتب کرلیا۔ اس مسودہ میں کوئی عنوان نہ تھا لیکن اس کے متعلق کافکا نے جب
بھی مجھ سے گفتگو کی تو دی ٹرائیل کے نام سے اس کا حوالہ دیا۔ ابواب کی تقسیم اور نیز ان کے
عنوانات کی ذمہ داری کافکا کی ہے لیکن ابواب کی ترتیب میں مجھے خود اپنا فیصلہ کرنا پڑا
چونکہ میرے دوست نے مسودہ کا بیشتر حصہ مجھے پڑھ کر سنایا تھا اس لیے میرے فیصلہ کی
تائید میری یادداشت سے ہوئی۔

ژانز کافکا اس ناول کو نامکمل سمجھتا تھا۔ آخری باب جو اس میں شامل ہے اس
کے پہلے اس پراسرار مقدمہ کے مختلف اور مراحل کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔ لیکن چونکہ خود
بقول مصنف کے مقدمہ کو کبھی سب سے اونچی عدالت تک نہیں جانا تھا، اس لیے ایک
طرح سے ناول کبھی نہ ختم ہونے والی تھی یعنی اسے لامحدود مدت تک آگے جانا تھا
لیکن جو ابواب مکمل ہیں انھیں خاتمہ کے آخری باب سے جوڑنے پر کتاب کا مدعا اور
اس کی ہیئت ترکیبی پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کوئی شخص جسے یہ نہیں معلوم ہو
کہ مصنف اس کتاب پر کچھ اور کام کرنا چاہتا تھا اور اس نے کبھی نہیں کیا اس لیے کہ اس
کی زندگی ایک نئے ماحول میں داخل ہو گئی وہ اس کی خامیوں کو بمشکل محسوس کر سکے گا

کاغذات کے بہت بڑے انبار میں میں نے اپنی کوشش صرف اسی بات تک
محدود رکھی کہ مکمل ابواب کو نامکمل ابواب سے الگ کر دوں۔ نامکمل ابواب میں نے
اس لیے روک رکھے ہیں کہ کافکا کی تصنیفات کی بعد از مرگ اشاعتوں کی آخری جلد
میں شامل کر دوں۔ ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو مقدمہ کے لیے ضروری ہو۔ ان
میں سے ایک حصہ لے ڈریم کے عنوان سے خود مصنف نے اے کنٹری ڈاکٹر کی جلد میں
شامل کر دیا تھا۔ مکمل ابواب اس میں مرتب کر کے جوڑ دیے گئے ہیں۔ غیر مکمل ابواب میں
میں نے صرف ایک کا استعمال کیا ہے جو بظاہر قریب قریب مکمل ہے۔ چار سطروں کی
مختصر ترتیب کے ساتھ یہ اس کتاب کے آٹھویں باب میں شامل ہیں۔

متن میں قدرتاً کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔ البتہ میں نے متعدد مخففات کا پورا
ترجمہ کر دیا ہے۔ مثلاً ایف بی کا فرائیلین برسٹنر (مس برسٹنر) اور ٹی کا ٹیٹوریلی، اور ایک
دو زود گذاشتوں کی تصحیح کر دی جو مسودہ میں بظاہر اس لیے باقی رہ گئی تھیں کہ مصنف
نے کتاب پر پوری طرح نظر ثانی نہیں کی تھی۔

ماکس بروڈ

خاتمہ